

حراجی خراہ

ادبیات

سرکار عالم پناہ حاجی و حافظ سید وارث علی شاہ

اشعار

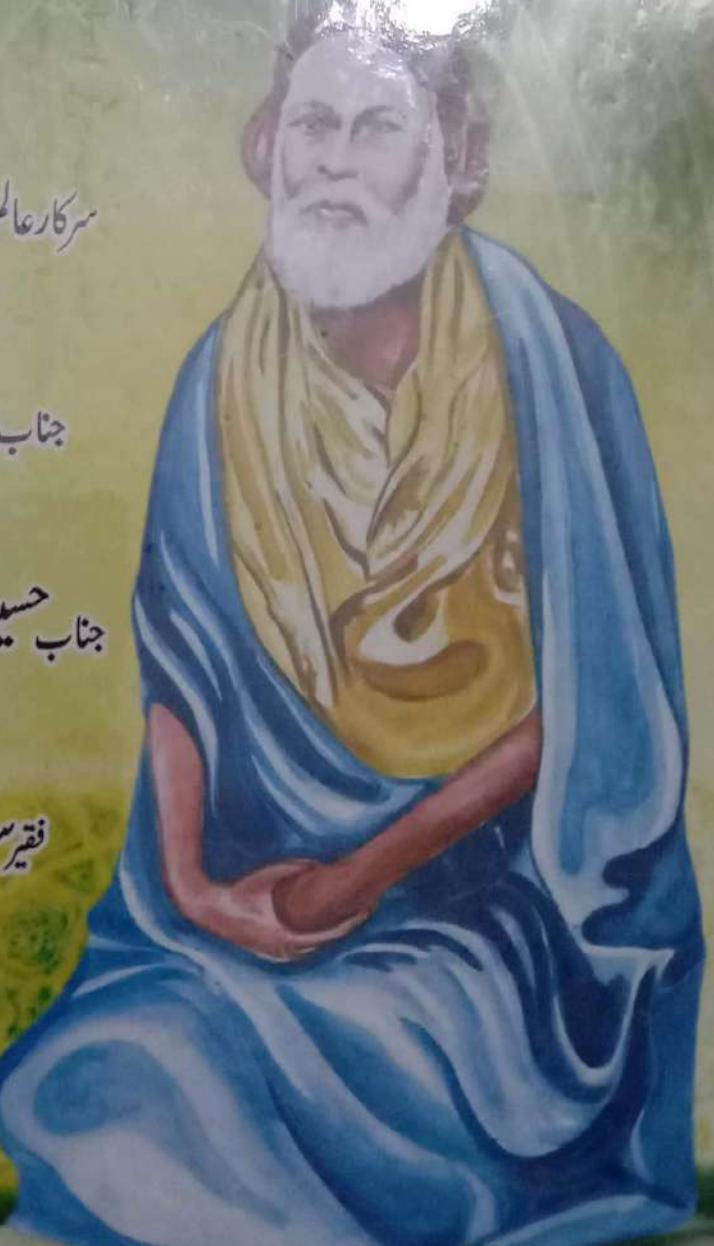
جناب ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال شاعر مشرق

تفسیر

جناب حسین وارثی سہرماںی المعروف صدی شاہ

از سرنوواشاعت

نقیر سید حبیب شاہ صاحب وارثی



از سر نو اشاعت

گران

فقیر سید حبیب شاہ صاحب وارثی

تعاون

با اجازت میراث آستانه عالیہ وارثیہ۔

دیوبی شریف۔ ضلع بارہ بکھی۔ یونی۔ بھارت

حاجی محمد رفیق وارثی، منتظم اعلیٰ

ثرست آستانہ عالیہ وارثیہ چھپر شریف۔

پوسٹ آفس چنگا بکھی۔ تحصیل گوجران۔ ضلع راولپنڈی۔ پاکستان

حاجی وزیر احمد وارثی۔ بورے والا

بابا محمد صدیق وارثی۔ خادم آستانہ عالیہ وارثیہ چھپر شریف

ربابہ قیصر وارثی۔ یوکے

قیصر وارثی چیمہ، صابر وارثی چیمہ و احباب

رضوان سعید وارثی۔ گوجران

امجد جاوید۔ حاصل پور

چراغ راہ

(وارث واقیل)

ارشادات

حضرت بندہ نواز سید حاجی وارث علی شاہ[ؒ]

اشعار

جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال بارائیٹ لاجنت مکانی

تفصیر

جناب حسین وارثی سہرا می المعروف ضدی شاہ

نظر ثانی

جناب نصیر الدین احمد وارثی،

بی اے ڈی سٹکشن کلکتہ - ایف - بی - ٹی - آئی (لندن) المعروف (متفہم شاہ)

اہتمام:

علم و عرفان پبلیشورز

الحمد مارکیٹ، 40 - اردو بازار، لاہور

فون: 37352332-37232336

جملہ حقوق بحق ٹرست محفوظ

چہار غیرہ (وارث و قبائل)	نام کتاب
حسین وارثی سہرامی	مواف
علم و عرفان پبلشرز، لاہور	ناشر
زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور	مطبع
امجد جاوید	از سر نظر ہائی
اویس احمد	کپوزنگ
جون 2015	من اشاعت
600/-	قیمت

بہترین کتاب چھپوانے کے لیے رابط کریں: 0300-9450911

..... طلبے کا پتہ.....

علم و عرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40۔ اردو بازار، لاہور

فون: 7352332-7232336

ادارہ علم و عرفان پبلشرز کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت، کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ اللہ کے فضل و کرم، انسانی طاقت اور بساطت کے مطابق کپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تفاضل سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو از راؤ کرم مطلع فرمادیں۔ انشاء اللہ الگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائیگا۔ (ناشر)

حضرت بندہ نواز سید حاجی وارث علی شاہ

آپ کی پیدائش ۱۸۰۴ء میں قم دیوبنی شریف، ضلع بارہ بکلی (بجہ) میں رومنا ہوئی۔ آپ ایک سو چار سال بقید حیات رہے۔ آپ حضرت حافظ حکیم سید قربان علی شاہ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نجیب الظرفین حسینی ہونے کا خاص شرف رکھتے ہیں۔ آپ کا نسب سلسلہ سید الشہداء امام حسینؑ کی ۲۶ دیں پشت سے جاتا ہے اور اس طرح آپ کو آل رسول ﷺ اور آل عباد ہونے کا خاص الخاص شرف حاصل ہے۔

آپ کی عمر جب ۲۲ سال سے کچھ زیادہ کی تھی تو آپ کے والد بزرگوار رحلت فرمائے گئے اور کچھ ہی عرصہ کے بعد آپ کی والدہ محترمہ نے بھی سفر آخرت اختیار کیا۔ اس طرح آپ ذرتیم ہو کر پیر وی نبی ﷺ، بچپن ہی میں کرنے لگے۔ آپ کی والدہ محترمہ آپ کی کفیل بنیں مگر زیادہ روزانہ کی بھی کفالت نصیب نہ ہو سکی۔ عمر شریف ۹ سال کی تھی کہ انہوں نے بھی جنت کا رخ اختیار کر لیا۔ والدہ محترمہ کے بعد آپ اپنی بیشتر بزرگ کے مہمان بنے۔ آپ کے نسبت بھائی جانب حضرت خادم علی شاہ نے مہمان کی مہمان نوازی میں کوئی کمی نہیں کی۔ آپ کی عزت اور عظمت کرتے تھے صاحب بصیرت اور کامل بزرگ ہونے کے نتے جانتے تھے کہ خاندان وارثیہ کے آفتاب ان کے گھر مہمان ہیں جو کچھ ان کے پاس تھا، حاضر خدمت کیا۔ گیارہ سال کی عمر میں بیعت فرمائے کہ ظاہری طور پر خلعت خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ آپ ۵ سال کی عمر میں مکتب گئے اور ۷ سال کی عمر میں قرآن شریف کے کامل اور کامل حافظ ہو گئے۔ اس کے علاوہ اور کوئی تعلیم ظاہری انہوں نے حاصل نہیں کی مگر ہر علم و ادب میں کمال حاصل تھا۔

آپ پیدائشی ولی تھے۔ ظاہری اور باطنی تمام علوم خدا داد حاصل تھے۔ آپ نے شادی نہیں کی۔ دنیا کا زر و مال جمع نہیں کیا۔ ورثہ میں جوز رومال ملاؤ دولت ملی، جائیداد ملی سب کو اپنے خویش و اقارب میں تقسیم کر دیا۔ آپ کی جائیداد ایک کامی کمبلی تھی جو اورڑھنے اور بچھونے سب کے کام آتی تھی۔ ٹوپی اتار دی۔ جوتا پھینک دیا۔ ساری زندگی زمین پر بستر رہا۔ اہل بیت ہونے کے نتے آپ کی منزل تعلیم و رضا کی منزل تھی۔ آپ تو کل واستفتا کے ایک مجسم تھے۔

آپ نے کبھی زبان مبارک سے کوئی چیز طلب نہیں کی اور نہ کسی چیز کی خواہش ظاہری کی۔ خدام جو پیش کرتے تھے، اسے صبر و رضا کے ساتھ قبول فرماتے تھے۔ سات سات دن کا روزہ زندگی بھر کی خوارک تھی۔ حسن و جمال کے اعتبار سے

چاگ راہ

بھی سراپا انتخاب تھے۔ تمام جسم اطہر نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ چہرہ انور گندی سرفی مائل رنگ نہایت دلفریب تھا۔ جس میں وہ چمک اور روشنی تھی کہ اس سے انسان حیران و ششدر ہو جاتا تھا اور رعب حسن سے نظر جما کر دیکھنے کی تابز ہوتی تھی۔ آپ کا انداز تکلم بھی نہایت دلفریب تھا۔ باتوں میں وہ حلال و شیرینی تھی کہ زبان قلب متوں پھٹکارہ لیا کرتی تھی۔ خاموش بیٹھنے کی زیادہ عادت تھی۔ نگاہیں ہر وقت پنجی رہتی تھیں۔ کلام بہت مختصر الفاظ میں فرماتے تھے۔

۱۵ سال کی عمر میں حج بیت اللہ فرمایا۔ ۱۲ سال تک بلاد اسلامیہ و ملک پورپ کی سیر و سیاحت فرمائی۔ تقریباً ۷ ابarr حج بیت اللہ فرمایا۔ پہلی حج یعنی ۱۵ سال کی عمر سے احرام کو اپنی پوشش کا بنایا۔ آپ کے قلب کی حرکت اور بخش کی رفتار سے اللہ، اللہ کی آواز بلند ظاہر تھی۔ آپ کی نمازیں مسجد نبوی میں ہوتی تھیں۔ آپ کو وقت اور منزل کی دوری پر عبور حاصل تھا۔ آپ کی نشست اور لیٹنے کا خاص انداز تھا۔ اس نشست میں آپ کا جسم لفظ "اللہ" بن جاتا تھا اور لیٹنے کی صورت میں آپ کا جسم "محمد" کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔ آپ عشق الہی اور عشق رسول ﷺ کے ایسے نمونہ تھے کہ کثرت جذب میں عاشق سے معشوق ہو گئے۔ قطرہ نور، سمندر نور میں پیوست ہو کر نور خدا میں جا ملے۔ یہی منزل اللہ وارث اور وارث اللہ کی ہے۔ جو آپ کو نصیب ہوئی۔

ایں	سعادت	بازو	نیست
تائے	بغضہ	خدائے	بنخشدہ

نصیر وارثی المعروف منتظم شاہ

حضرت حسن رضا شاہ وارثی جنت مکانی

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حسن رضا شاہ وارثی اپنے وقت کے ایک کامل بزرگ اور گلدستہ وارث کے ہونہار اور شاداب پھول تھے۔ آپ پرداز وارث تھے۔ یاد وارث اور ذکر وارث ان کی زندگی بھر کی خوارک تھی۔ شیع وارث پر اپنی جان ہزینہ کو پرداز دار پنجاہور کرنا ان کا حاصل مقصود اور مطلوب تھا۔ شیع ہدایت نے وہی کیا جو پرداز نے چاہا۔ مگر پرداز چڑھنے سے پہلے وارث پاک کے خزانہ طیبی کے دو فتر "اقبال وارث" اور "چاغ راہ" جو آگے چل کر ایک ہی فتر ہو گئے۔ حسین وارثی کے حوالے کر دیا اور آگاہ کر دیا کہ "اس خزانہ وارث میں دین و دنیا کے خزانے بند ہیں۔ یہ خزانے پنجن پاک کی امانت ہیں جو وارث پاک کے دریش میں آئی ہے۔ پھر یہ امانت لسو کی ٹھلل میں میرے ذمہ آئی اور اللہ گواہ ہے کہ اس خزانہ وارث کو بھکم وارث میں نے من و میں تھا رے پر دیکھا۔ ہدایت ہے کہ اس کی تفسیر لکھ دا لو۔" حسین وارثی نے وہی کیا جوان کے رہنماء اور حسن حضرت حسین رضا شاہ وارثی نے تاکید فرمائی تھی۔ تفسیر لکھ کر حسین وارثی نے امانت وارث یعنی چاغ راہ اور اقبال وارث کو ہمارے پر دیکھا۔ ہم نے نظر ہانی کی اور خزانہ طیبی کی ترتیب کتاب کی ٹھلل میں دی کر حسین وارثی کی رضامندی سے انسانیت کے حوالے کر دیا۔ انسان کامل اور محبت کامل صلم کے حضور بطور نذر عقیدت پیش کر دیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ روزِ الست کا وعدہ ہم دونوں بھائیوں نے حسن و خوبی کے ساتھ وفا کیا۔ قول و قرار پورا ہوا۔ انسانیت کے بیار جسم کے علاج کا لسو کیا انسان کے حوالہ ہوا۔ یہ سب وارث پاک کا کرم اور احسان ہے۔

(احقر نصیر وارثی)

ڈاکٹر محمد اقبال جنتِ مکانی

ہزاروں سال زگس اپنی بے نوری پہ روئی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(اقبال)

جس طرح پیغمبروں کا وصال ہوتا ہے تو مذاہب روتے ہیں۔ رہبروں کا انتقال ہوتا ہے تو قومیں روئی ہیں۔ شاعروں اور ادیبوں کا انتقال ہوتا ہے تو ادب اور انسان روتے ہیں۔ بلاشک ڈاکٹر اقبال علم و ادب کے رہبر تھے۔ آپ کے انتقال پر بھی دنیا بھر کے ادب نے ماتم کیا۔ دنیا بھر کی زبانوں نے مرثیہ خوانی کی۔ دنیا بھر کے انسانوں نے خالص آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیا۔ بلاشک حسین وارثی اور نصیر وارثی بھی علم و ادب کے نحیف مزدور ہیں، انہیں بھی حق حاصل ہے کہ ڈاکٹر اقبال کی ظاہری دوری پر آنسوؤں کا نذرانہ پیش کریں۔ ڈاکٹر اقبال کے اشعار دیکھنے میں گلاب کے شاداب پھولوں کی طرح ہیں اور عمل کرنے میں ایک اٹل فیصلہ کی اہمیت رکھتے ہیں۔ بندہ نواز وارث پاک کے ارشادات کی اگر کوئی نہ موس مثال مل سکتی ہے تو وہ صرف ڈاکٹر اقبال کے اشعار کو ثبوت کی شکل میں ادب سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ حسین وارثی اور نصیر وارثی اپنی نامراد آنکھوں کو با مراد دیکھ رہے ہیں کیونکہ ڈاکٹر اقبال کے اشعار اور سکون قلب جناب وارث پاک کے ارشادات تاج و تخت کی طرح جگہ گار ہے ہیں۔ حسین وارثی اور نصیر وارثی ان بزرگ ہستیوں کو سلام خلوص پیش کرتے ہیں۔

(احقر حسین وارثی)

حَسِّين وَارْثٌ

آپ کا نام حامد حسین ہے۔ آپ سہرا م صوبہ بھار میں ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک امیر بابا پ جناب احمد علی وارثی، مالک امجدیہ ہوں لکھتے کے فرزند احمد ہیں۔ جب آپ کی عمر ۲۵ سال کی تھی تو آپ کے والد انتقال فرمائے۔ کچھ عرصہ بعد والدہ محترمہ بھی جنت سدھا رکنیں۔ بڑے بھائی نے اور خاندان کے کل افراد نے جلا دکا کام انجام دیا۔ تاریخ نے اپنی پرانی روایت دہرا لی قربانی ہی قربانی۔ مگر خودی کو کسی قیمت پر بھی نہیں بیچا۔ وارث پاک کی عنایت روز پیدائش سے شامل حال تھی اور ایک مقصود غلطیم کی خاطر ہر وقت سایہ کی طرح ساتھ رہتے تھے۔ اسی بے سرو سامانی اور انہتائی دکھ درد اور غربت کی حالت میں نصیر وارثی برسوں کے نجھڑے ہوئے دوست آٹلے۔ آنے والے کے پاس بھی بجز نام خدا اور کچھ نہ تھا۔ نصیر وارثی نے ملازمت اختیار کر لی اور حسین وارثی سہرا م اسٹور لکھتے میں بیٹھ کر بچوں کے دود دپیے اور چار چار پیے کے کھلونے بیچنے لگے۔ دونوں دوست کثیر الولاد، آمدی براۓ نام، خرچ بہت زیادہ، اس پر زمان بھر کے چال بازوں اور رشتہ داروں کی درندگی اور ریشرڈ وانگھوں سے بالکل عاجز ہو چکے تھے۔ مگر محسن وارث پاک کا دوست شفقت ہمیشہ شامل تھا۔ اسی دکھ درد، ناکامی، بر بادی، ناامیدی اور آنسوؤں کے موتیوں کے نجھ بھر سہرا م اسٹور نے چراغ راہ پھل بخشا۔ ایورسٹ کارخانہ نے ”اقبال و وارث“ انمول مولیٰ عنایت کیا۔ یہ دونوں ایک ہی شمع حقیقت کے جدا جدا ٹویں ہیں۔ روایت کے مطابق شمع حقیقت قیامت تک جلتی رہے گی اور پروا نے لکھری دو لکھری کی بجتباں کے بعد قربان ہوتے ہی رہیں گے۔ اس لئے ہم دونوں بھائی اپنے بزرگوں، محضنوں اور قابل قدر انسانوں سے اپنے حق کی مزدوری ہی نہیں بلکہ اپنی مسلسل غلطیوں کی معافی کے طلبگار ہیں۔ امید ہے آپ کی مہربان عنایتوں پر کہ آپ حضرات ہماری غلطیوں کو معاف فرمائیں گے۔

تمام مضمون میرے پانے کلام میرا خطا سر اپا
ہنر کوئی ڈھونڈتا ہے مجھ میں تو عیب سے میرے عیب جو کا

دیباچہ

اس کتاب کا دیباچہ لکھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنی اوقات سے آگے بڑھنے کی جسارت کر رہا ہو۔ دارثی ہونے کے نتے یقیناً میرا فرض ہے کہ سرکاردارث پاک کے کسی کام آسکوں جب میں سرکاردارث علی شاہ دیوبئی شریف کا تصور کرہوں تو میرا دل محبت کے جذبے میں خاک دارث پر لوٹ لوٹ پڑتا ہے۔ جب ڈاکٹر اقبال کے اشعار کا جائزہ لیتا ہوں تو دماغ ساکت ہو جاتا ہے، جب حسین دارثی کی تفسیر کی طرف رجوع ہوتا ہوں تو محبت کے طوفان میں بہت دور چلا جاتا ہوں۔ جب نصیر دارثی کی نظر ہانی کی پر خلوص اور بے لوٹ محبت کو دیکھتا ہوں تو انگشت بدندال ہو جاتا ہوں۔ اب کوئی مجھے ہتا ہے کہ جسے خود اپنی ہی خبر نہ ہو وہ دیباچہ کیا کئے۔ یہ کتاب اقوال دارث۔ اشعار اقبال، تفسیر حسین اور نصیر دارثی کی نظر شد؛ محبت سے اس طرح جنمگا اٹھی ہے کہ اس کے ہر صفحہ میں مجھے اپنی ہی شکل دکھائی دینے لگتی ہے۔ اس لئے یہ کتاب میرے نظریہ میں ایک آئینہ ہے اور گروہ دیوبئی شاہ کی محبت کا سہارا لے کر میں اسے آئینہ ہی کے ہام سے موسم کرہوں۔ میرا دشواں ہے کہ جو بھی اس کتاب کو پریم کی بخشی سے اٹھائے گا۔ اسے اپنی ہی شکل دکھائی دے گی۔

شیخ شکر سہائے دار آنی

لبی۔ اے۔ پنہ

ظہور حقیقت

اس کتاب میں ۲۷۵ دو سو پھر اشادات و ارث یعنی ظہور حقیقت سب کے سب چراغ راہ ہیں۔ چراغ راہ کے ۲۷۵ دو سو پھر خوش اصول ندگی حضرت علی شیر خدا کا خزانہ غیبی ہے۔ خزانہ نوری ہے۔ خزانہ روحانی ہے۔ رحمت محمدی ہے۔ نعمت اور عنایت رحمانی ہے۔ جو سینہ بہ سینہ ال بیت بزرگ حضرات سے گزرتا ہوا خاندان وارثیہ کے آنکاب اور دیوبنی شریف کے ماہتاب یعنی حضرت سید وارث علی شاہ کے درشی میں آیا۔ جب بندہ نواز وارث پاک عالم کیف و سرور میں ہوتے تھے تو ان کی زبان مبارک سے مجملہ ۲۷۵ دو سو پھر اشادات و ارث عالم ظہور میں آئے۔ زبان بندہ نواز وارث پاک کی تھی۔ مگر مضمون بلاشبہ پختن پاک کا تھا۔ تھیک اسی طرح ۲۷۵ دو سو پھر اشادات و ارث کی تفسیریں بھی عالم ظہور میں آئی ہیں۔ مصنف موصوف جناب حسین وارثی سہرا می جب عالم کیف و سرور میں ہوتے تھے تو یہ تفسیریں تلبینہ ہوتی چلی گئیں۔ قلم، زبان، تحریر، بلاشبہ مصنف موصوف جناب حسین وارثی سہرا می کی ہیں مگر مضمون بلاشبہ بندہ نواز وارث پاک کا ہے۔ جس کا اعتراف مصنف موصوف نے عنوان "مصنف اور تصنیف" میں فخریہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے۔ "لکھتے وقت، مجھ پر کیا کیفیت طاری تھی اس کا مجھے علم نہیں لکھنے کے بعد جب میں نے جائزہ لیا تو میں اپنی اسی نادانی کی منزل پر تھا جو کہ میری اوقات ہے مصنف موصوف کا یہ اعلان و اعتراف حرف صحیح ہے اس کا میں شاہد اور گواہ ہوں اس میں شہد برادر شک کی منجائش نہیں۔

چراغ راہ بھلکے ہوئے راہیوں اور طالب مولا کیلئے روشنی کا مینار ہے۔ روشنی کا ماہتاب ہے، روشنی کا آنکاب ہے، روشنی کا منور ستارہ ہے، چراغ راہ مقام حیرت میں پھنس جانے والے نقیروں، سالکوں، دردیشوں کیلئے راہ نجات ہے۔ ایک لذت کیا ہے۔ منزل فیض ولایت فیض نبوت کے ظہور کا واحد ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ چراغ راہ قرآن مجید کی مکمل واضح اور سہل تفسیر ہے۔ چراغ راہ، کتاب ہدایت یعنی قرآن کریم کے ہتاۓ ہوئے راہ میں صراط مستقیم پر چلنے والے متقویوں، نقیروں، دردیشوں سالکوں کیلئے ۲۷۵ دو سو پھر دشوار گزار گھائیوں اور جان یو امزلوں پر ایک نمایاں منور اور روشن چراغ ہے۔ ایک رہنماء ہے، ایک رہبر ہے، ایک خضر راہ ہے۔ ایک حکیم حاذق ہے ایک پیر کامل ہے۔ ایک شمع ہدایت ہے۔ چراغ راہ وارث پاک کا نوری مجسم ہے چراغ راہ وارث پاک کی ایک جتنی جائی تصور ہے۔ چراغ راہ بندہ نواز وارث پاک کی

زندگی جاوید ہے۔ وارثوں کیلئے چراغ راہ بندہ نواز وارث پاک سے ہمکلام ہونے اور ان کے فیض ولایت سے فیضاب ہونے کا واحد ذریعہ ہے چراغ راہ کے ۲۷۵ ٹھوس اصولوں اور نوری ارشادات وارث پر مکمل تصدیق اور عمل کرنے والے حضرات کو وہی فیض، وہی رحمت، وہی عنایت نصیب ہوگی جو ان کی زندگی میں ان کے دست مبارک پر بیعت کرنے والے اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے بزرگ حضرات کو نصیب ہوئی ہے۔

چراغ راہ کی خاص الخاص عنایت یہ کہ اگر ایک حقیقت یا ایک اصول یا ایک چراغ راہ بھی صحیح معنی میں کسی سالک، کسی درویش، کسی فقیر یا کسی متqi و پرہیزگار پر کھل گیا اور اس کا وہ ساری زندگی صحیح معنی میں عامل ہو گیا تو اس کا بیڑا پار ہے۔ اس کی منزل طے ہے اور وہ چراغ راہ کی ساری رحمت، ساری عنایت، سارے فیض کا مستحق اور حقدار ہے۔

بھائیو اور بہنو! لازم ہے کہ آج سے چراغ راہ کو اپنا ہادی و رہبر تصور کرو، اپنا رہنمہ تصور کرو، اپنا دوستا و محبوب تصور کرو اور اس چراغ راہ کی نورانی روشنی میں اسلام اور انصاف کو گرنے نہ دو، قرآن کریم کو سینہ سے لگاؤ، عبادت الہی، پابندی شریعت اور قربانی نفس۔ ان تین ٹھوس اصولوں پر یعنی (عشق) پر اپنی زندگی کے کارروائی کو مستعدی اور پابندی سے آگے بڑھاتے چلے جاؤ۔ انشاء اللہ دین و دنیا دونوں جگہ سرخرا اور کامیاب رہو گے پیارے۔

اللہ وارث.....وارث اللہ

نصیر وارثی المعروف منتظم شاہ

حضرت حاجی و حافظ فقیر اکمل شاہ وارثیؒ

حضرت حاجی و حافظ قاضی محمد عطاءؒ کی ولادت ۱۸۷۲ء میں مہلوںگھوئی تھیں ضلع جہلم میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی حافظ قاضی محمد عطاءؒ ہے۔ آپ کا شجرہ نسب دارالٹکوہ بن شاہ جہاں بادشاہ سے ملتا ہے۔ آپ کا آبائی ہام قاضی خورشید عالم تھا۔ خاندانی وستور کے مطابق آپؒ کی تعلیم کا آغاز چار سال، چاروں اور چار ماہ کی عمر سے کیا گیا۔ آپؒ کی رسم بسم اللہ حضرت قاضی محمد بقاؒ کے دست حق پرست سے ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپؒ نے مولانا عبدالرحیم صاحب دارالعلوم کڑی شریف سے اور بعد میں مولانا کرم الدین صاحب بھیں ضلع گجرات سے حاصل کی۔ آپؒ کا مغل برلاس خاندان پہلے ہی سے سلطان العارفین سلطان باہوؒ کے دست حق پرست پر بیعت تھا اور اسی سلسلہ قادریہ میں معزز مقام رکھتے تھے۔ آپؒ بیعت کے لئے حضرت میاں محمد بخشؒ کڑی شریف کے۔ وہاں سے یہی حکم ملا کہ آپؒ کا حصہ پورب میں ہے اور وقت آنے پر ملے گا۔ تعلیم مکمل کر کے آپؒ نے ۱۸۹۰ء میں فتحی ملازمت اختیار کر لی اور خطیب کے عہدے پر پلانوں نمبر ۲۲ میں اپنی خدمات انجام دینے لگے۔ دوران ملازمت ڈیرہ اساعیل خان، جہلم، ملتان، میرٹھ اور لکھنؤ چھاؤں میں رہے۔ اس دوران ذوق طلب بڑھ گیا تھا اور پیر و مرشد کی تلاش جتھو جاری تھی۔

۱۸۹۷ء میں آپؒ دہلی میں تھے کہ لوگوں کا جم غیر بلا امتیاز مذہب و ملت ریلوے اسٹیشن کی طرف جاتے دیکھاتو آپؒ بھی ادھر تشریف لے گئے۔ وہاں عالم پناہ سید وارث علی شاہؒ کی تشریف آوری تھی۔ آپؒ کی آمد پر اس جم غیر میں آپ قدم بوس ہوئے۔ تبھی انہوں نے اٹھایا یعنی سے لگا کر فرمایا۔ ”چنانی حافظ آگئے، اچھا پھر ملیں گے۔“ بس یہی صورت ذہن میں میں ساگنی اور ترتب پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ سرکار عالم پناہؒ نے بیعت سے مشرف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا، ”اسی صورت کو یاد رکھنا۔“ اس کے بعد شب و روز کی یہ کیفیت ہو گئی کہ اس صورت کے سوا کچھ یاد نہ رہا۔

فقیر اکمل شاہ وارثیؒ عالم شاہ بھی میں رشتہ ازدواج میں ملک ہو گئے تھے۔ آپؒ کی ولادت میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں تھیں۔ آپؒ اکثر یاد میں رہتے اور بہت کم کہیں قیام فرماتے۔ ۱۹۳۷ء میں آپؒ نے سفر حج کا ارادہ کیا۔ حج بیت اللہ سے واپس آئے تو تقسیم پاک و ہند ہو گئی۔ آپؒ کو دیوالا شریف سے احرام مرحت ہو گیا تھا۔ ریاست کپور تھلہ سے مہاجرین کے ساتھ لا ہور پہنچ۔ اس کے بعد آپؒ ساری زندگی سیاحت میں رہے، کسی جگہ مستقل قیام نہیں فرمایا۔ یہاں تک کہ وقت وصال آگیا۔ ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۶۸ھ بہ طابق ۸ مارچ ۱۹۴۸ء بروز منگل چھپر شریف میں روح نفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت حاجی فقیر عزت شاہ دارثیؒ

نومبر ۱۹۲۵ء، اربعین الثانی ۱۳۴۳ھ بروز پیر، قصبہ سکھوئی تحصیل وضع جبلم کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مادرزادہ دلی عزیز احمد المعرف حاجی فقیر عزت شاہ دارثیؒ "مغل برلاس خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد ماجد صوبیدار قاضی محمد یوسف خود بڑے حکیم تھے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپؒ کے تایا فقیر اکمل شاہ دارثی کی گود میں پیش کئے گئے۔ آپؒ ہی نے ان کا نام عزیز احمد تجویز کیا تھا۔ ۳ برس کی عمر تھی کہ آپؒ اپنے والدین کے ساتھ چک نمبر ۲۲۹/گ ب بورے والا چلے گئے۔ پانچویں تک وہیں تعلیم حاصل کی۔ پھر آپ ذھوک قاضیان اپنے نانا کے پھر میزک تک تعلیم ساگری نزد روات ضلع راولپنڈی میں حاصل کی۔ جہاں آپؒ کے نانا قاضی احمد جی، قاضی غلام حجی الدین جیسے جید بزرگوں کی روحانی صحبت نصیب ہوئی، وہیں بڑے بھائی قاضی زادہ حسین مدرس ساگری کی رفاقت میں۔

۱۹۳۸ء میں اچانک ایک دن آپؒ نے اپنا بستہ ماموں زاد بھائی کے سپرد کیا اور لا ہور نکل گئے۔ وہیں سے دلی اور پھر اجمیر شریف جا پہنچے۔ وہاں آپؒ کی ملاقات سجادہ نشین آستانہ عالیہ خواجہ حسن امام چشتی سے ہوئی۔ آپؒ کو خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی شہنشاہ ہند کے مزار مبارک کی خدمت سونپی گئی۔ گیارہ ماہ اٹھائیں دن جاروب کشی کی خدمت نصیب ہوئی۔ اجمیر شریف میں ہی فقیر حیدر شاہ دارثی سے ملاقات ہوئی۔ وہیں سے آپ دیوال شریف پہنچے۔ وہیں ان کی ملاقات اپنے تایا فقیر اکمل شاہ صاحب سے ہوئی۔ انہوں نے حضور میاں او گھٹ شاہ کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے کمال شفقت سے سلسلہ میں داخل کر دیا۔ گاؤں واپسی ہوئی اور ۱۹۴۰ء میں تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے منی فاضل اور ادیب فاضل کے کورس کے بعد درس و تدریس کے شعبہ اپنایا۔ آپؒ سکھوئی خالصہ ہائی سکول، چکوال اور جبلم میں تعینات رہے۔ آپؒ کو حکمت پر بھی عبور تھا تحریک پاکستان میں ان تھک جد جد فرمائی۔ آپؒ اپنے والدین کی خدمت میں لگے رہے۔ آپؒ کی شادی آپؒ کے ماموں قاضی سلمانؒ کے ہاں تخت پڑی سے ہوئی۔ آپؒ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ عرصہ دراز کے بعد والد اور والدہ کا وصال ہو گیا۔ آپؒ تب تک ان کی خدمت میں رہے۔

مارچ ۱۹۵۶ء میں فقیر میاں حیرت شاہ دارثیؒ نے آپؒ کو چھپر شریف میں فقیر اکمل شاہ دارثیؒ کے سالانہ گرس پر احرام مرحمت فرمایا اور "عزت شاہ" کا نام دیا۔ یہ نصف احرام تھا۔ ۱۲ اگست ۱۹۵۹ء کو آپؒ دیوالی شریف گئے جہاں

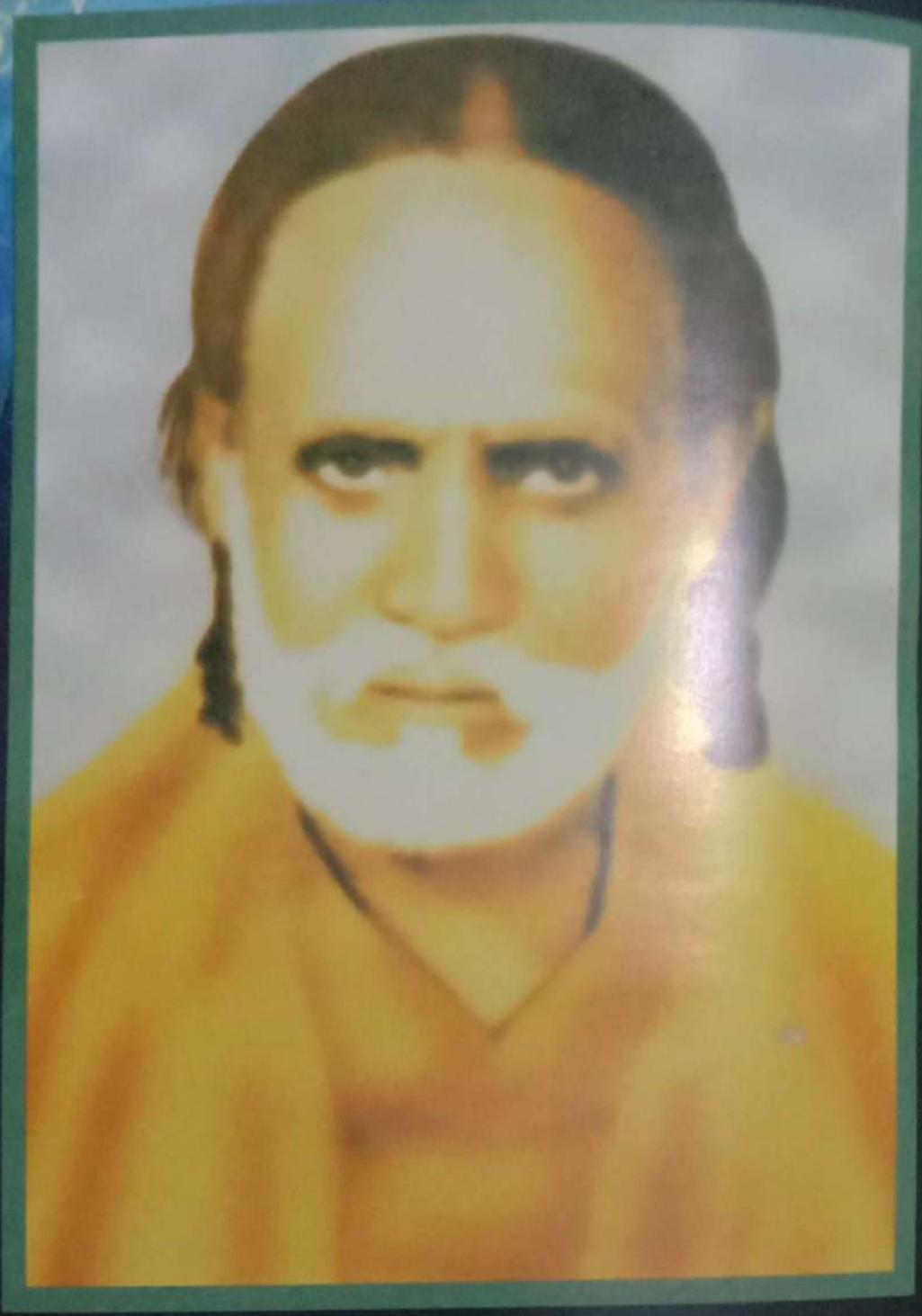
پنڈت الف شاہ داری " نے ان کو تکمیل احرام دیا۔ آپ گو ۳۶ جنوری کی عمرے ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ کئی مرتبہ فضل کعبہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ آپ نے یورپ کی بھی سیاحت کی۔ آپ نے بے شمار مزارات، مساجد، ہسپتال اور سکول تعمیر کر دائے۔ جن کی ایک طویل تفصیل ہے۔ سرکار عزت شاہ داری کا سب سے اہم اقدام چھپر شریف میں زرث کا قیام ہے، جس کے ذریعے انتظام و انصرام ہوتا ہے۔ ۷ ستمبر ۲۰۰۳ء بمقابلہ ۲۱ رجب ۱۴۲۵ھ بروز منگل رات ایک نج کر تیس منٹ کے قریب آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار مبارک چھپر شریف میں مرتع خاص و عام ہے۔

سرکار حضرت فقیر احمد شاہ وارثی

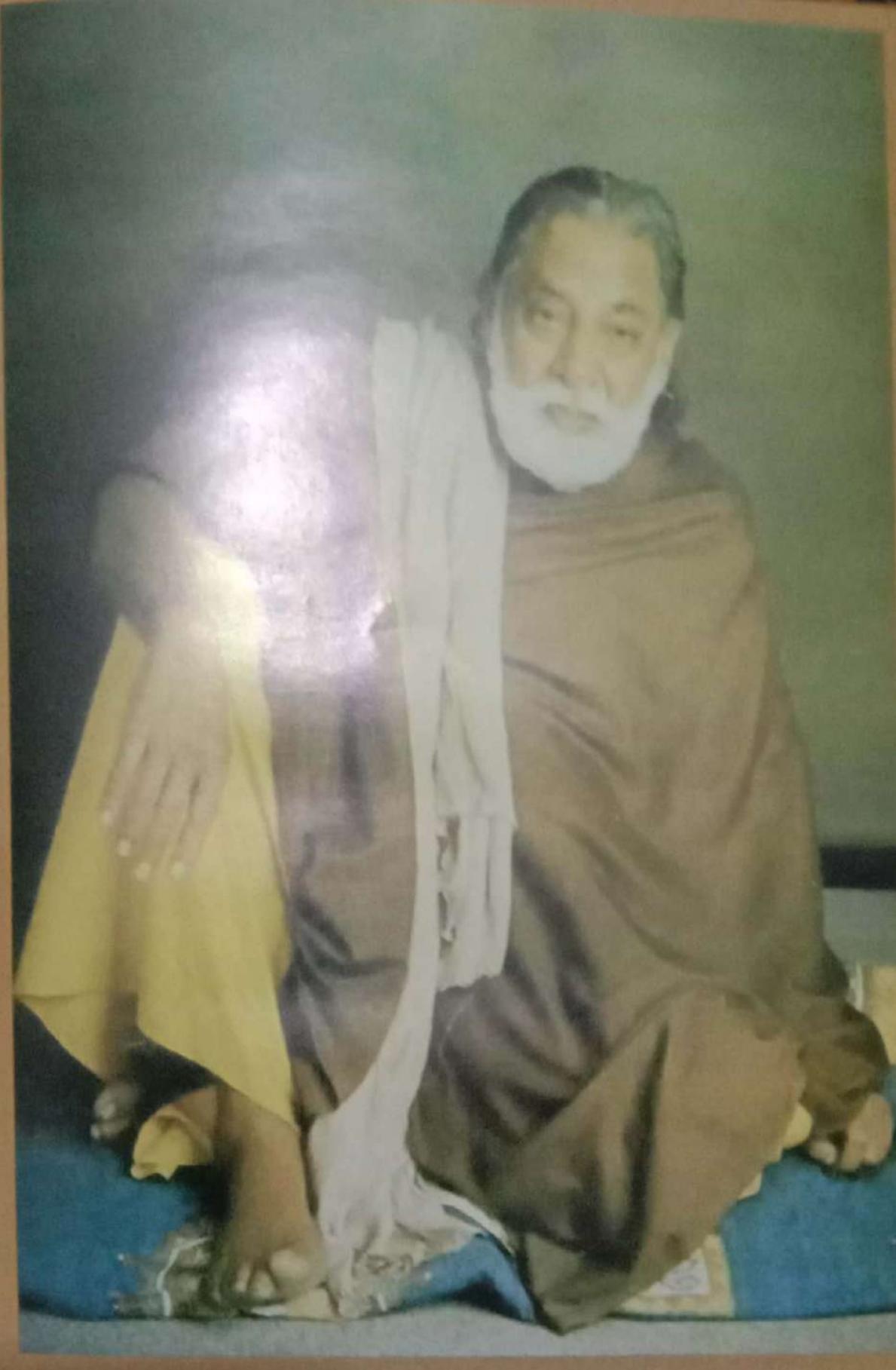
حاجی نقیر احمد شاہ وارثی ۲۲ جنوری ۱۹۵۳ء میں ولادت کوئی کھائی قصیل وضع جہلم میں ہوئی۔ آپ کا آبائی نام خورشید احمد تھا۔ آپ کے والد گرامی کا اسم محمد انور تھا۔ آپ علوی نسب اور حضرت عباس علم دار کی اولاد میں سے ہیں۔ والد محترم پاک فوج میں ملازم تھے جو ۱۹۵۹ء میں انتقال کر گئے۔ جبکہ آپ کی عمر ۲۶ برس تھی۔ آپ دو بھائی ہی تھے۔ آپ سے چھوٹے صبیب احمد تھے جن سے آپ کو بہت پیار تھا جو دم آخوند کر رہا۔ آپ کے نانا محمد سرور وارثی نے آپ دونوں بھائیوں کی پورش کی۔ آپ کا نبیلی خاندان زیادہ تر سلسلہ واریثہ ہی سے بیعت ہے۔

ابتدائی تعلیم قصبہ بن شہید سے حاصل کی، میزک گورنمنٹ ہائی سکول گلگھوئی سے پاس کیا۔ ہند رسول کالج سے سول انجینئرنگ کی تعلیم پا کر ملازمت کی غرض سے مقطع طلبے گئے۔ اس دوران آپ گورنمنٹ بھی رہے۔ لنسٹر یونیورسٹی کے شعبہ میں چار برس دیار غیر میں گزارنے کے بعد واپس کوئی کھائی آگئے۔ تلاش روزگار کے لئے ۱۹۸۱ء میں کراچی طلبے گئے۔ اسی دوران آپ کی شادی ۱۹۸۵ء میں حیدر آباد میں ہوئی، جو کہ آپ کے نبیلی خاندان سے تھے۔ جن کا آبائی گاؤں قصبہ دوپالہ تھا۔ آپ جب گھر تعریف لاتے آپ کی حالت بگز جاتی۔ سو فریقین کی باہمی رضامندی سے اپنی زوج محترمہ کو شریعت کے مطابق آزاد فرمادیا۔ ۱۹۹۱ء میں واپس کوئی کھائی آگئے۔ گھر کے پاس مسجد کو اس نو تعمیر کروایا، مسجد کی خدمت کے ساتھ رفائے عامہ کے کام کرنے لگے۔ ۱۹۹۲ء میں حضور عزت شاہ وارثی سرکار نے آپ کو چھپر شریف بلوا کر احرام عطا کر دیا اور احمد شاہ نام تجویز کیا۔

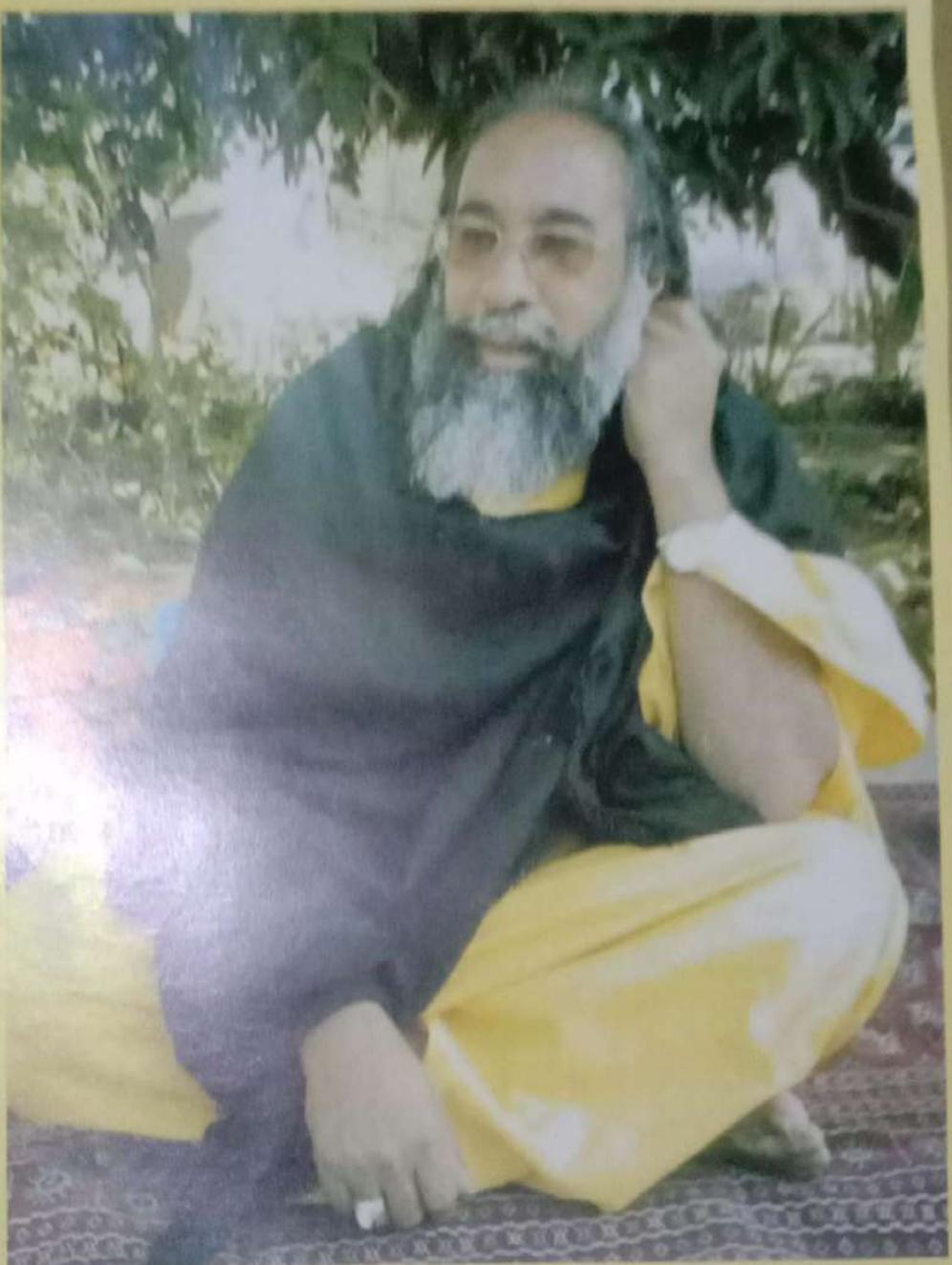
۱۷رام پوشی کے بعد تقریباً ۲۲ برس کی زندگی تکالیف، مصائب اور امتحانوں میں برس ہوئی۔ لیکن آپ نے مبرہ رضا کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اپنے پیشووا کا حکم ذہن میں رکھا کہ تسلیم و رضاہیل بیت کے گھر کی لوٹی ہے۔ ۲۲ برس نگے پاؤں رہے پھر کھڑاویں پینٹے کا اذن ملا۔ آپ کوئی کھائی میں امامت کے علاوہ خلق خدا کی خدمت کرنے لگے۔ ۱۹۹۸ء میں حضور عزت شاہ وارثی کے حکم پر چھپر شریف میں جمع کا خطبہ دینے لگے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ تعمیراتی کاموں کو بھی سرانجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ حضور عزت شاہ وارثی کے وصال کے بعد واریثہ نرست نے آستانہ عالیہ پر سلسلہ بیعت اور انتظامات کے لئے درخواست کی۔ نرست کے اصرار پر آپ یہ خدمت بھی لمحانے لگے۔ جن میں تعمیرات سب سے اہم



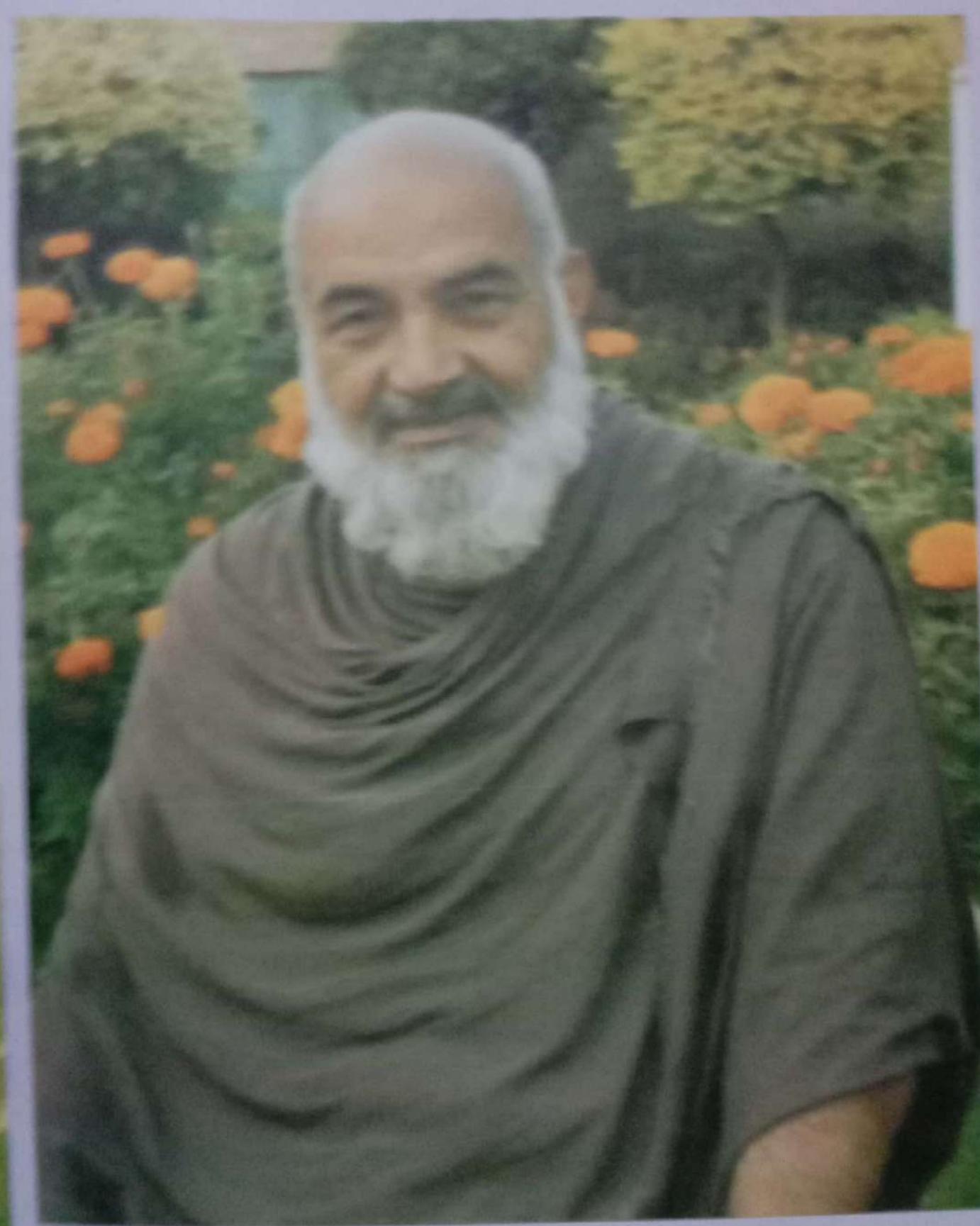
حضرت حاجی و حافظ فقیر اکمل شاہ وارثی



حضرت حاجی فقیر عزت شاہ وارثیؒ



سرکار حضرت فقیر احمد شاہ دارثی



نقیر سید جیب شاہ گیلانی دارالی

ہیں۔ آپ ”ہمیشہ ہمی دعا فرماتے تھے کہ یارب العزت ہم تیرے محبوب کے نام لیوا ہیں، تیرے محبوب کے خادم ہیں، ہمیں خادموں میں موت عطا فرم اور بروز گھر خادموں میں ہی اٹھانا۔“

آپ نے احرام پوٹی کے بعد تادم آخر آستانہ عالیہ دار شیخ چھپر شریف کی خدمت میں گزارے۔ یہاں تک کہ ڈیام اجل آن ہے ۱۲۔ ۱۴ میں ۲۰۱۳ء بروز جمعہ آپ ”اپنے خانق حیقی سے جا لے۔ آپ کی نماز جنازہ جس س پیر کرم شاہ کے لئے جگر علامہ ابوحسن شاہ پشتی نے پڑھائی۔ آپ کو پیر د مرشد کے قدموں میں پردخاک کیا گیا۔

فقیر سید حبیب شاہ گیلانی دارثی

فقیر سید حبیب شاہ گیلانی قادری چشتی دارثی کی ولادت سیم مارچ ۱۹۵۳ء کو چک نمبر ۱۲۰۔ گ ب ہوشیار پور، تحصیل جزاںوالہ ضلع فصل آباد میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی سید حامد حسین شاہ گیلانی قادری چشتی دارثی ہے۔ آپ کے والد محترم کی پیدائش بھی اسی گاؤں میں ہوئی۔ آپ کا تعلق سادات گھرانے سے ہے۔ آپ حضور محبوب سبحانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی شیخ عبدالقدیر جیلانی شہنشاہ بغداد کی اولاد میں سے ہیں۔ حضور حامد حسین شاہ گیلانی کی بلد یہ جزاںوالہ میں ملازمت تھی۔ آپ کے والد سرکار عزت شاہ دارثی سے ۱۹۸۰ء میں بیعت ہو کر سلسلہ واریثہ میں داخل ہو گئے تھے۔ سرکار عزت شاہ دارثی نے آپ کے والد محترم کو مدینہ منورہ میں دورانِ حج احرام عطا فرمایا۔

فقیر سید حبیب شاہ گیلانی قادری چشتی دارثی نے ابتدائی تعلیم کے ساتھ قرآن پاک کی تعلیم بھی اسی گاؤں سے ہی حاصل کی۔ میزک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول جزاںوالہ سے اور ایف اے مقامی کالج سے پاس کیا۔ آپ کے گھرانے کا محل شروع ہی سے انتہائی سادہ اور محبت والا ہے۔ آپ کے والد محترم انتہائی شفیق اور خلیق مزاج تھے۔ آپ نے اسی محل میں پرورش پائی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مزاج میں سادگی اور محبت بدرجاتم پائی جاتی ہے۔

آپ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ۱۹۷۲ء میں افواج پاکستان میں بطور میکنیکل اسٹنٹ بھرتی ہو کر کیا۔ تقریباً تین برس اسی خدمت پر مأمور رہنے کے بعد ۱۹۷۶ء کو مکمل پولیس میں بطور کاشیبل بھرتی ہوئے اور ترقی کرتے ہوئے مختلف مراحل طے کئے۔ جولائی ۲۰۱۲ء کو انپکڑ کے عہدے سے سکدوش ہو گئے۔ پولیس میں ان کی ملازمت کا دورانیہ ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ کہیں پر بھی کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا۔ اپنے والد محترم کے بیعت ہو جانے کے فوراً بعد آپ نے بھی فقیر عزت شاہ دارثی سرکار کے دست مبارک پر بیعت ہو کر سلسلہ واریثہ میں داخل ہو گئے۔ بیعت ہو جانے کے بعد فقیر عزت شاہ دارثی سرکار نے آپ کو غریب، یتیم اور مسکین لوگوں کی خدمت پر مأمور کر دیا۔ جب آپ کے والد صاحب کا وصال ہوا تو والد صاحب کی روضہ مبارک کی تعمیر اور آستانہ عالیہ داریثہ جزاںوالہ کی تعمیر و ترقی کے لئے حکم دیا۔ فقیر عزت شاہ دارثی سرکار نے آپ کو اپنے والد کے آستانہ عالیہ کی خدمت بھی سونپ دی۔

بیعت کے بعد، احرام پوشی کی تمام منازل طے کروانے کے بعد فقیر احمد شاہ دارثی سرکار نے حضور اکمل شاہ دارثی

سرکار کے سالانہ عرس کے تیسراے دن مارچ ۲۰۱۳ء بر موقع چادر پوشی اور اختتامی دعا، سرکارِ کمل شاہ وارثی سرکار کے روضہ مبارک میں دائیں جانب کھڑے ہو کر سازھے گیارہ بجے کے قریب آپ کی احرام پوشی فرمائی اور یہ نصیحت کی کہ "میں نے فقط اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر آپ کو احرام عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر استقامت عطا فرمائے۔"

احرام پوشی کے بعد فقیر احمد شاہ وارثی نے آپ کو آستانہ عالیہ وارثیہ پر حاضری، دینی تعلیمات حاصل کرنا، لوگوں تک پہنچانا کی خدمت سونپی، جو آپ بحسن خوبی بھار ہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یادوارث

چراغ راہ نمبرا

”فقیر کو چاہئے کہ ہر حال میں خوش رہے اور زندگی کے دن کاٹ دے۔ تکلیف ہو تو شکایت نہ کرے اور آرام ہو تو شکر بجالائے۔“

(دارث پاک)

مرد درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصاب زر و سیم

(اقبال)

اندیشہ غم سے نجات پا جانے والے گروہ کا نام فقیر ہو جاتا ہے۔ ایک خدا پر بھروسہ رکھنے وال کو مست کے نام سے پکارا جاتا ہے اور مست کو بھار و خزار سے کیا کام۔ وہ تو خود ہی سراپا بھار ہے اس کی نظریں آن کی آن میں قدرت کی بنائی ہوئی عجیب و غریب پھلواریوں کی سیر کرنے لگتی ہیں اللہ جس روح سے خوش ہو جاتا ہے اسے غیب کے جلوے بھی دکھاتا ہے اور اپنی محبت اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ یہی محبت کا پوادا بڑا ہو کر فقیری کا درجہ لے لیتا ہے اس درجہ میں سوال حرام ہو جاتا ہے اس لئے ہدایت ہے کہ فقیر کو چاہئے کہ ہر حال میں خوش رہے اور زندگی کے دن کاٹ دے۔ تکلیف ہو تو شکایت نہ کرے اور آرام ہو تو شکر بجالائے۔



چراغ راہ نمبر۲

”فقیر کو چاہئے کہ نہ تکلیف سے گھبراۓ اور نہ شکایت کرے۔ کیونکہ محبوب کی دی ہوئی چیز سے گھبرانا محبت کے منافی ہے اور محبوب کی شکایت مشرب عشق میں کفر ہے۔

(دارث پاک)

عیش منزل ہے غریبان محبت پر حرام
سب مسافر ہیں بظاہر نظر آتے ہیں مقیم

(اقبال)

عیش دغم کی تلاش اس کو ہوتی ہے جو اپنے خدا پر بھروسہ نہیں رکھتا۔ اپنی طاقت اور عقل کو دنیا میں سب سے بڑی چیز خیال کرتا ہے مگر اس کو نہیں معلوم کہ زندگی ایک بھتتا ہوا چراغ ہے جو بغیر ہوا کے جھونکے پر بھی بجھ جاتا ہے۔ فقیر کو معلوم ہے کہ دنیا ایک مہمان خانہ ہے، جہاں چند روز کیلئے آتا پڑا ہے۔ مہمان کا خیال میزبان کو کرنا چاہئے۔ مہمان کو جس طرح رکھا جائے صبر و شکر کے ساتھ رہے اور اپنی تکلیف اور آرام کو یاد نہ کرے۔ ہم سب خدا کے مہمان ہیں۔ اب خدا کی مرضی وہ آرام سے رکھے یا تکلیف سے۔ یہاں تو سرتلیم خم ہے جو مزانج یار میں آئے۔ فقیر کو چاہئے نہ تکلیف سے گھبرائے اور نہ شکایت کرے۔ کیونکہ محبوب کی دی ہوئی چیز سے گھبرا ناجبت کے منافی ہے اور محبوب کی شکایت مشرب عشق میں کفر (حسین)



چراغ راہ نمبر ۳

”بڑی فقیری یہ ہے کہ مر جائے مگر کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔“

(وارث پاک)

جو نقر ہوا تختی دوراں کا گلہ بند
اس نقر میں باقی ہے ابھی بوئے گدائی

(اقبال)

فقیر ہوتا رحمت خداداد ہے اور گدا گر قبر خدا۔ فقیر بن جانا پچ عاشق کی کھلی دلیل ہے اور گدا گر تو فریب ہے، فقیر کے نام پر کلنگ ہے۔ گدا اگر پر خدا اپنا عتاب نازل کرتا ہے اور فقیر جو کبھی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا ایک گناہ عظیم خیال کرتا ہے۔ پروردگار عالم اس فقیر پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اپنی معرفت بخش دیتا ہے۔ اس دولت کو پا کرنے فقیر غنی ہو جاتا ہے اور مرتبہ دم تک کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا ہے۔ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا فقیر گناہ عظیم سمجھتا ہے۔ مر جانا گوار کر لیتا ہے مگر تا دم زیست اس گناہ عظیم کا مرتعک نہیں ہوتا ہے مستغثی اور بے نیازی فقیری کی سب سے بڑی شان ہے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۴

”فقیر کو چاہئے کسی کی چیز کو خیانت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔“ (وارث پاک)

یقین پیدا کر اے ناداں یقین سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے نغفوری

(اقبال)

دوسرے کی دولت پر لپھائی ہوئی نظر رکھنے والے ہمیشہ ذلیل ہوتے ہیں دولت سے مراد صرف زر نہیں بلکہ کسی طرح کی بھی کامیابی۔ یہ اللہ کی دین ہے جسے دیدے۔ فقیر شیر کی خاصیت رکھتا ہے۔ جس طرح شیر اپنا ٹکار خود کرتا ہے چاہے بتنه دن کا فاقہ ہو یہی حال فقیر کا ہوتا ہے۔ وہ کبھی کسی کو چیز کو کسی کی کامیابی کو خیانت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے۔ وہ اپنی دولت یا کامیابی آپ جمع کرتا ہے۔ وہ یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ جو اس کی قسمت کا ہے، اسے ضرور ملے گا۔ جو سب کو دیتا ہے وہ اس کو بھی دے گا۔ دریا سویر مگر ملے گا ضرور۔ زندگی میں نہ ملا تو مرتبے وقت ملے گا۔ مرتبے وقت اگر نہ ملا تو تم میں نہ نہیں دیا جائے گا۔ اس یقین کامل اور تصدیق کے بعد کوئی فقیر کسی کی دولت کو کسی کی چیز کو خیانت کی نگاہ سے کیسے دیکھ سکتا ہے۔

(حسین)



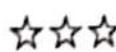
چراغ راہ نمبر ۵

”فقیر وہ ہے جو انگ رہے۔“ (وارث پاک)

خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں
وہ گلستان کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد

(اتبال)

تمہیں خدا نے پیدا کیا تمہارا واسطہ بھی صرف خدا ہی سے رہنا چاہئے۔ جہاں رہو تھا رہو۔ اس کا مقصد یہ بھی نہیں کہ جنگلوں میں چلے جاؤ۔ رہو دنیا میں مگر انسانوں کے اتنے بڑے میلوں میں تم اپنے کو تھا ہی خیال کرو اور ہمیشہ ہر آفت کو دو قدم آگے بڑھ کر گلے لگانے کا حوصلہ پیدا کرو۔ ڈرتو صرف اللہ سے۔ باقی تمام طاقتیں جھوٹیں ہیں۔ کمزور ہیں بے بنیاد ہیں۔ اگر تمہارا عشق سچا ہے تو تمہاری ایک نظر ہی کسی کی تقدیر کا فیصلہ کر کے رکھ دیگی۔ اللہ تمہیں خود داری دے پھر خدائی کا جلوہ نصیب کرے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۶

”فقیر وہ ہے جو اپنی بستی میں رہ کر خویش و اقرباً کامنون نہ ہو۔“ (وارث پاک)

خدایا آرزو میری بھی ہے
میرا نور بصیرت عام کر دے

(اتبال)

بجز خدا کے حضور کسی اور کے سامنے سر اور نظروں کا جھکانا گناہ قظیم ہے۔ تم اس فانی دنیا کی کسی بھی بستی میں رہو گر خبردار، خبردار سوائے خدا کے کسی انسان کا احسان مند اور ممنون نہ بنو۔ فقیر خدا کا عاشق ہوتا ہے۔ خدا اپنے عاشق کی تمام ضروریات کی خبر رکھتا ہے وہ تو نیک دستی دے کر اس کے صبر و تحمل کا امتحان لیتا ہے۔ فقیر کا کام نعمہ حق ہے۔ سجدہ پر سجدہ ہے یا شوق مٹ جائے یا جیس نہ رہے۔ خون جگر پینا ہے سوز جگر ہہنا ہے۔ تمہارا عشق، تمہارا جنون، ایک دن، دہن، بن کر تمہارے قدموں پر گر پڑے گا۔ تمہاری آرزو پوری ہو گی۔ عاشق ہمیشہ آخری منزل پر آ کر ہمت ہار جاتا ہے اور ساری زندگی کی محبت مٹی میں مل جاتی ہے۔ ہمت ہارنا فقیر کی شان کے خلاف ہے۔ خبردار ہمت نہ ہار دے۔ کسی کا احسان اپنے سرنہ نہ لو۔ اپنی پہاڑ جیسی نیکی ایک رائی برابر احسان کے بد لے ضائع نہ کر دو۔ یقین کامل کے ساتھ خدا کو اپنا مددگار اور کفیل جانو۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبرے

”فقیر کو لازم ہے کہ بجز خدا کے کسی پر بھروسہ نہ کرے۔“ (وارث پاک)
کائنات وہ دے کہ جس کی کھنک لا وزال ہو
یارب وہ درد جس کی کک لا وزال ہو

(اقبال)

عشق ایک بار کیا جاتا ہے بار بار نہیں۔ جس حسین نور کی تمنا نے تمہیں فقیر بنادیا اس نور کی جستجو میں عمر کا آخری دن بھی قربان کر دو اور خون کا آخری قطرہ بھی اسی کے نام پر چھخاؤ کر دو۔ موت کے وقت جو آخری بیکھی ہو، اس میں یاد خدا، یاد رسول ﷺ کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ ابتداء لالا اللہ۔ انتہا۔ لالا اللہ اور ان دونوں کے درمیان وکھی باللہ وکیلا۔ یقین کے ساتھ خدا کو اپنا وکیل۔ کفیل اور کار ساز جانو۔ بس یہی فقیری ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۸

”فقیر جہاں رہے لاطع رہے۔“ (وارث پاک)

وہی جہاں ہے تیرا جس کو تو کرے پیدا
یہ سُنگ و خشت نہیں جو تیری نگاہ میں ہے

(اقبال)

تیری دنیا وہی ہے جس کو تو اپنے نیک عمل سے بنائے۔ اس ایئٹ اور پھر دوں کے سایہ کو دنیا نہیں کہتے۔ دنیا اگر بنا چاہتا ہے تو اپنے آپ پر بھروسہ کر کے کھڑا ہو جا۔ ذات پات کے جھگڑوں کو ختم کر۔ دین و دنیا کا مالک صرف ایک خدا ہے۔ سب

چارغ راہ

انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی بھی انسان سے نفرت کرنا خدا سے نفرت کرنے کے برابر ہے۔ (حصہ، لاج، طبع) یہ سب دماغ کے کیزے ہیں۔ تمہارا الگا دل سے ہے۔ دماغ کے کیزے کو دل میں جگہ نہ دو۔ ورنہ تمہاری خود جس میں خدار ہتا ہے جاتی رہے گی اور دماغی کیزے (حصہ، لاج، طبع) تمہاری خودی کو چاٹ جائیں گے۔ جہاں رو لا طبع رہو۔ خدا کو اپنے خاندل میں رکو کر طبع کرناحد درجہ نادانی ہے۔ اللہ کا سہارا ہوتے ہوئے انسان کا سہارا لینا گناہ ظیم ہے اور عشق کے منافی ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چارغ راہ نمبر ۹

"بڑی بات یہ ہے کہ فقیر اپنی بستی میں نیک نام ہو۔" (وارث پاک)

ہے ذوق نمود زندگی موت
تیر خودی میں ہے خدائی

(اقبال)

اگر تو اپنی بستی میں نیک رہنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے نماز شروع کر۔ خدا کی شان میں جتنا اپنے مغرور مر کو رگڑے گا، تیر انفس جوز یادہ شیطان کی باتوں میں آ جایا کرتا ہے، ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مر جائے گا۔ پروردگار عالم کے کلام میں بڑی برکت ہے۔ نماز ہی تیری فقیری کو کامیاب کرے گی اور تو دین و دنیا میں نیک نام رہے گا۔ خدا کرے تیری نماز کا ایک سجدہ بھی منظور خدا ہو جائے تا کہ تیری فقیری چک اٹھے اور دنیا اسی روشنی کو دیکھ کر نیک عمل ہونے کیلئے مستعد ہو جائے۔ لوگوں کو راہ راست پر لانا ہی فقیر کی سب سے بڑی خدمت ہوا کرتی ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چارغ راہ نمبر ۱۰

"مقام فقر بہت بڑا مقام ہے۔" (وارث پاک)

تو مرد میدان تو میر لشکر
نوری حضور تیری سپاہی

(اقبال)

نفرف۔ ق۔ ر۔ سے بنتا ہے۔ "ف" سے فاقہ۔ "ق" سے قربانی اور "ر" سے راہ حق مراد ہے۔ جب فقیر راہ حق میں چلتا ہے تو سفر کی منزل میں فاقہ مسکی اور قربانی نفس سے واسطہ پڑتا ہے۔ یہ منزل لا الہ الا اللہ کی ہوتی ہے مگر جوں ہی کھو یا بواحد مال جاتا ہے اور اپنی شرگ سے قریب ہی ملتا ہے پھر اس دولت سے مالا مال ہو کر فقیر راہ حجۃ اللہ علیہ میں چل پڑتا ہے۔ جب محمد رسول اللہ کی منزل طے کر لیتا ہے۔ تو اس فقیر کو "ف" کی جگہ "فوقيت" ق کی جگہ "قوت" اور "ر" کی جگہ رحمت مل جاتی ہے اور اس طرح مقام فقر تمام انسانوں پر فوقيت۔ قوت خداوندی اور رحمت محبوب خدا سے آرائستہ ہو جاتا ہے



یہ بہت بڑا مقام ہے بہت بڑی درجہ ہے بہت بڑی فضیلت ہے خدا کو پا کر خدائی مل جاتی ہے رسول ﷺ کو پا کر رحمت خداوندی مل جاتی ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۱

”سلسلہ فقر اہل بیت کرام علیہم السلام سے ہے۔“ (وارث پاک)

اے مرد خدا تجھ کو قوت نہیں حاصل
جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد

(اقبال)

مقام فقر بہت بڑا مقام ہے۔ یہ الفقر فخری کی منزل ہے یعنی تمام روئے زمین کے انسانوں پر فوقيت اور اس پر شان یہ کہ قوت اور رحمت خداوندی سے آ راستہ۔ اتنی بڑی منزل اور اتنے بڑے مقام کا متحمل اور کون ہو سکتا تھا۔ نور حق اور نور محمد ﷺ کو کون اپنے اندر سما سکتا تھا۔ اہل بیت کرام علیہ السلام نے نور حق اور نور محمد کو سما یا اس لئے یہ امتیازی اور فخر والی منزل ان کو عطا ہوئی۔ یہ بھی اس لئے بخشا گیا کہ اہل بیت کرام علیہ السلام اس نعمت اور رحمت خداوندی کو بطور امامت رکھیں گے اور طالب مولا و شیدائی رسول ﷺ کیلئے شمع ہدایت بن کر آسمانِ روحانیت میں چکتے رہیں گے اور ان کی ہر منزل پر رہنمائی کریں گے۔ اہل بیت کرام علیہ السلام نے وہی کیا جیسا کہ مشیت نے چاہا۔ فقیر، درویش اور سائل جو مقام حیرت میں پھنس جاتے ہیں تو اہل بیت کرام علیہ السلام کی زندگی جاوید کے درخشاں اور روشن نقش قدم کا برزخ آتے ہی مقام حیرت ختم ہو جاتی ہے ان کی زندگی جاوید کے روشن اور منور چراغ راہ کے سہارے حیرت کی منزل راضی بر رضا کی منزل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس منزل پر آکر فقیر کو یقینِ حکم اور تصدیق کامل کی دولت سے مالا مال کر دیا جاتا ہے۔ تصدیق کی دولت ملتے ہی وغنى ہو جاتا ہے۔ وہ مست قلندر بن جاتا ہے۔ ساری خدائی اس کو اپنے زیرِ قدم نظر آنے لگتی ہے۔ میدانِ حشر میں جب لوگ نفسی نفسی پکارتے نظر آئیں گے فقیر مت دبغم سیر کرتے نظر آئیں گے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲

”فقیرِ بی بی فاطمہ سے ہے اور امام حسین کے ذریعہ سے یہ فیض جاری ہوا۔“ (وارث پاک)

شانِ کرم یہ ہے مدارِ عشق گردہ کشائے کا
دیرِ وحشم کی قید کا جس کو وہ بے نیاز دے

(اقبال)

الفقر نبی کا پہلا سبق مجی کریمہ نبی نے اپنی دختر نیک اختر اور لخت جگر حضرت بی بی فاطمہ گودیا۔ وہ ستر تھا وہ از میں ضبط اصرار و محض نفس امارہ کی قربانی یعنی نفس کشی یا جوگ۔ راہ مولا راہ حق میں ساری مصیتوں ساری تکفینوں کا جواب راضی پر رضا۔ تسلیم و رضا۔ جب یہ منزل طے ہو گئی یعنی پہلا سبق یاد ہو گیا۔ تو دوسرا سبق عشق خدا تھا۔ یعنی عبادت الہی۔ پابندی شرع شریف اور قربانی نفس، پھر قربانی نفس اس لئے کہ نفس انسانی یعنی نفس امارہ انسان کا کمزور اور جانی دشمن ہے۔ جب نقیر اپنے نفس امارہ کو اپنے تبضہ میں کر لیتا ہے تو انحصار ہزار عالم اس کے ماتحت ہو جاتے ہیں۔ وحشیں و طبیور سب مطیع و فرمانبردار ہو جاتے ہیں چنانچہ یہ اظہر من الشنس ہے کہ ان شخصوں اصولوں پر امام الفقرا حضرت بی بی فاطمہ نے اپنی ساری زندگی گزار دی اور انتہا یہ کہ اپنے دونوں لخت جگر حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین ہجوم شہادت پی لینے کا سبق دے کر تمام دنیا نے اسلام کیلئے ایک منور اور روشن چراغ راہ خود بھی بنیں اور اپنے دونوں لخت جگر کو بھی بنادیا۔ کمال احسان کرم یہ کہ نقیری دنیا کیلئے امام حسین کے ذریعہ یہ فیض عام جاری ہوا۔ نقیر کی ہر کشمکش اور جان لیوا منزل پر اور الفقرا کا بزرگ چراغ راہ، چراغ ہدایت، جام مجبت اور جام پیار کا کام کرتا ہے۔ شہیدوں، مجاہدوں اور غازیوں کی ہر منزل پر نقیروں کے بارہوا حضرت امام حسین رہنمائی کرتے ہیں۔ آپ کا بزرگ آتے ہی نقیر کا لرزتا ہوا ندم فولاد کا ہو جاتا ہے۔ حیرت کی منزل راضی برضا کی منزل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ ہے فیض اور اس کا کیساں اثر۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۳

"نقیر وہ ہے جو انتظام سے علیحدہ ہو۔" (وارث پاک)

جس روز دل کی رمز معنی سمجھ گیا
سبھو تمام مرحلہ ہائے ہنر ہیں طے

(اتآل)

نقیر سپاہی ہے اور انتظام بادشاہ۔ نقیر راہی ہے اور انتظام منزل۔ نقیر عاشق ہے اور انتظام معشوق اگر فقیر بھی انتظام میں پھنس گیا تو سپاہی کون ہو گا۔ راہی کون ہو گا۔ عاشق کون ہو گا۔ عشق کو دنیا والے جنون۔ ایک آتش جگر سوز کئئے ہیں دیوانگی یا جنون میں خرد کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ دیوانہ سے کہتے ہیں جوست و بے پرواہ ہو۔ اسے لگن ہوتا صرف اپنی منزل کی۔ جسے حاصل کرنے کیلئے اس نے جان کی بازی لگادی ہے جس روز راز اور رمز کھل گیا۔ حقیقت کا پرواہ آنکھے سے ہٹ گیا اور اپنے دل کی آنکھ سے ہر چیز کو اس کی اصلی نویعت اور مشکل میں دیکھنے لگے جو کہ دنیا وی گناہ آنودز وہ مال اور ہیرے جواہرات، مٹی اور پتھر سے زیادہ وقت نہیں رکھتے اگر فقیر بھی عام لوگوں کی طرح اس جھوٹی اور نعلیٰ دولت کو جمع کرنے میں اپنی زندگی گزارنے لگے گا تو معرفت اور روحاں نیت کی دولت کس کے حصہ میں آئے گی اس لئے ہدایت ہے کہ نقیر وہ

بے جوان تنام سے علیحدہ ہو۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۳

”فقیر وہ ہے جس کے پاس بجز خدا کچھ نہ ہو۔“ (وارث پاک)

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق جو جس کا جسور فقر ہو جس کا غیور

(اتبال)

اللہ میرا باقی تھا را۔ جس کو خدا میں جائے اسے اور کیا چاہئے۔۔۔ فقیر برا دانا اور بیٹا ہوتا ہے۔ اصلی فقیر تنہ من
دھن کی بازی لگا کر خدا سے خدائی مانگ لیتا ہے اور خدا بھی انتہائی پیار اور شفقت سے اس کی جھوولی میں نوری نور پھر دیتا ہے
جسے اصلی نور میں جائے اسے ہیرے، جواہرات نما پتھر کس کام کے۔ فقیر سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں چاہتا۔ خدا ہی سب کچھ
ہے ہر چیز اسی سے ہے اور وہ ہر چیز میں ہے خدا اول بھی اور آخر بھی ہے۔ ارشاد لا الہ الا اللہ کی مکمل تفسیر ہے۔ مشائخ کی
جهاں انتہا ہے۔ مومن کی جہاں انتہا ہے، فقیر کی دہاں سے ابتداء ہے جو بڑھتے بڑھتے عاشق سے معشوق ہو جاتا ہے یا اس
کی انتہا ہوتی ہے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۵

”فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا نہ مالک ہو اور نہ خود کسی ملک میں ہو۔“ (وارث پاک)

ہے یاد مجھے نکتہ سلمان خوش آہنگ
دنیا نہیں مردان جنا کش کیلئے شگ

(اتبال)

فقیر کے پاس بجز خدا کچھ نہیں ہوتا ہے۔ مومن کی پہلی تعلیم اور پہلا سبق لا الہ الا اللہ ہوتی ہے یعنی یہ کہ دنیا کی
ساری چیزیں، سارا مال و متاع، آل اولاد یہاں تک کہ جان عزیز سب کچھ اللہ کی ہے اور وقت ضرورت اگر سب کی قربانی
دنی پڑے تو ہر مومن ہر مسلم اس بات کا عہد کرتا ہے ایمان لاتا ہے اور دل سے اس کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ سب کچھ اللہ
کے نام پر اللہ کیلئے قربان کر دے گا مگر فقیر کی شان ہی نزاکی ہوتی ہے وہ دنیا کی ہر چیز پہلے ہی قربان کر دیتا ہے۔ وہ وعدہ وعید
کا قائل نہیں ہے وہ تو ایسا جانباز اور جاں ثار سپاہی ہے راہی ہے۔ عاشق ہے کہ اپنے پاس بجز خدا کچھ رکھنا گوارا ہی نہیں کرتا
ہے نہ وہ کسی چیز کا مالک بننا چاہتا ہے اور نہ ہی کسی کی طلکیت میں رہنا چاہتا ہے۔ فقیر اگر کسی اور چیز کو اپنالے یا حاصل کرنے

کی کوشش خدا کو بھول کر کرے تو وہ اپنی منزلِ عشق سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ اگر کسی فقیر نے زمین کو اپنایا تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس نے اپنی قبر اپنے ہاتھوں سے بنائی اور وہی زر ہے وہ اپنا سہارا اور کنیل خیال کرتا ہے۔ قبر میں زہر بیٹے جانور کی شکل میں اس کی روح کو بے چین کر دیا اور قیامت تک وہ اپنی چند روزہ آرام کی سزا اٹھاتا رہے گا اور انہاسِ جنم میں بھیج کر خوش ہو گا۔ کیونکہ مقام فقر حد درجہ بلند مقام ہے۔ یہاں بجز اللہ ہر چیز حرام ہے۔ فقیر کی ایک ذرا سی لغزش جنم، دروازہ اپنے اور پرکھوں لیتی ہے۔ اگر فقیری کا شوق ہے تو سب سے پہلے اپنے نفس کو قابو میں لا اور اپنی زندگی کی ہر رسانی عبادتِ الہی، پابندی شرع شریف اور قربانی نفس پر گزار دے۔ فقیر کے پاس بجز خدا کچھ نہ ہوتا چاہئے جس کے پاس خدا ہوئے ہے اس کے پاس ساری خدائی ہوتی ہے۔ پہلے خدا کو حاصل کر خدائی خود تمہارے قدم کے نیچے آجائے گی۔ (حسین)



چراغ نمبر ۱۶

”فقیر کو چاہئے نہ کسی کیلئے دعا کرے نہ گندُّ اتعویز کرے۔“ (وارث پاک)

اے لا الہ کے وارث باقی نہیں ہیں تجھ میں

گفتار دلبرانہ کردار قاہرانہ

(اقبال)

اہل دنیا کیلئے فقیری چراغ راہ ہے۔ صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کیلئے چراغ ہدایت ہے۔ مالک اور مملوک آقا اور بندے کے رشتہ کو اجاگر کرنے کیلئے ایک شمع ہے۔ ایک منور ستارہ ہے۔ فقیری کا مقصد یہ ہے کہ فقیر عبادتِ الہی۔ پابندی شرع شریف اور قربانی نفس کا ایسا نمونہ ہو۔ ایسا سماں کہ ہوس کے نقش قدم پر چل کر خام انسان، موسمن، مسلم اپنے آقا اپنے مولا کا وفا دار، تابع دار اور سچا غلام بن جائے تاکہ لوگ دنیا کے سارے جھوٹے اور کھوٹے سہارے کو توڑ کر اپنے آقا اور مولا کے سہارے کو پکڑ لے۔ فقیری دعا، بد دعا، گندُّ اتعویز کیلئے نہیں ہے۔ حیات اور موت، صحبت اور یہاںی ایمیری اور غرضی کا میابی اور ناکامی۔ غرض ہر چیز کا چیخ حاوہ اور اتار بنا، اور بگاڑ اللہ کے حکم سے دنیا پر نازل ہوتا ہے۔ انسان، حیوان، یہاں تک کہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو اپنے عمل کا حساب دینا پڑتا ہے اللہ بر انصاف والا ہے اگر کوئی فقیر کسی کیلئے دعا یا بد دعا کرتا ہے تو یہ اس کی سب سے بڑی نادانی ہے کیونکہ اللہ کے کام میں دھل دینے والا نادان ہوتا ہے اگر نجات چاہئے ہو تو توہبہ کرو۔ نماز پڑھو قرآن پڑھو اللہ کے بندے کو اللہ کے حوالہ کرو۔ حاجت مند کو فیضت کرو کہ جو کچھ طلب کر رہا ہے خدا ہی سے طلب کرو۔ جو سب کو دیتا ہے وہ تم کو بھی دے گا۔ فقیر کو چاہئے کہ خود بھی نیک عمل رہے اور دوسروں کو بھی نیک عمل ہونے کی تھیں کر رہے۔ فقیر اپنی عبادت کے ذریعہ جو پنجی جمع کرتا ہے دعا بد دعا۔ گندُّ اتعویز کے راستے نکال دیتا ہے۔ اسی لئے اس کی فقیری کو جانہیں آتی ہے۔ (حسین)

چراغ راہ نمبر ۱۷

”فقیر وہ ہے جس کی کوئی سانس خالی نہ جائے۔“ (وارث پاک)

عرض کیا گیا کس سے۔ فرمایا اللہ سے۔

پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے ملک الموت
لیکن نہیں پوشیدہ مسلمان کی نظر سے

(اتقال)

موت اور زندگی کا تصرف سانس ہے ایک ہوا کاملاً سا جھونکا۔ کون جانتا ہے کہ گئی ہوئی سانس ہمیشہ کے لئے ہم سے اپنا رخ نہ بدل لے۔ اصلی عاشق وہی ہے جو سانس کی لے پر اپنا نغمہ گاتا چلا جائے۔ وہ نغمہ صرف پیار و محبت کا ہو۔ گھوڑا اور خوب گاؤں مگر ساز محبت و پیار کا ہو۔ جو فقیر بجز خدا اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا۔ اس کا المحتنا بیٹھنا، اس کی نیند، اس کا آرام، اس کا کھانا پینا، اس کا حوانج ضروری سے فارغ ہونا، بچوں کی کفالت، محنت مزدوری، سب پیار و محبت کا درجہ لے لیتی ہے۔ سب یاد خدا تمباخ جاتا ہے اسی پیار کی منزل کو ہر سانس یاد خدا، یاد رسول، یاد قرآن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس نے رسول ﷺ کی پیروی کی اس نے اللہ کی پیروی کی۔ طبع اللہ و اطیع الرسول۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۸

”فقیر کو لازم ہے کہ دنیا کے واسطے کوئی کام نہ کرے اور خدا کے واسطے جان دیں۔“ (وارث پاک)

بیابان محبت دست غربت بھی وطن بھی ہے
یہ دیرانہ نفس بھی آشیانہ بھی چمن بھی ہے

(اتقال)

دنیا کے واسطے اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو خدا کے راستے پر نہ آو۔ کیونکہ ابھی تم میں حد درجہ جہالت اور نادانی بھری ہوئی ہے۔ سب سے بڑی اور کامیاب زندگی وہ ہے جو مرنے کے بعد تمہارے نیک عمل کے ذریعہ پروردگار عالم کے سامنے شرمندہ نہ کرے اور حشر کے میدان میں تمہیں سرخوئی نصیب ہو اور جنت مقام نصیب ہو۔ یہ تو عام مسلمانوں اور مومنوں کا شیوه ہوتا ہے مگر فقیر کی شان ہی زرالی ہوتی ہے۔ اسے نہ تو دنیا چاہئے اور نہ عقبی۔ اسے تو صرف یادِ مولا چاہئے۔ اسی لئے فقیروں کو ہدایت ہے کہ اپنے نفس کی خاطر دنیا کا کوئی کام نہ کرے مگر خدا کے واسطے جان دیں۔ فقیر کی زندگی مرضی مولا پر بس رہتی ہے۔ فقیر دنیا کا سارا کام مولا کی مرضی کے لئے کرتا ہے۔ عبادت الہی کیلئے کرتا ہے۔ پابندی شرع شریف کیلئے

چہاں راہ
کرتا ہے۔ قربانی اس کیلئے کرتا ہے۔ انتہا یہ کہ جان عزیز کو بھی مولا کی مرضی پر قربان کر دیتا ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چہارغ راہ نمبر ۱۹

"جو شخص اپنا کام آپ کرنا چاہتا ہے تو اللہ میاں بھی عیحدہ ہو جاتے ہیں اور جو اللہ کے بھروسہ پر چھوڑتا ہے تو اللہ
اس کے کام کو پورا کرتا ہے لازم ہے کہ جو کام کرے اللہ کے بھروسے سے کرے۔ (وارث پاک)
کہتا ہے زمانہ سے یہ درویش جوانمرد
جاتا ہے جدھر بندہ حق تو بھی ادھر جا
(اقبال)

یہ ارشاد ہر انسان اور ہر شخص کیلئے ہے خصوصیت کے ساتھ فقیروں کیلئے ہے۔ یہ انسانی نظرت ہے کہ انسان کے
ہوش گوش آتے ہی یا طاقت ملتے ہی انسان کا نفس "میں" جاگ اٹھتا ہے اور ہر کام کو خود کرنا چاہتا ہے۔ پہاڑ کو سر کرنا چاہتا
ہے۔ سمندر پار کرنا چاہتا ہے۔ بجائے اللہ کے بھروسہ کے اس کو اپنے علم، عقل اور ہنر پر بھروسہ ہوتا ہے۔ اپنی دولت اور
طااقت پر بھروسہ ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا نفس "میں" اسے ذلت اور گمراہی کے گڑھے میں ڈال دیتا ہے۔ جہاں
سے مرتے وقت بھی نکلنے نہیں پاتا۔ مرتے دم کلمک یا دنبیں رہتا۔ برخلاف اس کے جلوگ اپنا سارا کام اللہ کے بھروسہ
چھوڑتے ہیں اور خود صبر، یقین اور تصدیق کے ساتھ عیحدہ بیٹھ جاتے ہیں تو ایسے جانباز اور شیر دل انسان کا کام خدا تو خدا
آئتاب حقیقت کا ہر ذرہ انجام دینے میں معاون اور مددگار بن جاتا ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ جو کام کرے اللہ کے بھروسہ
کرے۔ اللہ کے نام پر کرے۔ اللہ کے واسطے کرے۔ خصوصیت کے ساتھ فقیر اپنا کوئی کام خود نہ کرے۔ سب کام اللہ کے
حوالے کر دے۔ جب یہ بات چمکتے ہوئے سورج کی طرح روشن ہے کہ دنیا کا ذرہ ذرہ خدا کے حکم سے بنتا اور بگزتا ہے تو
اس خدا کے اتنے بڑے کارخانے میں اپنی کمزور اور حقیر عقل کے زور پر کوئی قدم اٹھانا پر لے درجہ کی نادانی اور جہالت ہے
۔ خوش ہو یا غم یا غصہ ہر حال میں چے دل سے خدا سے مدد اٹھنا چاہئے۔ کیونکہ جس کی نظر دوست پر اس کا کوئی دشمن نہیں۔
اس کو کبھی ناکامی نہیں۔ اسے کبھی خکست نہیں۔ (حسین)

☆☆☆

چہارغ راہ نمبر ۲۰

"یقین کے ساتھ خدا کو اپنا مددگار جانو۔ کفی باللہ و کیا۔ (وارث پاک)

خودی کے زور سے دنیا پر چھا جا
مقام رنگ و بو کا راز پا جا

(اقبال)

اگر دنیا کے تمام جلادوں کو فتح کرنا چاہتے ہو تو سب سے زبردست اور بیت ہاک طاقت حاصل کرو۔ وہ طاقت خدا کا قدر ہے۔ تم اللہ سے پچھے دل سے مدد مانگو، وہ اپنے قہر کو ایک زبردست فوج کی قفل میں تمہاری مدد کیلئے ہاzel کرے گا اور اللہ کا قہر ظالم کو جلا کر پھونک ڈالے گا۔ ہر آفت اور مصیبت میں اللہ سے قوت مانگو ہاک ظالم جلد سے جلد در گور ہو جائیں۔ فرعون، نمرود، ہامان، شداد، جیسی صوذی طاقت کے مقابلہ میں مرد مجاہد کا واحد تھا، قلیل سامان جنگ لاد و لشکر، وکیل اور کار پر رواز، وکیل بالله و کیا اک تصدیق کامل ہے۔ وکیل بالله و کیا اک تکوار کے ساتھ۔ (۱) جذبہ قربانی۔ (۲) دشمن سے نفرت اور بے زاری۔ (۳) صبر۔ (۴) خاموشی ہے۔ جب تک یہ چار رتن حاصل نہیں "وکیل بالله و کیا اک" کی شاندار اور تیز و تنہ تکوار میں ضرب کاری کا اثر پیدا نہیں ہوتا ہے۔ لازم ہے کہ مرد مجاہد ان چار رنوں پر پچھے دل سے عامل ہو جائیں۔ انشاء اللہ فرعون جیسی طاقت ضرور پا مال ہو جائے گی۔ (حینہ)



چانگ راہ نمبر ۲۱

"خدا ہر چیز کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہے۔ خیر و شر اسی کی جانب سے ہے مگر تصدیق اس کی مشکل ہے۔ (وارث پاک)

ہر لمحہ نیا طور نئی برق تجلی^۱
اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

(اقبال)

خدا ہر چیز کا مالک بھی ہے اور قادر مطلق بھی نہ اس کی ملکیت میں کوئی شریک دار ہے اور نہ قبضہ قدرت میں کوئی سائبھے دار، حکیم حاذق ہونے کے ناتے بھی وہ اپنے پیارے بندے کو شریک کر اس کے بیار جنم، بیار روح، بیار دل کا معافانہ کرتا ہے۔ نفع اور صحت بخفاہ ہے اور بھی اپنے صحت مند، وفا دار اور عبادت گزار بندے کو خیر دے کر ہمت افزائی کرتا ہے اور اس کے جذبہ شوق کو آگے بڑھاتا ہے۔ نادان اور جاہل بندے کیلئے شراب حیات ہے، اگر ایسا نہ ہو تو لوگ نادانی میں جہنم کی آگ میں کوئے طے جائیں گے۔ یہی شر ہے جو بطور تنہیہ اور آگاہی خطرہ، انہیں جان لیوا خاطروں سے بچاتا رہتا ہے۔ علم و قتل اور بہزادے خیر و شر کو اپنی طرف مغوب کرتے ہیں مگر اہل تصدیق اچھی طرح جانتے ہیں کہ خیر بھی خدا کی جانب سے ہے اور شر بھی۔ خدا ہر چیز کا مالک اور قادر ہے۔ ظاہری چند روزہ کا میابی انسان کو خدا سے اور اصلی حقیقت سے غافل کر دیتی ہے۔ نہ تو اس سے اترے گا جب خواب غفلت سے بیدار ہوں گے اور اس وقت تو بکار روازہ بند ہو چکا ہو گا۔ علمائے ظاہر کو اپنی بساط کا، اپنی حقیقت کا، اپنے ظرف کا، اس وقت پڑھو گا، جب ان کا مقابلہ حشر کے میدان میں اہل تصدیق کے سمندر بے کراں سے ہو گا۔ جب لوگ نفسی نفسی کرتے ہوں گے، تغیرت وغیرہ کرنے نظر آئیں گے۔

پھر معلوم ہوگا۔ شرکس کی طرف سے ہے۔ اس حقیقت کو کون بہتر جانتا ہے۔ نقیر یا علمائے ظاہر۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۲

"خدام میں ہے گرتم دیکھنیں سکتے۔" (وارث پاک)

وائے نادانی کہ تو محتاج ساتی ہو گیا
مئے بھی تو مینا بھی تو ساتی بھی تو محفل بھی تو

(اقبال)

خدام میں ہے گرتم دیکھنیں سکتے، کتنی عجیب و غریب نادانی ہے کہ آج تک تو اپنے قبضہ کی چیز کو بھی نہ دیکھ سکا۔
خودداری میں خدا ہے اور خودداری تیرا پہلا حق ہے اگر تو خودداری حاصل کرنا چاہتا ہے تو ساری دنیا سے اپنے آپ کو بلند تر
خیال کر اور پروردگار عالم کے رو برو اپنے آپ کو ایک کمزور ترین ہستی خیال کر۔ خود پرستی اور نفس پرستی چھوڑ دے، بے خودی
چباب کو اٹھاتی ہے اور خود پرستی چباب کو بڑھاتی ہے۔ چباب اٹھتے ہی حقیقت نمودار ہو جاتی ہے اور کھرے اور کھونے سب
نظر آنے لگتے ہیں حقیقت سامنے آتے ہی خدا شرگ سے بھی زیادہ قریب نظر آتا ہے۔ خدا کو یا حقیقت کو دیکھنے کا کہل اور
آسان راستہ یہ ہے کہ اپنی عقل، اپنی سمجھ، اپنا علم اور اپنے تجربے کے مقابلے میں اپنے دل اور اپنے ضمیر کو شع ہدایت اور چراغ
راہ تصور کرو۔ دماغ اور عقل انسانی پر شیطان والیں کا قبضہ ہے اور دل و روح انسانی کے نورانی پر دے میں اللہ کا جلوہ ہوتا
ہے۔ دل کی نیک آواز پر چلنے والے اللہ کو دیکھتے بھی ہیں اور اپنی شرگ سے بھی زیادہ قریب پاتے بھی ہیں۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۳

"ایمان خدا کی محبت کا نام ہے۔" (وارث پاک)

نہ میں عجمی، نہ ہندی، نہ عراتی و ججازی
کہ خودی سے میں نے یکھی دو جہاں کی بے نیازی

(اقبال)

خدا کی محبت کے معنی عبادت الہی۔ پابندی شرع شریف اور قربانی نفس ہے۔ جب تک یہ تینوں چیزیں اکٹھا
نہیں ہوتی ہیں اس وقت تک عشق نہیں بنتا ہے چونکہ عشق اور محبت ایک چیز ہے اس لئے محبت نہیں بنتی ہے اور جب محبت نہیں
ایمان نہیں۔ جہاں ایمان نہیں وہاں شیطان اور ابلیس ہے۔ مومن بننا چاہتے ہو تو خدا سے محبت کرو اس کے قرآن کو سید
سے لگاؤ۔ اس کے محبوب کو دل سے پیار کرو۔ عبادت الہی کو اپنا فرض اولین سمجھو۔ پابندی شرع شریف اور قربانی نفس کیلئے

پڑی زندگی کی باری لگادو۔ پالن ہار سے محبت کرنا ہر انسان کا برابر کا حق ہے۔ اللہ کو اپنے بندوں کی کچی عبادت بہت پسند ہے محبت بھرے دل کی عبادت بعض اوقات فرشتے کی عبادت سے بھی بلند و بالا درج احتیار کر لیتی ہے۔ خدار یا کاری پسند نہیں کر رہا۔ ریا کاری عبادت کو اس کے مند پر مار کر لوٹا دیتا ہے۔ محبت دل سے ہوتی ہے۔ زبان اور خیال سے نہیں۔ جس دل میں خدا کی محبت نہیں اس میں ایمان نہیں۔ جس میں ایمان نہیں وہاں کفر ہی کفر ہے۔ اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ گھپ میں تھہارا سجدہ کہاں پڑ رہا ہے تھہیں خود ہی نہیں معلوم علمائے خاہر خوب شنخ دل سے سوچیں کہ وہ کہاں جا رہے ہیں کس جہنم کی آگ کی طرف جا رہے ہیں اللہ اپنارحم وفضل کرے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۲۳

"من و تو کا جھکڑا جائے تو خدائی کا جلوہ نظر آئے۔" (وارث پاک)

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

(اقبال)

میرے بھائی ہمیشہ من کی دولت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ تن کی دولت کتنی جلد اپنارخ پھیر دیتی ہے۔ یہ بات ہر انسان جانتا ہے تن کی دولت آنکھ پک کی مانند ہے۔ سب سے پہلے اپنے دل کو مالا مال کرو۔ دل کو روشن کرو۔ جہاں دل میں نور پیدا ہو گیا۔ تمہاری منزل تمہارے قدموں میں دلبی نظر آئے گی۔ اللہ کو اگر دیکھنا ہے تو اپنے دل کی گرد صاف کرو۔ کیونکہ دل ہی تو خدا کا گھر ہے اور خدا ہمیشہ پاک اور صاف دل میں بسرا کرتا ہے۔ دل کو پاک کروتا کہ خدا کا جلوہ اس میں آکر بس جائے۔ دل پاک اور صاف اس وقت ہو گا۔ جب اس میں صرف "تو ہی تو" ہے۔ جب تک نفس "میں" باقی رہے گا۔ "تو" (خدا کا جلوہ) کا بسرا ہونا غیر ممکن ہے۔ اسی لئے ہدایت ہے کہ من و تو کے جھکڑے کو دور کرو۔ میں کو ختم کرو یعنی اپنے قبضہ قدرت میں لاو۔ نفس امارہ کی جگہ خدا کو دل میں جگد دو۔ میں کو ختم کر کے تو، کو دل میں بٹھاؤ۔ خدا دل میں بیٹھتے ہی اپنی خدائی کرنے لگے گا اور اس خدائی کا جلوہ تم بھی دیکھو گے اور دنیا بھی دیکھے گی۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۲۵

"اپنے سست کر، ماہا عین فقیری ہے۔" (وارث پاک)

جس بندہ حق کی خودی ہو گئی بیدار
شمشیر کی مانند ہے پرندہ و برآں

(اقبال)

پہلے
اپنی ہستی کو مٹانا عین فقیری ہے۔ ہستی نفس کو کہتے ہیں اور نفس کو مارے بغیر دل کی بادشاہت نصیب نہیں ہوتی ہے۔ جب انسان اپنے نفس پر قابو پاتا ہے تو اٹھاڑہ ہزار عالم اس کے تحت میں آ جاتے ہیں وحش و طیور سب مطیع ہو جاتے ہیں۔ نفس جوگ سے مرتا ہے۔ جوگ نفس کشی کو کہتے ہیں۔ نفس کشی ترک عافیت، ترک راحت، ترک خیال راحت و عافیت سے حاصل ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان جان دیدینا گوار کر لیتا ہے مگر انسان اپنی عافیت و آرام کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ بس اسی خیال عافیت کو ترک کرنے سے نفس مرتا ہے۔ جہاں نفس مرا۔ ہستی مٹی۔ ہستی مٹتے ہی اس دل میں خدا جلوہ گر ہو جاتا ہے جہاں خدا آیا خدا کا جلوہ نظر آنے لگا۔ بے نفس کشی بغیر ہستی مٹائے فقیری بے کار ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چہارغراہ نمبر ۲۶

”موحد ہونا مشکل ہے۔“ (وارث پاک)

خودی کی پروش و تربیت پر ہے موقوف
کہ مشت خاک میں پیدا ہو آتش ہمہ سوز

(اقبال)

یوں تو کبھی کہتے ہیں کہ اللہ۔ ایشور ایک ہے۔ ہم لوگ اسی کے بندے ہیں اور اسی کو پوچھتے ہیں۔ زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں۔ جب تک عمل نہیں جب تک دلی تصدیق نہیں۔ اکثر دیکھا یہی گیا ہے کہ رائی برابر دکھ اور مصیبت آئی نہیں کہ توحید کے علمبردار طرح طرح کے جھوٹے، کھوٹے اور کمزور سہارے ڈھونڈھنے لگتے ہیں۔ لاشریک کے سامنے شریک قرار دے دیتے ہیں۔ اللہ کے سواد نیا کاسارا سہارا جھوٹ ہے۔ فریب نظر ہے۔ دھوکا ہے ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ جہاں ایمان نہیں وہاں خدا نہیں اور جہاں خدا نہیں وہاں ابلیس اور شیطان موجود ہے۔ موحد وہ ہے جو ہر حال میں خدا اور اس کے قانون قدرت کا فرمانبردار اور تاب بعد ارجام ہے۔ بہار ہو یا خزاں۔ سکھ ہو یا دکھ۔ شر ہو خیز، ہر حال میں وہ سہارا پروردگار عالم کا عاشق ہے۔ علم و عقل کی رو سے، سائنس کی رو سے بظاہر جو بھی بہانہ نظر آئے جو بھی اساب دنیا نظر آئے مگر تصدیق ہے کہ جو کچھ ہوا۔ ہورہا ہے اور آئندہ ہونے والا ہے سب معبد حقیقی کے اشارہ سے ہوگا۔ مرضی سے ہوگا۔ حکم سے ہوگا، ایسے یقین محکم وایمان مکمل والے انسان کو موحد کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے موحد ہونا جوئے شیر لانے کے برابر ہے یہ کام عشق کا ہے سب کے بس کی بات نہیں۔ (حسین)

☆☆☆

چہارغراہ نمبر ۲۷

”آج کل توحید لکے سیر ہے۔ بھیک مانگتے ہیں۔ بڑی چیز یہ ہے کہ مر جائے اور ہاتھ نہ پھیلائے تو حید کی قدر

آج کل نہیں ہے۔" (وارث پاک)

ہے مریدوں کو تو حق بات گوارا لیکن
شیخ د ملا کو بری لگتی ہے درویش کی بات

(اقبال)

آج کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ صرف پیسہ۔ فقیر ہو یاد لال۔ جالاں ہو یا عالم۔ مولوی ملا۔ فاضل۔ امام۔ خطیب
سب کے سب پیسہ کے دیوانے۔ لوگی اور لاپھی ہیں بھی نے توحید کی تجارت کر لی ہے۔ اس منڈی میں سب لوگ توحید
لکے سرچ رہے ہیں کوئی تعریز بنا کر نجح رہا ہے تو کوئی گند ادے کر۔ کوئی فاتحہ پڑھ کر تو کوئی میلاد پڑھ کر کوئی وعدہ کر کے تو
کوئی خطیب اور امام بن کر۔ کوئی تبلیغ کر کے تو کوئی فتوی دیکر۔ غرض ہر مومن اور ہر مسلم کسی نہ کسی انداز میں توحید کو نجح کرنا پا
اپنا پیٹ بھرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ کبی ڈھونگی اور لاپھی فقیر گداگروں نے اس سے بھی زیادہ ظلم بپا کر رکھا ہے۔ مرید
کرتے وقت نذرانہ۔ شجرہ دیتے وقت نذرانہ۔ فاتحہ پڑھتے، وقت نذرانہ پھول، پان چڑھاتے وقت نذرانہ، سلام کرتے
وقت نذرانہ، غرض ان فقیروں کی دارجی میں جتنے بال ہیں اتنے ہی کسب ہیں اور ہر کسب کے نذرانے معصوم اور نادان
مریدوں سے وصول کئے جاتے ہیں۔ توحید کو لکے سریچنے والے بے ایمانوں نے اسلام کی شاندار عمارت پر گلگٹ کا یونکہ لگا
رکھا ہے۔ ان ہی شیطان زادے انسان علمائے ظاہر اور گداگر فقیروں کو ہدایت ہے کہ توحید کو لکے سریچنہا چھوڑ دیں۔ بھیک
نہ مانگیں۔ نذرانہ زور و ظلم اور حرفت سے وصول نہ کریں۔ مریدی اور شجرہ کی کوئی قیمت نہ رکھیں۔ امامت، خطابت، وعدہ، تبلیغ
، فاتحہ درود، دعا، گند اتعویز کا پیسہ لینا چھوڑ دیں۔ توحید کی قدر کریں۔ بڑی چیز یہ ہے کہ مر جائیں اور ہاتھ نہ پھیلائیں۔
ایمان کو درست کریں۔ یقین اور اعتقاد کو درست کریں۔ تقدیق کی دولت جمع کریں۔ قرآن پڑھیں، نماز پڑھیں۔ محبت
خدا کو دل میں جگدیں۔ اللہ کو ہر حال میں اپنا مد دگار اور کفیل تصور کریں۔ خدا شرگ سے بھی زیادہ قریب ہے اس پر یقین
کامل رکھیں جو مانگیں خدا سے مانگیں۔ خدا ہی سب کو دیتا ہے۔ دل میں خدا کی جگہ ابلیس اور شیطان کو جگہ دینے کی سزا یہی
ہوتی ہے جو اس وقت دینا کر رہی ہے اور جو تم کر رہے ہو۔ جب خدا ہی کو نجح دیا تو تمہیں ملے گا کیا اور دے گا کون؟ وہ اس کا
ہوا جس کے ہاتھ تم نے بیچا ہے۔ وہ اب تمہارے پاس کہاں ہے؟ (حسین)

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۲۸

"عشت وہی ہے جو کسب سے نہیں حاصل ہوتا۔" (وارث پاک)

اے رہر و فرزانہ بے جذب مسلمانی
نے راہ عمل پیدا نے شاخ یقین نمناک

(اقبال)

عشق وہی ہے جو کب سے ریاض سے محنت سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کی عنایت ہے۔ رحمت ہے، جسے بندش دے۔ اسے کب سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہی فقیر کب، ریاض اور محنت سے کوئوں دور رہتے ہیں۔ کبی فقیر ریاض، عملیات، گذرا تعریز میں ہمیشہ پھنسے رہتے ہیں۔ ساری زندگی اپنے کو بھی دھوکا دیتے ہیں اور اپنے اثر زدہ مریدوں کو بھی اپنے دام فریب میں پھنسا رکھتے ہیں۔ جہنم زیادہ تر ایسے ہی کبی فقیروں سے بھری جائیگی۔ عشق کے معنی اک آگ کا بھڑتا ہے۔ وہ شعلہ جو ساری لاجیح حرمس اور طمع کو جلا کر خاک کر دے۔ مگر یہاں تو ہر دل اور ہر دماغ عشق کا دعویٰ کرتا ہے مگر لاجیح، طمع اور حرص کی آگ میں خود ہی جلا کرتا ہے۔ جس طرح صرف زبان سے کلمہ پڑھنے والا مومن نہیں ہو سکتا، جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔ اسی طرح عشق عشق کی رٹ لگانے سے عشق حاصل نہیں ہوتا جب تک اس عشق آگ میں حرص، طمع، لاجیح، تمنا، آرزو، نفس سب جل کر خاک نہ ہو جائیں۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۲۹

”محبت کرو کب سے کچھ نہیں ہوتا۔ محبت ہے تو سب کچھ ہے اور محبت نہیں تو ریاضت بیکار ہے۔“ (وارث پاک)

یقینِ حکم، عملِ ہیم، محبتِ فاتحِ عالم
چہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

(اقبال)

خالق اور مخلوق کا رشتہ محبت ہے۔ آقا اور بندے کی بندش محبت ہے۔ یہ دنیا اور دنیا کی ساری آبادی، یہ آسمان اور آسمان کے سارے نظارے، محبت کی ڈوری میں ایک دسرے سے بندھے ہوئے ہیں عبادت نماز، روزہ حج، زکوٰۃ، خیر، خیرات، اگر محبت ہے تو بہت کچھ ہے اور محبت نہیں تو یہ سب ریاضت بے کار اور بے سود ہے۔ یہ سب کب لا حاصل اور بے معنی ہو جاتا ہے۔ محبت کرو، کب سے کچھ نہیں ہوتا۔ ایمان خدا کی محبت کا نام ہے جہاں ایمان نہیں وہاں کفر، یعنی اندر ہیرا، تاریکی، اس گھپ اندر ہیرے میں سجدہ کس کو کر رہے ہو۔ اپنی غلط آرزوؤں کے بتوں کو۔ شیطان کو یا ابلیس کو۔ رحمان کا سجدہ اس وقت ہوگا جب ایمان ہوگا۔ ایمان اس وقت ہوگا جب خدا کی محبت ہوگی۔ محبت ہے تو سب کچھ ہے اور محبت نہیں تو ریاضت ڈھونگ ہے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۳۰

”ایک صورت کو کپڑا لو وہی تمہارے ساتھ یہاں بھی رہے گی اور وہی قبر میں اور وہی حشر میں ساتھ ہوگی۔“ (وارث پاک)

ابھی آرام سے لینے رہو میں پھر بھی آؤں گی
سلا دوں گی جہاں کو خواب سے تم کو جکا دوں گی

(اقبال)

تمہارا کام صرف ایک خدا ایک رسول ﷺ اور ایک قرآن کی محبت ہے صرف اسی ایک اصول اور بول پر قائم رہو۔ تمہاری منزل اور تمہاری کامیابی کیلئے پروردگار عالم خود سامان مہیا کرے گا۔ ایک صورت کو پکڑنے والا بھی پریشان ہال نہیں ہوتا۔ جس نے بھی اس ٹھوس اصول پر اپنی زندگی کے کارروائی تو دیکھا یہی گیا ہے کہ وہ ہر طرح کامیاب اور با مراد رہا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک خدا کا پکڑنے والا پریشان حال ہو۔ وہ بھی ایسی قدرت والا خدا جس نے کن کہا ہو جا اور وہ چیز ”فیکون“ ہو گئی وہ خدا جس کا محبوب رحمۃ اللعالمین اور جس کا جلوہ قرآن کریم ہو۔ شرط صرف پکڑنا ہے۔ یقین حکم سے پکڑنا ہے بہار و خزاں میں پکڑنا ہے۔ دکھ اور سکھ میں پکڑنا ہے سانس کی آخری بچکی تک پکڑنا ہے پکڑنا ہے اس طرح جیسے حضرت سیدنا امام حسینؑ نے پکڑا۔

سرداد نہ داد دست در دست یزید

حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

اس طرح کے پکڑنے والے دین و دنیا دونوں جگہ سرخور ہتے ہیں۔ اگر خدا کو پکڑو گے تو خدا یہاں بھی تمہارے ساتھ ہو گا۔ قبر میں بھی ہو گا اور حشر میں بھی ہو گا۔ یہ فضیلت بے فقیری یا بغیر عشق و محبت کے ناممکن ہے دین و دنیا چاہتے ہو تو محبت خدا کو دل میں جگہ دو۔ محبت رسول کو جگہ دو۔ محبت قرآن کو جگہ دو۔ (حسینؑ)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۳

”محبت میں شاہ و گدا کا فرق نہیں رہتا ہے جیسے محمود ایاز کا واقعہ ہے۔ (وارث پاک)

محبت کی رسیم نہ ترکی نہ تازی
سکھاتی ہے محمود کو جو ایازی

(اقبال)

محبت سوز جگر کا نام ہے سوز جگر کی آگ میں عقل و فہم سب جل کر خاک ہو جاتے ہیں اس جلے ہوئے عقل و فہم میں شاہ و گدا کا فرق بڑے اور چھوٹے کی تمیز باتی نہیں رہتی۔ اگر باقی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دل میں سوز جگر نہیں ہے یا سوز جگر کی آگ ابھی بھڑکی نہیں ہے جس دل میں سوز جگر نہیں وہاں محبت نہیں۔ جہاں محبت نہیں وہاں ایمان نہیں۔ جہاں ایمان نہیں، وہاں شیطان اور ابلیس کا بیسرا ہے۔ جس کو محبت نہیں وہ انسان بھی نہیں ہو سکتا۔ انسان کی فطرت محبت ہے۔ محبت ایسا

راتستے ہے کہ نقیر بادشاہ کا تاج اپنے قدموں پر رکھوادیتا ہے۔ مگر سب سے بہتر اور اصلی محبت اللہ کی ہے اللہ ہر چیز سے زیادہ حسین ہے وہ تو نور ہے نور؛ اگر محبت کرنی ہے تو خدا سے محبت کرو۔ قرآن سے محبت کرو۔ رسول سے محبت کرو۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۳۲

"یار کا تصور عاشق کی زندگی ہے۔" (وارث پاک)

جلانا دل کا ہے گویا سراپا نور ہو جانا
یہ پروانہ جو سوزاں ہو تو شمعِ الحمن بھی ہے

(اتقال)

جب عشقِ مجازی میں یار کا تصور عاشق کی زندگی ہے۔ جیسے محمود و ایاز، مجنوں اور لیلی۔ فرہاد اور شیریں، پھر عشقِ حقیقی کا کیا پوچھنا ہے۔ یہاں تو ہر سانس، ہر قدم، ہر لمحہ قربان ہے یار کے تصور میں۔ یار کی یاد میں۔ یار کی خوشنودی میں۔ یار کی عطا اور جفا میں۔ اللہ محبوب ترین معاشوق ہے۔ لازم ہے کہ راہ طلب ہیں، راہ عشق میں اپنی زندگی کی ہر سانس یاد خدا اس صرف کی جائے۔ عبادتِ الہی میں گزار جائے۔ قربانی نفس میں خرچ کیا جائے۔ محبت کی کامیابی ناکام ہونے پر نصیب ہوتی ہے۔ محبت کی کامیابی عشق کی لاش ہے میری دعا ہے کہ میں تازندگی ناکامیاب ہی مروں۔ تاکہ مرنے کے بعد خدا کے سامنے جاتے ہوئے مجھے ذرۂ معلوم ہو دنیا کی زیادہ خوشی عاقبت کا غم ہو جاتی ہے۔ دنیا کی خوشی اپنے آپ کو دھوکا دینے کے بعد نصیب ہوتی ہے۔ خدا کی یاد میں مر جانا عاشق کی زندگی ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۳۳

"رضائے یار عاشق کا ایمان ہے۔" (وارث پاک)

شوق میری لے میں ہے شوق میری نے میں ہے
نسمہ اللہ ہو میری رُگ و پے میں ہے

(اتقال)

عاشق کی زندگی اور زندگی کی ہر دلچسپی، ہر شوق، ہر آرزو، یہاں تک کہ اس کا کھانا پینا۔ رہنا سہنا سونا جا گنا انتہایہ کہ اس کی ہر سانس اور لمحہ معاشوق کی خوشنودی اور رضا کیلئے وقف اور قربان ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وارث پاک رضائے یار کو عاشق کا ایمان تواردیتے ہیں۔ یقینِ محکم اور تصدیقِ مکمل کا نام ایمان ہو، جہاں علم و عقل کا گزر نہیں۔ سبب اور نتیجہ یقین اور تصدیق کے مقابلہ میں حروف غلط ہیں۔ لازم ہے کہ ہر راہی، ہر سالک اور ہر فقیر کا ایمان رضائے یار رضائے مولا، رضائے پروردگار عالم ہو

جائے۔ میں شوق کا دیوانہ ہوں۔ یا اللہ اب تو سخت سے سخت امتحان لے کر میری زندگی کو زندہ جاویدہ بنادے۔ مجھے دنیا میں اگر کسی چیز کی تمنا ہے تو وہ صرف تیری رحمت کی۔ یا اللہ مجھے توفیق دے کہ میں شہید ہو کر سرخ کفن پہن کر تیرے حضور میں ہوئی خوشی آسکوں۔ شہید ہونا خدا کا سب سے بڑا عطا یہ ہے۔ شہید قیامت تک زندہ رہتا ہے اس کو موت نہیں۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۳۴

”جس کو اپنی خواہشات کی خبر ہے۔ وہ عشق سے بے خبر ہے۔ (اور اس طرح بھی فرمایا) عاشق یار سے خبردار اور موجودات سے بے خبر رہتا ہے۔“ (وارث پاک)

نقش ہیں سب تمام خون جگر کے بغیر
لغہ ہے سو دائے خام خون جگر کے بغیر

(اقبال)

عشق بے ہوشی اور بے خبری کو کہتے ہیں۔ نفس کی بے ہوشی اور عشق کی بے ہوشی میں اتنا فرق ہے کہ نفس کی بے ہوشی میں انسان ہر چیز سے گزر جاتا ہے۔ اپنے سے بھی اور کل کائنات اور موجودات سے بھی۔ مگر عشق کی بے ہوشی زالی ہوتی ہے عشق کی بے ہوشی میں عاشق اپنے معشوق سے بالکل باخبر، ہوشیار اور خبردار رہتا ہے۔ مگر کل موجودات اور کل خواہشات سے بے خبر اور بے ہوش ہو جاتا ہے اگر اپنی زندگی کے نشان کو یادگار بنانا چاہتے ہو تو اللہ سے عشق کرو اور اگر اپنے عشق کو نگین بنانا چاہتے ہو تو خون جگر سے اس کو خوش رنگ بناؤ۔ عاشق اپنی فنا میں بقادیکھتا ہے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۲۵

”معشوق کی جفا کو عاشق عطا سمجھتا ہے۔“ (وارث پاک)

ہو کوہ دیباں سے ہم آغوش دیکن
ہاتھوں سے ترے دامن افلاک نہ چھوٹے

(اقبال)

کبھی کبھی اللہ اپنے نیک بندوں بے اور اپنے جانباز عاشقوں سے کھیلنے لگتا ہے۔ بیٹھے بھائے سخت سے سخت نصان۔ مرغ۔ بلاۓ ناگہانی میں ڈال دیتا ہے۔ وہ عاشق جانباز جن کا ایمان رضاۓ یار اور رضاۓ معشوق ہے۔ وہ تو اس جنمیں اس ظاہری تباہی و بر بادی ہیں۔ اس ظاہری مرغ اور بلاۓ ناگہانی میں۔ عطاۓ یار اور پیار معشوق دیکھتا ہے انہیں بقین کا ل ہے کہ یہ امتحان ہے اس کے صبر و تحمل کا، راضی بر رضا کا۔ یہ کشمن منزل طے ہوتے ہی عطا کی رحمت ہاصل ہوگی۔

جب خدا کسی انسان کی فقیر کے ہاتھ کوئی زبردست کام پر کرنا چاہتا ہے تو اس کا امتحان لیتا ہے۔ مگر نادان بندے نقشان اٹھانے کے بعد ٹھیک کامیابی کے وقت خدا کی رحمت کے ملکر ہو جاتے ہیں۔ نا امیدی اور مایوسی کے ہنور میں گھر جاتے ہیں۔ خبردار بھی خدا کے خلاف کوئی آواز نہ لکے۔ اپنی کو دل سے نکالو، صبرا و شکر کو اس کی جگہ دو۔ صبرا و شکر کی باریک ترین چادر میں اللہ کا نور چھپا ہوتا ہے۔ جہاں صبر نہ تا اور نور غائب۔ نور کی جگہ تار۔ روشنی کی جگہ تاریکی۔ رحمت کی جگہ ذلت گھر کر لیتی ہے۔ جب نا امیدی۔ مایوسی آنے لگے تو اس ارشاد کا بربزخ کرو۔ ”معشووق کی جفا کو عاشق عطا سمجھتا ہے۔“ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۳۶

”محبت میں انسان اندر ہا ہو جاتا ہے۔“ (وارث پاک)

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروع
عشق ہے اصل حیات، موت ہے اس پر حرام

(اتقال)

محبت انسان کا فطری حق ہے۔ اس سے کوئی انسانی خالی نہیں۔ کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ مگر ہوتا سب میں ہے۔ محبت، حق، انصاف یہ سب ترازو کے پڑے ہیں درجہ بدرجہ حق اور انصاف کے محبت ہونی چاہئے۔ مال و دولت کی محبت، بال بچے کی محبت، ماں باپ کی محبت۔ پیر و مرشد کی محبت، اللہ، قرآن اور رسول کی محبت، سب درجہ بدرجہ ہیں۔ جہاں توازن میں فرق آیا۔ وہیں فساد برپا ہوایہ ساری دنیا اس وقت اسی توازن کو برقرار نہ رکھنے کے سبب جہنم کی آگ بنی ہوئی ہے۔ ہر انسان اپنے جذبہ محبت میں اندر ہا اور پاگل بنا ہوا ہے۔ جوش محبت میں حلال اور حرام کا فرق جاتا رہا ہے۔ اچھا اور برا نئی اور بدی کسی میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا۔ یہاں تک کہ انسان اپنے جذبہ محبت، جوش محبت، جنون محبت میں اپنے پیر و مرشد کو بھی اپنے حدادب اور حدادحتراں کی منزل سے بڑھا کر شرک اور کفر کی سرحد میں داخل کر دیتا ہے۔ ایسے ہی نادان را ہبوں، سالکوں درویشوں اور فقیروں کو وارث پاک تنبیہہ اور خبردار کرتے ہیں کہ انتہائی محبت میں انسان اندر ہا ہو جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جہالت اور ظلمت میں حق اور انصاف سے تجاوز کر جاؤ۔ خالق اور مخلوق کی حد سے گزر جاؤ۔ خود بھی راندہ درگاہ بنو اور اپنے پیر و مرشد کو بھی اللہ کے حضور شرمندہ خاطر کرو۔ خبردار آنکھیں رکھتے ہوئے اندر ہے نہ بنو اپنی جمین نیاز کو کسی ہستی کے سامنے نہ جھکاؤ۔ سجدہ صرف اللہ کیلئے ہے۔ باقی سب شرک ہے۔ بزرگان دین اولیائے کرام۔ فقرائے عظام صرف احترام اور عزت کے مستحق ہیں۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۳۷

”عاشق وہ ہے جو معموق پر جان قربان کرے۔“ (وارث پاک)

موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
تیرے لئے اور بھی دشوار کرے

(اقبال)

عشق قربانی کا نام ہے۔ مال و دولت کی قربانی۔ جاہ و حشمت کی قربانی، آل اولاد کی قربانی، دکھ اور سکھ کی قربانی۔ خواہشات کی قربانی۔ نفس کی قربانی۔ انتہا یہ کہ جان کی قربانی۔ عافیت و آرام کی قربانی، جب تک یہ سب قربانی فقیر یا عاشق اپنے معموق کی خاطر نہیں کرتا ہے اس کے عشق کی تکمیل نہیں ہوتی ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ عاشق تارک الدنیا ہو جائے اور کسی جنگل یا پہاڑ میں گوشہ نہیں ہو جائے یا حرام موت مر جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ رضاۓ یار کیلئے رضاۓ معموق کیلئے عاشق اپنا سارا مال و متاع قربان کرنے کو تیار ہے۔ یہاں تک کہ اگر جان عزیز کی بھی قربانی رضاۓ یار کیلئے کرنی پڑے تو وہ بھی حاضر ہے۔ جب تک یہ جذبہ قربانی پوری تصدیق اور یقین محکم کے ساتھ عاشق کے دل میں پیدا نہیں ہوتا ہے اس وقت تک اس کا عشق کھل نہیں ہوتا ہے۔ سب سے پچھے نقیر دن رات خدا کے نام پر اپنی جان شارکرنے کی کوشش میں گئے رہتے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اگر زندہ رہنا ہے تو جلد سے جلد سے پروردگار کے نام قربان ہو جانا چاہئے عاشق وہ ہے جو معموق پر جان قربان کرے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۳۸

”ایمان محبت کامل کا نام ہے۔“ (وارث پاک)

میں صن ہوں کہ عشق سرپا گداز ہوں
کھلتا نہیں کہ ناز ہوں میں یا نیاز ہوں

(اقبال)

سب سے پہلے ایمان حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ایمان حاصل صرف خدا کے بھروسہ پر زندہ رہنے پر ہوتا ہے۔ سارے آسرے کو بے آسرا سمجھ کر صرف اللہ پاک کے آسرے کو سب سے بڑا آسرا سمجھنے والے کا ایمان قائم ہو جاتا ہے اور جہاں ایمان اور محبت مل کر عشق کی صورت اختیار کر لے تو پھر یہ بتا: بھی مشکل ہو جائے گا کہ تیری رسائی کہاں تک ہو چکی ہے۔ (حسین)



چاگ راہ نمبر ۳۹

”عشق میں سردے تو یہم سر ہے۔“ (وارث پاک)

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہودل کی رینق
بھی رہا ہے ازل سے قلندر دل کا طریق

(اقبال)

عشق تین حروف سے بنا ہے۔ ”ع“ سے عبادت الہی۔ ”ش“ سے پابندی شرع شریف۔ ”ق“ سے قربانی نفس مقصود ہے۔ اگر انسان ان تین رتن۔ تین ٹھوس اصول پر پابند رہے تو اسے عاشق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وارث پاک فرماتے ہیں کہ اگر عبادت الہی میں پابندی شریعت میں، قربانی نفس میں جان کی بھی بازی لگائی پڑے۔ تو عاشق ہی اور خوشی کے ساتھ اپنی جان کی بازی لگادے اگر سر دینا پڑے تو بازنہ آئے۔ یہ سرایک ہم اور اہم سر ہو گا۔ بلند و اعلیٰ سر ہو گا۔ جس طرح رضاۓ یار رضاۓ معبد حقیقی کی خاطر، عبادت الہی کی خاطر، پابندی شرع شریف کی خاطر، بنائے لا الہ الا اللہ کی خاطر حضرت سیدنا امام حسینؑ نے سردیا۔ یہ ایسا ہم سر تھا کہ امام الشہداء کا لقب پایا۔ (حسین)



چاگ راہ نمبر ۴۰

”جب تک خود بینی ہے حقیقت سے جا ب رہے گا۔ خود پرستی جا ب کو بڑھاتی ہے اور مقصود سے دور رکھتی ہے اور بے خودی جا ب کو اٹھاتی ہے۔“ (وارث پاک)

خودی میں گم ہے خدائی تلاش کر غافل
بھی ہے ترے لئے اب صلاح کار کی راہ

(اقبال)

خود بینی سے یا خود پرستی سے مراد نفس پرستی ہے اور نفس پرستی سے مراد اپنی خواہشات اپنے آل واولاد کی خواہشات ہے۔ جب تک انسان ان ہی خواہشات کی چهار دیواریوں میں مقید اور بند رہتا ہے اس وقت تک حقیقت جو ہمیشہ ان چهار دیواریوں سے باہر اور آزاد رہتی ہے۔ ایسے انسان کیلئے جا ب میں رہتی ہے۔ انسان جتنا خود بینی، خود پرستی اور خودستائی کی جگتوں میں رہے گا۔ خود پرستی جا ب کو بڑھاتی ہے اور مقصود سے دور رکھتی ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ حقیقت سامنے آجائے۔ راز ظاہر ہو جائے۔ تو حیدم پر کھل جائے تو خود بینی خود پرستی، نفس پرستی کو چھوڑ دو اور اس کی جگہ بے خودی۔ راضی برضا، تسلیم و رضا کو شیشہ دل میں جگہ دو۔ پھر تو جو کچھ تلاش کرنا چاہتا ہے اپنے خانہ دل میں دیکھ۔ سب چیز خدا نے تیرے شنستے میں بھر دی ہے۔ پیر نقیر کے پاس مراد لے کر جانا نادانی ہے اور ان سے کسی بات کی آرز و شرک ہے۔ نقیر خود ہی اپنے لئے خدا سے چاہتا ہے وہ تیرے لئے کیا کرے گا۔ قرآن اٹھا اور مانگ خدا تیرے ساتھ ہے۔ نماز

پڑھ اور مانگ خدا تیرے سامنے ہے۔ بزرگان دین، اولیائے کرام، فقرائے عظام، درجہ بدرجہ آفتاب حقیقت کے درخشاں ستارے چاند اور سورج ہیں جو تمہارے راست کی منزلوں پر شمع ہدایت بن کر رہنمائی کرتے ہیں اور منزل مقصود تک پہنچانے میں معادن و مددگار ہوتے ہیں۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۲

”مرید اس طرح پیر سے ملے جس طرح قطرہ دریا سے مل جاتا ہے۔ جب تک قطرہ نہیں ملتا ہے۔ قطرہ رہتا ہے اور جب مل جاتا ہے تو وہی قطرہ دریا ہو جاتا ہے پھر اسے کوئی قطرہ نہیں کہتا۔ (وارث پاک)

علمِ تجھ سے تو معرفتِ مجھ سے
تو خدا ہو، خدا نما ہوں میں

(اقبال)

مرید اور پیر کے ہزاروں رشتے ہیں۔ ان میں سے ایک رشتہ ایک مناسبت قطرہ اور دریا کا بھی ہے۔ سچا مرید قطرہ ہے اور پیر کامل دریا۔ سچا مرید وہی ہے جو پیر کامل کے نقش قدم کارا ہی ہو۔ ایسا را ہی۔ ایسا فرمانبردار۔ ایسا تابعدار کہ پیر کے نقش قدم پر چلتے چلتے اپنی زندگی کی ساری خوشیاں، سارا سامان عافیت سارا مال و متاع۔ یہاں تک کہ ہر سانس اور ہر لمحہ انتہا یہ کہ جان عزیز کو بھی اپنے پیر کے نام پر۔ اس کے اصول پر اس کے فرمان پر اس طرح قربان کر دے۔ جیسے قطرہ اپنے آپ کو قربان کر دیتا ہے دریا پر۔ جب تک قطرہ نہیں ملتا ہے قطرہ رہتا ہے اور جب مل جاتا ہے تو وہی قطرہ دریا ہو جاتا ہے پھر اسے کوئی قطرہ نہیں کہتا۔ جب مرید اس منزل پر آتا ہے تو اپنی ہستی نیست کر دیتا ہے اور مرید قطرہ پیر دریا میں پیوست ہو جاتا ہے۔ وہ مرید قطرہ پیر دریا ہو کر دریا کی طاقت پکڑ لیتا ہے۔ انتہا یہ کہ دنیا مرید قطرہ ہی کو جانتی ہے۔ پیر دریا کے نام سے بھی نا آشنا ہو جاتی ہے جیسے مرید قطرہ خواجہ معین الدین چشتی پیر دریا خواجہ حضرت عثمان ہاروی میں جذب اور پیوست ہیں یا مرید قطرہ غوث پاک حضرت عبد القادر جیلیانی پیر دریا خواجہ حضرت ابوسعید میں جذب اور پیوست ہیں یہ وہ قطرہ ہیں جو دریا بن چکے ہیں انتہا یہ کہ دنیا قطرہ ہی کو جانتی ہے اور سوائے چند خوش نصیب انسانوں کے کوئی دریا کے نام سے بھی واقف نہیں ہے۔ وارث پاک بھی دریا ہیں جن کے لاکھوں کروڑوں قطرے مرید کی حیثیت سے ہیں۔ وہ کون خوش نصیب قطرہ ہے۔ جو پیر دریا میں پیوست ہو کر دریا کی طاقت پکڑ لے گا اور دنیا اسی قطرہ کو یاد کرے گی اور وارث پاک کے نام سے چند ہی خوش نصیب روآشان ہیں گے وقت کا انتظار کرو پیر دریا خود اپنے گراں بہا مرید قطرہ کو ظاہر کریں گے۔ (حسین)



چہا غ راہ نمبر ۳۲

”انسان اسی کے ساتھ رہتا جس سے محبت ہوتی ہے۔“ (وارث پاک)

جس کی شاخیں ہوں ہماری آبیاری کیلئے
کون کر سکتا ہے اس نخل کہن کو سرگوں

(اتہال)

یہ ساری دنیا اور کائنات کا ذرہ ذرہ محبت پر قائم ہے۔ معبود حقیقی نے ہر لازم کیلئے ایک ملزم بھی تخلیق کر دیا ہے۔ ہر روشنی کیلئے پروانہ، ہر پھول کے ہنورا۔ ہر معشوق کیلئے عاشق۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ دنیا کی چہل پہل بھی ختم ہو جائے اسی طرح انسان، جسے اشرف الخلق و اکتوپاک نے بنایا گیا ہے اس کے ہر شوق کیلئے ایک دلچسپی بھی خالق فطرت نے پیدا کر دی ہے۔ انسان اسی دلچسپی اور شوق میں محور رہتا ہے۔ جس سے اس کو محبت ہوتی ہے۔ پیار ہوتا ہے خواہ وہ پیار و محبت مادیت کی ہو یا روحانیت کی۔ مادیت کے متواں مادی دلچسپی میں محور رہتے ہیں اور روحانیت کے شیدائی روحانی شوق میں سرشار رہتے ہیں۔ مگر خوش قسمت ہے وہ انسان جو خدا قرآن اور رسول ﷺ کی محبت میں محور ہے اپنے معشوق حقیقی کی یاد میں محور ہے، اپنے پیر کامل کے تصور میں محور ہے۔ محبت ہی عشق کے میدان میں ایک مقول ذریعہ ہے جس کی مدد سے انسان کی نورانی دنیا میں جا کر اپنے سینہ میں نور کی مشعل روشن کر لیتا ہے محبت صرف خدا سے کی جاتی ہے دنیا کی اگر کسی چیز سے تمہیں محبت ہے۔ تو اسے شوق کہتے ہیں۔ محبت کا مطلب ہی عشق حقیقی ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہے شاہرگ سے بھی قریب ہے اس لئے اسی سے محبت کرو۔ اسی سے عشق کرو۔ (حسین)

☆☆☆

چہا غ راہ نمبر ۳۳

”پیر کی صورت میں خداملا ہے۔ جو پیر کی شکل ہے بس یہی سب کچھ ہے۔ پیر کی ذات میں فنا فی اللہ اور فنا فی

الرسول کا مرتبہ مل جاتا ہے اور تمثیل میں مولا ہما کا شعر پڑھا

چونکہ ذات پیر را کر دی تبول
ہم خدا در ذات آمد ہم رسول ﷺ

(وارث پاک)

برگ مگل پر رکھ گئی شب نم کا موتی باد صح
اور چکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن

(اتہال)

پیر کامل کی صورت مرید صادق کیلئے ایک نورانی آئینہ ہے۔ ایک نورانی شیشہ ہے۔ جس کے ذریعہ مرید کے اندر ہیرے دل میں خدا اور اس کے محبوب کا پرتو نور کی شکل میں آتا رہتا ہے۔ مرید کے دل کی وسعت جوں جوں بڑھتی جاتی ہے۔ اسی انداز سے شعاع نور خدا، شعاع نور رسول ﷺ کی آمد بھی مرید کے دل میں جلوہ گر ہونے لگتی ہے۔ پیانہ یا ظرف کی وسعت کے مطابق ایسے بھی جانباز مرید ہیں جنہوں نے پیر کی ذات میں فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول ﷺ کا مرتبہ بھی حاصل کیا ہے۔ جو پیر کی شکل ہے بس یہی سب کچھ ہے۔ پیر کی ذات میں خدا ملا ہے۔ مگر یاد رہے پیر پیر ہے اور خدا خدا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دونوں کو نعوذ باللہ ایک سمجھ لو۔ پیر کی ذات جمالی اور نوری ہوتی ہے۔ پیر خدا کے جلال کو جمال میں اور اس کے جلوے کو نور میں تبدیل کر کے اپنے مرید صادق کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ مرید اپنے ظرف کے مطابق جتنا لے سکتا ہے لے لیتا ہے۔ باقی کام خدا کا ہے۔ پیر کی شکل سے مراد ان کی زندگی کے ٹھوس اصول ہیں ان کے ارشادات اور ان کے سفر زندگی کے نقش پا ہیں۔ پیر کامل کے سفر زندگی کے نشان مبارک قرآن پاک کی مکمل اور مفصل تفسیر ہوتی ہیں۔ ان ہی اصولوں، اشاروں اور نشان مبارک کی پیروی اور تعمیل سے مرید قطہ پیر دریا سے مل جاتا ہے۔ پھر یہ پیر دریا محبوب خدا کے سمندر سے پیوست ہو کر خدا سے مل جاتا ہے۔ اطیع اللہ و اطیع الرسول، جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اس طرح پیر کی صورت میں خدا ملا ہے جو پیر کی شکل ہے۔ بس یہی سب کچھ ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۳۲

”جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے۔“ (وارث پاک

زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انہیں کی خاک میں پوشیدہ وہ چنگاری

(اقبال)

انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے جس سے محبت ہوتی ہے اس کی وضاحت چراغ راہ نمبر ۳۲ میں ہوئی ہے اسے مطالعہ کر لیں۔ ظاہر ہے کہ مرتبے وقت انسان کا تصور اسی پر قائم ہوگا۔ جس کے ساتھ وہ زندگی بھر رہ کر اپنے خیال میں اپنے تصور میں، اپنے دل میں اس صورت کو نقش کر لیا ہے۔ اگر وہ صورت مادیت کی ہے۔ تو اس کا حشر اسی مادیت صورت کے ساتھ ہوگا۔ اگر روحانیت کی صورت ہے تو اس روحاںی صورت کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ جب یہ حقیقت ہے تو پھر کیوں نہ ہم لوگ سو جھ بوجھ سے کام لیں۔ دنیا کے ہیرے موتی، سونے چاندی یہ سب اس وقت تک جب تک سانس چل رہی ہے۔ موت کی پہلی خبر سنتے ہی تمہارے عزیز ہی تمہیں زمین کھود کر قبر میں دفن کر دینے کی تیاری کرنے لگیں گے۔ کسی کو بھول کر بھی خیال نہ ہوگا کہ تم زر، زمین، موتی، ہیرا اولے صاحب تھے اور نہ تمہاری دولت ہی تمہارے حوالے کی جائے گی۔ دولت ایسی جمع کرو جو تمہارے ساتھ جائے۔ وہ ہے دولت ایمان، یقین، اعتقاد، تقدیم۔ رہواں کے ساتھ جو حشر میں کام

دے۔ محبت کرو اس سے جو حشر میں تمہارے ساتھ رہے اور کام دے۔ وہ یہ عشق خدا، عشق رسول ﷺ اور عشق قرآن، اگر ان سے محبت کرو گے تو تمہاری دنیا بھی حسین رہے گی۔ مرتے وقت بھی کلمہ منہ پڑھو گا۔ قبر میں روشنی بن کے اور حشر میں نور بن کے یہ عشق خدا تمہارا ساتھ دے گا۔ محبت خدا بہت بڑی چیز ہے پیارے۔ یہ محبت خدا دنیا سے لے کر قبر اور قبر سے لے کر منیریک ساتھ دے گی۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۲۵

"جس کے تصور میں مرد گے اسی کے ساتھ حشر ہو گا۔" (وارث پاک)

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یک دانہ
یک رنگی و آزادی اے ہست فرزانہ

(اقبال)

چانگ راہ نمبر ۳۳

جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے چانگ راہ نمبر ۳۳ اور چانگ راہ نمبر ۳۲ کا پھر سے قبل اس کے کم مندرجہ ذیل تشریع کو پڑھیں ضروری ہے کہ چانگ راہ نمبر ۳۲ اور چانگ راہ نمبر ۳۳ کا پھر سے مطالعہ کریں۔ ایک خدا ایک رسول ﷺ اور قرآن کے ماننے والوں کا پہلا سبق یک رنگی ایمان ہے بہار ہو کر خزان تمہارا ایمان صحیح و سالم رہے۔ اپنی زندگی کے دن گزارنے کیلئے بہت سی چیزوں کا سہارا نہ لیا کرو۔ ورنہ موت کے وقت تمہاری جان بڑی مشکل سے جسم سے جدا ہو گی۔ کیونکہ تمہاری روح دنیا کی بہت سی فانی چیزوں کو گردیدہ ہو جائے گی اور یہی کمزوری ایمان کو ڈانوال ڈول کر دے گی۔ مسلمان کیلئے صرف اللہ ہے اور باقی لوگوں کیلئے ساری دنیا۔ مسلمان جب مرتا ہے تو اس کے دل میں خدا اور رسول ﷺ کی محبت ہوتی ہے اور کافر کے دل میں دنیا اور دولت کی۔ خدا اور رسول ﷺ سیہی محبت نور بن کر اس کے قبر کو منور کرتی ہے اور حشر میں بھی باعث نجات ہوتی ہے۔ لازم ہے کہ پیر کامل کے تصور میں مرد، اللہ اور رسول ﷺ کے تصور میں مرد تاکہ انہیں کے ساتھ حشر ہو۔ (حسین)



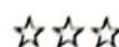
چانگ راہ نمبر ۳۶

"جس کو اصدقیق نہیں اس کا ایمان نہیں۔" (وارث پاک)

خبر نہیں کیا نام اس کا خدا فرمی کہ خود فرمی
عمل سے فارغ ہوا مسلمان بن کے تقدیر کا بہانہ

(اقبال)

ایمان اور تصدیق دونوں کے معنی یقین ہے جو یقین ہواں فر (آلہ کان زہان ناک مالہ) کے ارادے دماغ بکر پنچ اور دماغ اس کو قبول کر لے اسے ایمان کہتے ہیں۔ یہی کلمہ طیبہ یعنی اللہ عزوجلہ الرسل اللہ عزوجلہ کریم کر اگر دماغ اس کا کلمہ مان لے تو اسے ایمان کہا جاتا ہے اور اس ایمان والے کو مومن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے انسان کے جسم میں ایک اور چیز ہے اور اصل چیز ہے اس کا نام ”دل“ ہے۔ دل کی پیشیت سارے جسم میں بادشاہی ہے اور دماغ اس کا وزیر ہے۔ جب دل کسی چیز کو اسی یقین حکم کے ساتھ مان لے جس یقین کا مل کے ساتھ دماغ لے اپنے پاہی آنکھ کان ناک منہ اور ہاتھ کے آزمائش کے بعد مانا یا قبول کیا ہے۔ دل کے اپنے یقین کو ایسی قبولیت کو تصدیق کرتے ہیں۔ چونکہ دل بادشاہ ہوتا ہے اور دماغ وزیر۔ جب تک دماغ کے یقین پر دل کی مہر تصدیق نہیں پڑتی ہے اس وقت تک ایمان، تصدیق کا درجہ اختیار نہیں کرتا ہے۔ اس کو یوں سمجھتے کہ جس کو تصدیق نہیں اس کا ایمان نہیں۔ اسی لئے کلمہ گو کیلے ضروری ہے کہ ایمان کے ساتھ کلمہ طیبہ پر دل کی مہر بھی لگی ہو ورنہ وہ کلمہ کلمہ نہیں ہے۔ فقیری میں خصوصیت کے ساتھ تصدیق قلب ہوتا ہے۔ فقیر کے پاس شروع ہی سے دماغ نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے فقیر کے نزدیک ایمان کی اہمیت اتنی نہیں چنی کر تصدیق کی ہے۔ تصدیق کا اعلق دل سے ہے اور دل ہی فقیر کی پوچھی ہے۔ یہ وہ تخت ہے جہاں فقیر معبود حقیقی کو بھاکرست ملگ گھومتا رہتا ہے۔ تصدیق ایمان کی روح ہے۔ جس طرح یقین اعتقاد کی روح ہے۔ جب روح نہیں تو سارا جسم منی کا ذہیر ہے۔ اسی طرح اس کا ایمان نہیں جس کو تصدیق نہیں۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۲۷

”جس صورت کا خیال پختہ ہو جائے گا۔ وہی صورت بعد مرگ بھی قائم رہے گی۔“ (دارث پاک)

لطف کلام کیا جو نہ ہو دل میں درد عشق
بمل نہیں ہے تو ، تو ترپنا بھی چھوڑ دے

(اقبال)

یہ حقیقت مادیت کیلئے بھی ہے اور روحانیت کیلئے بھی۔ انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے۔ جس سے اس کو محبت ہوتی ہے۔ جس چیز کی مشق زندگی بھرا نہیں کرتا ہے وہ ان کے خیال میں اتر جاتی ہے اس خیال کو دہراتے دہراتے وہ خیال خام ایک روز پختہ ہو جاتا ہے۔ پختہ ہو کر وہ صورت اختیار کر لیتا ہے وہی صورت زندگی کے ساتھ بھی رہتی ہے اور مرنے کے بعد بھی۔ قبر میں بھی اور حشر میں بھی۔ پس لازم ہے کہ انسان خدا رسول ﷺ اور قرآن کی صورت کو خیال میں۔ دل میں پختہ کرے۔ جس روز یہ صورت پختہ ہو گئی۔ تمہاری دنیا بھی بن گئی اور عقبی بھی۔ اس لئے کہ خدا کی صورت کے سوا اور کوئی

صورت نہیں ہے۔ اس نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔ خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ چونکہ خدا کی طاہر میں کوئی صورت نہیں ہے۔ بجز انسان کے انسان میں پیر کامل کی صورت ہے۔ جس کی صورت میں خدا ملا ہے۔ پس کسی ایک پیر کامل کی صورت پکڑ لو۔ زندگی بھرا سی ایک صورت کو اپنے خیال میں۔ اپنے تصور میں، اپنے دل میں نقش کرتے رہے۔ جب وہ صورت بالکل پختہ ہو جائے، پس سمجھ لو کہ تمہارا بیڑا پار ہے۔ خدا اسی پیر کامل کی صورت میں اس دنیا سے لے کر قبر اور قبر سے لے کر حشر تک تمہارا مد دگار اور کفیل بنا رہے گا۔ بے فقیری، بے عشق و محبت، پیر کی صورت پختہ کرنا محال ہے۔ محبت کرو، عشق خدا، عشق رسول ﷺ، عشق قرآن اور عشق پیر کامل کو دل میں جگہ دو اور قدر یقین کامل کے ساتھ آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ منزل مقصود تمہارے قدموں پر ہو گی۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۲۸

”جو مرید پیر کو دور سمجھے وہ مرید ناقص ہے اور جو پیر مرید سے دور رہے وہ پیر ناقص ہے۔“ (وارث پاک)

ہمت ہے اگر تو ڈھونڈ وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے مجازی

(اتقابل)

یہ ارشاد وارث کسی پیر اور کسی مرید کی تنیبہ کیلئے ہے۔

پیر اور مرید کا رشتہ دل اور دماغ جیسا ہے۔ دل پیر ہے اور دماغ مرید۔ کوئی دماغ ایسا نہیں ہے جو اپنے دل کو اپنے سے دور سمجھے۔ وہی دماغ سمجھے گا۔ جو دماغ ناقص ہے، پاگل ہے، بے کار ہے، اسی طرح جو مرید اپنے پیر کو دور سمجھے وہ مرید ناقص ہے، کسی ہے، بہر و پیا ہے، ڈھونگی ہے۔ وہ دل جو اپنے وزیر دماغ سے اپنے کو دور سمجھے یا دور رہے وہ دل یا کار دل ہے۔ وہ ناقص دل ہے۔ وہ ایک دیرانہ ہے جہاں کچھ بھی نہیں اسی طرح وہ پیر جو اپنے مرید سے دور رہے وہ پیر ناقص ہے۔ کسی ہے ڈھونگی ہے وہ پیر جو اپنے مرید کے وقت پر کام نہ آئے وہ پیر ایک دردسر ہے۔ ایک چھوت کا مریض ہے جو خود بھی ڈوبے گا اور اپنے مرید کو بھی ڈبوئے گا۔ لازم ہے کہ پیر کامل کا دامن پکڑو۔ جو تمہاری مشکلوں کے وقت مشکل کشا کا کام ہے۔ مرض دکھ اور مصیبت میں میکابن کے آئے۔ اندریوں اور تاریکیوں میں چراغ راہ اور شمع ہدایت بن کے آئے ایسا پیر کامل رحمت اور عنایت رحمانی ہے۔ اسی طرح مرید وہ ہے جو اپنے پیر کامل کے ہاتھ اس طرح رہے جیسے غستال کے ہاتھ مردہ، اس کے ہر اشارے پر جان عزیز تک حاضر۔ ایسا مرید قسمت سے پیر کو ملتا ہے مریدی دل سے ہے اور دل مسلمان ہوتا ہے۔ وہ دل جہاں پیر کی صورت کے سوا دوسرا صورت حرام ہے اس صورت پیر میں خدا اور اس کا محبوب رسول خداملا ہے۔ (حسین)



چاہ راہ نمبر ۲۹

”کسی کو برانہ کہوا اور نہ سمجھو۔“

اس فقر سے آدمی میں پیدا
اللہ کی شان بے نیازی

(اقبال)

خدا ہر چیز کا مالک و خفار ہے۔ ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ خیر و شر سب اسی کی جانب سے ہے۔ یہ دنیا
مث تماشا گاہ کے ہے۔ یہ کائنات اور کارخانہ قدرت ایک ڈرامہ ہے۔ خالق کون و مکاں اس ڈرامہ کا مصنف بھی ہے اور
نظم اعلیٰ بھی۔ اس ڈرامہ اور کھیل کے تماشائی۔ جن و ملک اور بزرگان دین (پیغمبر، ولی، قطب، ابدال، فقیر، درویش، مجاہد،
شہید، غازی) جو اس جسم خاکی سے جدا ہو کر ہمیشہ کیلئے زندہ جاوید ہیں۔ اس دنیا کے سارے آدمی، اداکار کی حیثیت رکھتے
ہیں۔ رب العزت ڈرامہ کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے اور خالق فطرت کی حیثیت سے ہر آدمی کی صلاحیت سے آگاہ ہے اور
اسی نسبت سے ہر آدمی کا علیحدہ کام یعنی کردار وے رکھا ہے۔ کسی کو بادشاہ کا تو کسی کو ملکہ کا۔ کسی کو شیطان یعنی (ولین)
کا، کسی کو سادھو تو کسی کو فقیر کا۔ الغرض ہر انسان اپنی فطرت اور وہی طاقت کے مطابق اپنا کام اپنی ذمہ داری، اپنا فرض یعنی
کردار ادا کر رہا ہے۔ اس ڈرامہ میں کبھی بلکہ اکثر پس پرده ایکٹنگ یعنی پلے بیک بھی ہوتا ہے۔ زبان کسی کی ہوتی ہے مگر
ضمون پس پرده کسی دوسرے کا۔ گانے ایک کے منہ سے ادا ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر اصل میں گانے والی کوئی اور ہوتا
ہے۔ اس پس پرده نظارے میں بزرگان دین بھی شریک ہوتے ہیں اور شیطان والین بھی۔ خیر والے خیر کا ساتھ دیتے
ہیں اور شر والے شر کا۔ ایسی صورت میں ظاہر کو دیکھ کر یا سن کر کسی کو برآ کہنا یا سمجھنا کتنی بڑی نادانی ہے۔ اسی ایک غلطی کے
سبب دنیا نے ہر زمانے میں ایسی ایسی غلطی اور نادانی کی ہے کہ الامام والحفیظ، حضرت منصورؑ کے ظاہری بول کوں کر بغداد
کے بادشاہ نے ان کا سر جدا کر دیا۔ نتیجہ بغداد کی سلطنت تباہ و برباد حضرت سرہؓ کے ظاہر کے بول کو نہ سمجھ کر ان کے سر کو نہ
سے جدا کر دیا گیا نتیجہ اور نگزیب کی سلطنت کا زوال ہو گیا۔

آج بھی بہت سے بد نصیب انسان مجد و بلوں اور قلندروں کی ظاہری خستہ حالی کو دیکھ کر ان کا نذاق اڑاتے ہیں
— نتیجہ آباد گھر بر باد۔ اسی طرح آج کی دنیا میں مذہب، ملت اور سیاست کے نام پر جس قدر فساد برپا ہیں، اس کا واحد سبب بھی
ایک انسان کا دوسرے انسان کو بلا وجہ برآ کہنا اور سمجھنا ہے۔ ایک مذہب والے دوسرے مذہب کے لوگوں کو برآ کہتے ہیں یا برا
سمجھتے ہیں۔ نتیجہ آپس میں سذوقت، بعض کینہ، نفرت، جھگڑا اور فساد پاپا ہے۔ اس لئے وارث پاک نے کل بنی نوع انسان کو عموماً
اور فقیروں کو خصوصاً ہدایت فرمائی ہے کہ خبردار، خبردار کسی کو برانہ کہوا اور نہ سمجھو۔ ظاہر کو دیکھ کر ظاہری آواز کو نہ کر ہرگز ہرگز دھوکا
نہ کھاؤ۔ غیب، یعنی باطن کو اپنے علم و عقل اور تجربہ سے ذریعہ پر کھنے کی ہرگز کوشش نہ کرو۔ اس لئے کہ غیب کا علم صرف اللہ کو

معلوم ہے۔ وہی عالم الغیب ہونے کے ناتے جانتا ہے کہ زہان کس کی ہے اور مضمون کس کا ہے۔ الزم ہے کہ ہر انسان خصوصاً فقیر اتنا ضرور پڑھیز کرے کہ ظاہری آنکھ کے مظاہرہ پر یا ظاہری کان کی آواز پر ہرگز کسی کو برانہ کہے اور نہ برا سمجھے۔ ورنہ اس ایک بری اور بیہودہ عادت سے عذاب الہی کے شکار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اکثر فقیروں کی فقیری اسی ایک بری عادت کے سبب چھین لی جاتی ہے۔ لازم ہے کہ ہر انسان اپنے فرض، اپنی ذمہ داری، اپنے کرادر کی ادائیگی کی طرف ہی اپنی توجہ کو قائم رکھے۔ دوسرے کے فرض، ذمہ داری اور کرادر سے اپنے آپ کو ہمیشہ بے نیاز اور بے لاگ سمجھنے دل دے اور نہ نکتہ چینی کرے، نہ برا کہے اور نہ برا سمجھے۔ جو روز است و عده کیا ہے، عہد کیا ہے، معاهدہ کیا ہے، اس کی پیگیل کیلئے جان کی بازی ادا دے۔ یہی اصل عبادت ہے۔ یہی محبت ہے۔ یہی عشق ہے۔ یہی راہ نجات ہے۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۵۰

”کسی کی عداوت کو دل میں جگہ نہ دو۔“ (وارث پاک)

یہ نقر غیور جس نے پایا
بے شق و سنا ہے مرد غازی

(اقبال)

روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک انسان تکوار سے کسی کی گردن اتار لیتا ہے یا بندوق سے گولی مار کر جان لے لیتا ہے۔ یہ قصور دار انسان ہوتا ہے اور اس کی سزا بھی انسان ہی کو اٹھانی پڑتی ہے۔ تکوار یا بندوق کونہ قصور دار تھہر ایسا جاتا ہے اور نہیں اس کو سزا دی جاتی ہے۔ انسان بھی مشیت کے ہاتھ ایک تکوار ہے، ایک بندوق ہے، ایک آلہ کار ہے۔ انسان جو کچھ کرتا ہے ایک آلہ کار کی حیثیت سے کرتا ہے۔ خدا ہر چیز کا مالک ہے اور قادر ہے۔ خیر و شر سب اسی کی جانب سے ہے، عداوت، بعض، کینہ، جذبہ، انتقام یہ سب بے معنی اور بے کار چیز ہے۔ انسان کو جو بھی تکلیف، مصیبت، دکھ اور درد مالی ہو یا جانی پہنچتی ہے اس کی سراسر ذمہ داری مشیت پر ہے۔ پروردگار عالم پر ہے خداۓ بزرگ و برتر ہے نہ کہ اس انسان پر جو کہ محض آلہ کار ہے مشیت کے ہاتھ میں۔ اس لئے اگر عداوت، بعض، کینہ کو دل میں جگہ دی گئی تو برآ راست یہ عداوت مشیت کے خلاف ہو گی۔ اس مشیت کے خلاف جو سر اپار جیم و کریم ہے۔ جس کو اپنے بندے سے از خود پیار و محبت ہے۔ وہ تو اپنے بندے کو شر دے کر، دکھ اور درد دے کر، جان و مال لے کر حکیم حاذق کے ناتے اس کے بیمار دل، بیمار ضمیر، بیمار روح کو شفا بخشتا ہے۔ شعہد ہدایت بن کر بھکے ہوئے راہ سے ہٹا کر راہ راست پر لاتا ہے۔ ماں باپ، استاد اور پیر کا ل کے ناتے۔ وہ تو اس لئے گوشہ لی کرتا ہے کہ اس کا گراہ بندہ اس کا پیارا گراہ بچے، کہیں جہنم کی آگ میں نہ کوڈ پڑے۔ ایسے خداۓ رحیم و کریم کی ظاہری کو نین جیسی کڑوی اور تلخ، مگر اثر میں شہد سے زیادہ میٹھی دوا کے عوض دل میں اس کے خلاف عداوت بعض، کینہ یا جذبہ انتقام کو جگد دینا

پر درجہ کی نادانی ہے لازم ہے کہ کوئی انسان، خصوصاً فقیر کسی کی عداوت کو دل میں جگہ نہ دے۔ (حسین وارثی)



چاہ راہ نمبر ۵

”دشمن سے بدلنہ لو۔ دشمن کے ساتھ سلوک کرو۔ حضرت شیر خدا کی سنت ہے۔ (وارث پاک)

مومن کی اسی میں ہے امیری
اللہ سے مانگ یہ فقیری

(اقبال)

دشمن دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک دشمن دین، دشمن اسلام، دشمن انسانیت اور دوسرا دشمن دشمن ذات اور دشمن نفس ہے۔ حضرت علی شیر خدا، دشمن دین، دشمن اسلام، دشمن انسانیت سے زندگی بھر لڑتے رہے۔ آج بھی لڑ رہے ہیں اور قیامت تک لڑتے رہیں گے۔ اس لئے ہر مسلمان، ہر مومن، ہر فقیر، ہر درویش کا فرض ہے کہ دشمن دین، دشمن اسلام، دشمن انسانیت یعنی دشمن خدا سے ضرور لڑے۔ لڑتے لڑتے خود فنا ہو جائے یا دشمن کو فنا کرو۔ یہی اس کی عبادت ہے۔ یہی اس کی نماز ہے۔ یہی اس کا روزہ ہے۔ خود فنا ہونے کی صورت میں شہادت کا درجہ ملتا ہے اور دشمن کو فنا کرنے پر غازی کا لقب پا کر دین و دنیا مل جاتی ہے۔ اس دشمنی میں ذاتی کوئی لگاؤ یا نفسی کوئی تعلق نہ ہونا چاہئے۔ حضرت علی شیر خدا کا دستور تھا کہ دشمن دین، دشمن اسلام، دشمن انسانیت سے لڑتے لڑتے اگر اس دشمن نے کوئی ایسی حرکت کر دی۔ جس سے ان کی ذات نفس کو ٹھیس لگی یا دکھ پہنچایا غصہ آگیا۔ اس جان لیوا اور شکست خورده دشمن کو چھوڑ دیتے تھے، رہا کر دیتے تھے، معاف کر دیتے تھے۔ یہ اس لئے کرتے تھے کہ عبادت الہی میں ذاتی اور نفسی دشمنی کا تعلق ہمہ برابر نہ ہونا چاہئے۔ ذاتی نفسی دشمنی سے بدلہ لینے کی جگہ اس کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے، یہ شیر خدا کی سنت ہے۔ ہم سب اس منور اور روشن شیعہ ہدایت کے پردازے ہیں ہمیں وہی کرتا چاہئے، جو شیعہ ہدایت نے کی، چاہ راہ نے کی، شیر خدا نے کی۔ امام الاولیاء نے کی، مولاشکل کشانے کی۔

مومن کی اسی میں ہے امیری
اللہ سے مانگ یہ فقیری

(حسین وارثی)



چاہ راہ نمبر ۵۲

”جس دل کو محبت سے سرد کا رہتا ہے اس میں عداوت کو گنجائش نہیں ہوتی۔ (وارث پاک)

و عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
بجب چڑھتے ہے للات آشناں

(اقبال)

محبت روشنی ہے اور عداوت تاریکی۔ محبت نور ہے اور عداوت نار، محبت دن ہے عداوت رات، روشنی اور تاریکی نور اور تاریک دن اور رات یہ سب ایک دوسرے کی خصیٰ ہیں۔ دلوں ایک جگہ نہیں رہ سکتے ہیں۔ اگر روشنی ہے تو تاریکی نہیں۔ نور ہے تو تاریک ہے۔ دن ہے تو رات نہیں اسی طرح جہاں محبت ہے وہاں عداوت نہیں، بغض نہیں، کینہ نہیں، جذبہ ان تمام نہیں، حرص و ملن نہیں۔ وہ دل جو محبت سے لبریز ہے اس دل میں عداوت کو گنجائش کہاں ہو سکتی ہے۔ عداوت کی گنجائش اس وقت ہو گی جب دل کا کوئی پہلو، کوئی گوشہ محبت سے پیار سے یادِ محبوب سے خالی ہے طالب کے لئے، عاشق کے لئے، محبت والے دل کے لئے یہ ارشاد و ارشاد، یہ شیعہ ہدایت، یہ چار غیر ایک روشنی کا مینار ہے۔ جو بحثکنے اور گمراہ ہونے سے بچتا ہے۔ کتنا کھلا اور پر اڑنے کا ہے، سبق ہے، تنیہ ہے۔ طالب کے دل میں جب کبھی عداوت گھر کر لے یا جگد پالے، وہ طالب، وہ عاشق فوراً سمجھ لے کہ دل کا کوئی گوشہ، کوئی پہلو مطلوب اور محبوب سے خالی ہو گیا۔ پیار و محبت سے خالی ہو گیا یادِ محبوب سے خالی ہو گیا۔ روشنی کی جگہ تاریکی نے جگہ کر لی۔ نور کی جگہ تارنے لے لی۔ فوراً بیدار ہو جانا چاہئے ہوشیار ہو جانا چاہئے۔ شیشہ دل کو صاف کرنا چاہئے روشن کرنا چاہئے۔ تاریکی جگہ روشنی، تاریکی جگہ نور، عداوت کی جگہ محبت سے اس خانہ دل کو لبریز کر لینا چاہئے تاکہ اس پیانے محبت میں کوئی گوشہ کوئی پہلو خالی نہ ہو۔ جس میں عداوت کو گنجائش ہو۔ حرص و ملع کو گنجائش ہو، نفع و نقصان کو گنجائش ہو، وہاں صرف محبت، خالص محبت، پاک و بے نیاز محبت، اللہ و ارشاد محبت، وارث اللہ محبت ہوئی چاہئے اور بس۔ (حسین و ارشاد)

☆☆☆

چار راہ نمبر ۵۲

”ہماری منزلِ عشق ہے اور منزلِ عشق میں خلافت و جائشی نہیں۔ جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا خلیفہ ہے۔ (پھر یوں فرمایا ہے۔) ہماری منزلِ عشق ہے۔ جو کوئی دعویٰ جائشی کا کرے، وہ باطل ہے۔ ہمارے یہاں کوئی ہو۔ چہار ہو یا خاکر کر دو، جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔“ (وارث پاک)

زمانے کی یہ گردش جاودانہ
حقیقت ایک، تو باقی فنانہ

(اقبال)

عشق کے معنی عبادتِ الہی، پابندی شریعت اور قربانی نفس ہے۔ جس فقیر کی منزل عبادتِ الہی، پابندی شریعت اور قربانی نفس ہوتی ہے۔ وہ فقیر میں پارہ ہوتا ہے۔ جس کو کبھی قرار نہیں سکون نہیں، نشست نہیں، ساحل نہیں، خلافت اور جائشی اسی کے بر عکس ہے۔ اس میں قرار ہے، سکون ہے، نشست سے، ساحل سے۔ جو ہر اینا خلیفہ یا جائشی بناتا ہے اسے

اپنی گدی اپنی خلافت، اپنے جائشِ میریہ کی حفاظت اور ایکہ بھال کیلئے خود کو بھی اس گدی کے ساتھ تجھمد ہو جاتا پڑتا ہے۔ مفتر اور ساکن ہو جاتا پڑتا ہے۔ لشکر اور ساصل اختیار کرتا پڑتا ہے۔ اس کا سارا فیض، اس کی ساری عنایت اسی گدی، اسی خلافت، اسی جائشی کے ذریعہ دنیاۓ عالم، دنیاۓ مطلوب تک پہنچتی ہے۔ چونکہ ہمارے پیر کامل بندہ نواز حضرت سید وارث علی شاہ کی منزلِ عشق ہے۔ پیار ہے، محبت ہے جو تمام بندشوں سے تمرا ہے۔ لا محدود ہے اس کی کوئی حد نہیں کوئی بندش نہیں۔ ہر جگہ ہے، ہر دل میں ہے۔ خواہ وہ دل پھمار کا ہو یا خاکروب کا۔ شاہ کا ہو یا گدا کا۔ جس نے دل سے پکارا وہاں وہ حاضر۔ جس نے پیار و محبت سے نام لیا "یادوارث" وہاں وہ موجود۔ بھلا ایسے موج روایں کو ساصل میں کون بند کر سکتا ہے۔ ایسی تیز رفتار بکلی کو کون روک سکتا ہے۔ وہ تو ابھی یہاں اور ابھی وہاں۔ زمین کا کوئی کونہ ایسا نہیں جہاں ان کی گزر نہیں۔ ایسے سبک اور تیز رفتار موج گرائیں اور بکلی کی کڑک کو قرار اور سکون کی منزل میں کون بند کر سکتا ہے یا کون سی گدی خلافت یا جائشی اس کی متحمل ہو سکتی تھی یا ہو سکتی ہے۔ آپ کی ذات با برکت وارث اللہ اور اللہ وارث کی مکمل اور واضح تفسیر ہے۔ اسی لئے خود ہی اعلان کر دیا اور لوگوں کو آگاہ اور گوش گزار کر دیا کہ ہماری منزلِ عشق ہے اور منزلِ عشق میں خلافت و جائشی نہیں۔ جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا خلیفہ ہے۔ کتنا بلند اور امتیازی اعلان ہے۔ خلیفہ ہے اور ضرور ہے۔ مگر ایک نہیں بلکہ بہت مخصوص نہیں بلکہ عام، نسب والے ہی نہیں بلکہ چمار اور خاکروب بھی شرط صرف محبت ہے وہ محبت جس میں دوئی کا گزر نہیں۔ بھرپور محبت بے لوث اور بے نیاز محبت، در بھرپور محبت بے قرار اور بے سکون محبت، جہاں یہ محبت ہے وہاں وارث ہیں۔ وہاں وارث کا سارا فیض ہے ساری عنایت اور رحمت موجود ہے۔ ایسے ہی دل میں وارث خلافت کرتے ہیں اور جائشی کی مند پر جلوہ افروز ہو کر اپنے خلیفہ کی ہر طرح سے چارہ سازی فرماتے ہیں۔ وارثی بننے کے لئے کسی کے ہاتھ بیعت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت صرف خالص اور بے لوث محبت کی ہے۔ ان کا اعلان ہے جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔ جس نے اس اعلان پر عمل کیا، وہ وارثی ہے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۵۲

"جس کی قست کا جو ہے وہ اس کو ملے گا اور اگر زندگی میں نہیں ملا تو مرتے وقت ضرور ملے گا اور مرتے وقت نہ ملا تو اس کی قبر میں ضرور ٹھوس دیا جائے گا۔ (وارث پاک)

غربی میں ہوں مجبور امیری
کہ غیرت مند ہے میری فقیری

(اقبال)

یہ شمع ہدایت، یہ چراغ راہ، یہ ارشاد وارث، خصوصیت کے ساتھ ان بزرگ ہستیوں، فقیروں سالکوں، درویشوں کی تشفی اور تسلی کیلئے ہے۔ جن کی نیکی پہاڑ جیسی جمع ہو گئی ہو۔ مگر ظاہر انہیں کچھ معلوم نہ ہوتا ہو۔ اپنی 'فقیری' درویشی، اپنی

بزرگی اور اپنی نیکی پر انہیں شک و شبہ نظر آنے لگا ہو۔ فقیری کی جان لیا تمام منزلوں کو خیر و خوبی کے ساتھ طے کر کے مقام حیرت یعنی شک و شبہ چون وچار کی منزل میں پھنس گئے ہوں۔ ایسے ہی جانباز اور قابل تحسین فقراء کو ہدایت ہے کہ وہ اس کو سبق، اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ جس کی قسمت کا جو ہے وہ اس کو ملے گا۔ اگر زندگی میں نہیں ملا تو مرے وقت ضرور ملے گا اور مرتبے وقت نہ ملا تو اس کی قبر میں ضرور ٹھوں دیا جائے گا۔ ”پور دگار عالم۔ خالق کون و مکاں اپنی رحمی دکری ہی کے ناتے، اپنی ماں باپ جیسی پیار و محبت کے ناتے، ایک شفیق اور مہربان حکیم حاذق کے ناتے اچھی طرح جانتا ہے کہ اپنے پیارے بندے کو اپنے پیارے اور لاڈے جانباز جوانمرد شیردل، فقیر کو اس کی قسمت کا لکھا کب اور کس طرح دینا چاہئے۔ آب دگل کی زندگی میں دینا چاہئے یا زندگی جاوید میں دینا چاہئے۔ بچپنے میں دینا چاہئے جوانی میں دینا چاہئے۔ بڑھاپے میں دینا چاہئے۔ مرتبے وقت دینا چاہئے یا مرنے کے بعد قبر میں دینا چاہئے اس کی کمالی ہوئی نیکی کی مزدوری دینا ضرور ہے۔ قسمت کا لکھا منا ضرور ہے خواہ وہ نیکی زر و مال کی ٹھلل میں ہو، فیض و لائیت کی صورت میں ہو یا فیض نبوت کی ٹھلل میں مگر ملے گا ضرور، اس پر ہر فقیر اور درویش کا یقین حکم ہونا چاہئے۔ ایمان کامل ہونا چاہئے۔ قدمیت مکمل ہونا چاہئے۔ پھر فقیر کو یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ دن ہو یا رات، بیداری ہو یا خواب۔ موجودہ زندگی ہو یا قبر کی زندگی سب اس کیلئے برابر ہے۔ موجودہ زندگی میں جو ملے گا وہ بھی بندگان خدا کے لئے ہی ہو گایا قبر میں جو ملے گا وہ بھی انسان ہی کے کام آئے گا۔ فقیر تو خدا کا ایک پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے۔ جہاں سے ضرورت مند انسان اپنی جھوپی بھر لیتے ہیں۔ کیا دیکھتے نہیں کہ بندگان خدا، تخلوق خدا اپنی اپنی جھوپی حضرت خواجہ غریب نواز میعنی الدین چشتی کے نشان مبارک کے خزانہ غلبی سے برسوں سے بھرتے چلتے آرہے ہیں اور وہ خدا کا پوشیدہ خزانہ بجائے گھٹنے کے اور بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اسی طرح ہزاروں نامور اور گمنام فقیروں، درویشوں، سالکوں اور جانباز و شیردل شہیدوں و مجاهدوں کے مزار مبارک یا نشان مبارک کے پوشیدہ خزانے سے زرمال کی بارش نور اور رحمت کی بارش ہو رہی ہے اور بندگان خدا مستفید اور فیضیاب ہو رہے ہیں۔ یقین کامل رکھو اگر تمہاری فقیری مکمل ہے تو ضرور چکو گے۔ چاہے یہاں چاہے وہاں۔ طالب کے لئے دونوں برابر ہے۔ ہمت سے کام لینا چاہئے اور آگے بڑھتے رہنا چاہئے۔ بڑھتے بڑھتے چاہے منزل قدم چوم لے یا موت گلے گلے جائے، فقیری مکمل ہے، پیارے۔ (حسین)



چاغ نمبر ۵۵

”بھائی بھائی میں باہمی محبت ہونا اس کی دلیل ہے کہ ان کو باپ سے محبت ہے۔“ (وارث پاک)

محبت ہی سے پائی ہے شفا یہار قوموں نے
کیا ہے اپنے بخت ختنے کو بیدار قوموں نے

(اتبال)

ایک باپ کے بہت سے بیٹے ہیں۔ باپ کے سب بیٹے ایک دوسرے کے بھائی ہیں کوئی بھائی طاقتور ہے تو کوئی کمزور، کوئی مالدار ہے تو کوئی غریب کوئی سمجھدار ہے تو کوئی بے سمجھ۔ کوئی عالم ہے تو کوئی جاہل۔ اولاد ہونے کی حیثیت سے باپ کی محبت سب کو یکساں ہے۔ باپ کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ میری سب اولاد آپس میں مل جل کر محبت و پیار کے ذریعہ میرے نام کو روشن کریں۔ طاقتوں بینا کمزور کا ساتھ دے۔ مالدار غریب کا، سمجھدار نادان کا، عالم جاہل کا۔ اسی باہمی محبت، اسی باہمی میں اولاد کا بھائی بھائی میں ہوتا اس کی دلیل ہے کہ ان کو باپ سے محبت ہے۔ جب یہ بات ایک خاندان میں پیدا ہو جاتی ہے تو وہ خاندان آفتاب کی طرح صفحہ ہستی پر روشن اور منور ہو جاتا ہے۔ معبد حقیقی پروردگار عالم، رب العالمین ایک آقا ہے ایک مالک ہے۔ ایک باپ ہے۔ ہم سب انسان خواہ چینی ہوں یا ہندی، جاپانی ہوں یا روسی، عربی ہوں یا فارسی، ہندو ہوں یا مسلمان، یہودی ہوں یا عیسائی۔ اسی معبد حقیقی، اسی آقا و مالک کے بندے ہیں، غلام ہیں۔ اسی نور حقیقت کے ہم سب پر تو ہیں۔ اسی ذات واحد کے ہم سب اوصاف ہیں۔ ہم سب اپنی اپنی زبان میں، اپنے اپنے طریقہ، اپنے اپنے انداز سے اسی ذات واحد کی عبادت کرتے ہیں۔ پرستش کرتے ہیں۔ ذکر کرتے ہیں۔ محبت و پیار کرتے ہیں مگر یہ سب محبت و پیار، ذکر اور یادِ عبادت اور پرستش باپ حقیقی معیود حقیقی سے اس وقت دلیل ہو سکتا ہے جب ہم سب انسان آپس میں ایک دوسرے سے بھائی جیسی محبت کرنے لگیں۔ کل بنی نوع انسان ایک دوسرے سے اس طرح محبت کرنے لگیں؛ جس طرح جسم انسان کے اعضا ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ایک حصہ کے دردار دکھ کو جسم کا سارا حصہ اپنا درد اور دکھ کھجھتا ہے اور اس وقت تک سارے جسم کو چین نہیں ملتا۔ جب تک اس مخصوص بیمار حصہ کو شفانہ ہو۔ بالکل یہی کیفیت جسم انسانیت کی ہے۔ جسم انسانیت کا کوئی حصہ خواہ وہ چینی ہو یا روسی، عربی ہو یا فارسی، ہندی ہو یا جاپانی، انگریزی ہو یا فرانسیسی جب مرض ناگہانی میں بتلا ہوا، دکھ اور درد کا شکار ہوا۔ تباہی و بربادی کے دخنور میں جا پھنسا۔ جسم انسانیت کا پورا اور سارا حصہ اسے اپنا درد اور دکھ کھجھنے لگے۔ اس وقت تک سارے جسم کو چین و قرار نصیب نہ ہو۔ جب تک جسم انسانیت پھر سے یاد نہیں کرے گا، اس وقت تک نہ دکھ دور ہو گا اور نہ مرض نہ تباہی جائے گی اور نہ بربادی نہ دنیا کو چین ملے گا اور نہ قرار نہ سکے ٹھیکانے محبت و پیار۔ ہم سب انسان کے کی طرح ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ بھائی بھائی اس طرح لڑکت مر رہے ہیں۔ جیسے ایک دوسرے سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ کوئی رشتہ نہیں ہے۔ کوئی واسطہ نہیں ہے۔ باپ حقیقی کا، معبد حقیقی کا۔ ذات واحد کا جو خون، جو رشتہ، جو واسطہ آپ میں ہے سو ہم میں ہے۔ پھر یہ بیگانگی کیوں، نفرت کیوں، عداوت کیوں۔ یہ صرف اس لئے کہ معبد حقیقی کا سبق اول ہم لوگ بھول گئے ہیں۔ ان کا پہلا سبق۔ پہلی تعلیم، پہلی ہدایت، پہلا فرمان ہم سب بھائیوں کیلئے یہی تھا۔ ”بھائی بھائی میں باہمی محبت ہوتا اس کی دلیل ہے کہ ان کو باپ سے محبت ہے۔ چلو ہم سب بھائی آج سے توبہ کر لیں کہ ہم لوگ آپس میں بھائی بھائی کی طرح رہیں گے۔ طاقتوں کمزور کی مدد کریں گے۔ مالدار غریب کی مدد

کریں گے۔ سمجھدار نادان کی مدد کریں گے۔ عالم جاہل کی مدد کریں گے۔ تند رست پیار کی سیوا کریں گے۔ گھروالے بے گھر کو پناہ دیں گے۔ روٹی والے فاقہ مست کا پیٹ بھریں گے۔ چراغ راہ والے گمراہ کو راستہ دیں گے۔ شمع ہدایت والے بھنکھے ہوئے راہیوں کی رہنمائی کریں گے۔ یہی عبادت اصل میں معبد حقیقی کی عبادت ہے۔ پرستش ہے۔ باپ حقیقی سے محبت ہے پیار ہے۔ جس روز یہ محبت و پیار کا سمندر جسم انسانیت کے رگ و پے میں دوڑ جائے گا۔ اس روز یہ دنیا جہنم کی جگہ جنت کا درجہ اختیار کر لے گا اور آفتاب سے زیادہ روشن اور منور ہو کر یہ دنیا چکنے لے گی۔ (حسین)



چراغ نمبر ۵۶

”خدا شخص آسمان پر نہیں ہے ہم تم میں چھپ کر سب کو دھوکے میں ڈال دیا ہے بس ایک صورت پکڑ لے خدا مال جائے گا۔“ (وارث پاک)

عقل عیار ہے سو بھیں بنائی ہے
عشق بے چارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم

(اقبال)

خدا شخص آسمان پر نہیں ہے۔ اس دنیا میں بھی ہے اور اس دنیا کے ذرہ ذرہ میں اسی شان و شوکت کے ساتھ ہے جس طرح آسمان پر ہے۔ ہم میں تم میں سب میں وہ چھپا ہوا ہے ہم سب اسی ذات واحد کے اوصاف ہیں۔ اسی آفتاب حقیقت کے عکس ہیں۔ آفتاب حقیقت کی کرن یا شعاع یا عکس، جب تک کسی ایک چیز پر نہیں رکتی ہے یا کسی ایک صورت کو نہیں پکڑتی ہے۔ اس وقت تک آفتاب کا ظہور دنیا والوں پر عیاں نہیں ہوتا ہے یا یوں سمجھنا چاہئے کہ اس عکس کو آفتاب نہیں ملتا ہے۔ اسی طرح انسان ایک مخصوص وصف خدا لے کر دنیا میں آتا ہے۔ جب تک اس مخصوص وصف۔ اس مخصوص فطری طاقت پر قائم نہیں ہوتا ہے یا اسی ایک صورت کو مضبوطی سے نہیں پکڑتا ہے اس وقت تک اس مخصوص وصف خداوندی کا ظہور دنیا والوں کی نگاہ میں نہیں آتا ہے یا یوں سمجھنا چاہئے کہ اس انسان کو خدا نہیں ملتا ہے۔ خدا اس انسان کو ملتا ہے جو زندگی کے ایک ٹھوس اصول کو دل سے مان لے خواہ وہ اصول مادیت کا ہو یا روحانیت کا اور اسی ایک اصول کو کامیاب بنانے کیلئے تن من کی بازی لگادے، دن رات اسی ایک دھن میں لگا رہے۔ راستے کی ساری دشواریوں کو دھول و خاک سمجھ کر برداشت کرتا ہے۔ ایک دن ایسے ہی جوانمرد شیر دل طالب، اپنی منزل تھصودیک پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے ہی جانباز اور جاں غار عاشق اپنے معمتوں کے گلے مل جاتے ہیں۔ ایسے ہی ایک صورت کے پکڑنے والے انسان کو خدا مال جاتا ہے اور اس کی مراد بھر آتی ہے۔ نقیروں کو خصوصیت کے ساتھ تاکید ہے کہ بس ایک صورت کو پکڑ لے خدا مال جائے گا۔ وہ صورت پیر کی صورت ہے۔ پیر کا مل کی صورت ہے۔ جگہ جگہ مرید ہونے سے خدا نہیں ملتا ہے۔ خدا ایک صورت کے پکڑنے والے کو ملتا ہے۔ مرید

ہونے سے پہلے اپنی طرح دیکھ لو کہ کس پیر کی صورت کو وہ پکڑے جس کی بھی صورت پکڑے مرتے وہ مکہ ہاتھ نہ چھوڑے۔ انشاء اللہ فقیری کامیاب ہے۔ (حسین)



چانگ نمبر ۵۷

”دنیاداری دوکانداری ہے۔“ (وارث پاک)

امید نہ رکھ دولت دنیا سے وفا کی
رم اس کی طبیعت میں ہے مانند غزالہ

(اتمال)

پروردگار عالم جب انسان کو دنیا میں بھیجا ہے تو اس کو اس کی وسعت، اس کے ظرف اور پیانہ کے مطابق اس کے دل کو نور، ایمان، خودی، حق و انصاف جیسے لعل و جواہر سے بھر کر بھیجا ہے وہ انسان کو دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ انسان اس دنیا میں آکر تجارت کرے، خرید و فروخت کرے، دکانداری کرے، دنیاداری کرے۔ ماں کو دیکھنا یہ ہے کہ میرا بندہ میرا غلام..... نور، ایمان، خودی، حق و انصاف جیسے لعل و جواہر کے بد لے اس دنیا سے خرید کر کیا لے جاتا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ نور کی جگہ تار، ایمان کی جگہ بے ایمانی اور شیطانی، خودی کی جگہ بت وضم، حق و انصاف کی جگہ حق تلفی اور بے انصافی لے کر آتا ہے۔ یہ دنیا لیٹرے اور ڈاکوؤں کی دنیا ہے اس کے بازار حدود جہانگندے چیچیدہ اور خراب ہیں۔ بازار کی تمام چیزیں کھوٹی، نعلیٰ اور گندی ہیں۔ اس بازار دنیا کے دکاندار حرام خور ہیں۔ اس تماشہ گاہ کے رقصے ناگن سے زیادہ زہرآلود ہیں۔ دنیاداری کر، دکانداری کر اور خوب کر مگر احتیاط سے کر۔ خواب غفلت میں نہ کر، شراب کے نشے میں نہ کر، دیوانہ بن کر نہ کر، خرید دن اور رات خرید۔ مگر اپنے ایمان کی دولت سے حرام اور ڈالیل چیز نہ خرید۔ یہ خریداری جو آج تو کر رہا ہے، ایک دن خدا کو اس کا حساب دینا پڑے گا۔ پائی پائی کا حساب ٹھیک سے رکھ اور بہت ہی سوچ سمجھ کر بازار سے گزر۔ پھول کی خوبی کی مانند گزر، تاکہ حشر میں تو ایماندار ہی رہے اور تیرے جسم سے ایمان کی خوبی نکلے۔ کہیں شراب اور خون ناچ سے تیرے کفن میں بدبو اور داغ رونما نہ ہو۔ اگر نجات چاہتے ہو، اگر چاہتے ہو کہ اس بازار دنیا سے بے داغ نکل جاؤ، پھول کی خوبی کی طرح نکل جاؤ تو پیر کامل کا دامن تھام لو۔ پیر کامل اپنی شمع ہدایت اور چانگ راہ کی روشنی میں تمہاری دنیاداری اور دوکانداری کو اس حسن و خوبی سے انجام دے دیں گے کہ دنیا میں بھی سرخ رو ہو گے اور دین میں بھی بامداد ہو گے۔ خداۓ بزرگ و برتر کی امانت کو فخر کے ساتھ لوٹا دو گے اور اس طرح تمہاری بندگی اور عبادت مقبول خدا ہو جائے گی۔ (حسین)



چانگ نمبر ۵۸

”ہمارے یہاں مجوسی، عیسائی سب مذہب والے برابر ہیں کوئی فرق نہیں ہے۔“ (وارث پاک)

پیر کامل بندہ نواز حضرت سید وارث علی شاہؒ کی ذات ہا برکت وارث اللہ اور اللہ وارث کی تکملہ تائیں ہے۔ آپ کے یہاں زات پات نمہب و ملت کا ہمید و بچار نہیں ہے۔ آپ کے یہاں جو کچھ ہے۔ وہ محبت و پیار ہے۔ آپ کا اعلان ہے کہ ہمارے یہاں کوئی ہو چمار ہو یا خاک روپ۔ جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔ وارثی ہولے کے ناتے نہ، وہ ہندو ہو یا مسلمان، جو سی ہو یا عیسائی، شاہ ہو یا گدا، چمار ہو یا خاک روپ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ آپ کا پیار سب کو یکساں حاصل ہے۔ پیر کی محبت اور نظر عنایت سب مریدوں کیلئے برابر ہے۔ اس میں ذرہ برابر فرقہ نہیں ہے۔ قرآن کریم جو اللہ وارث کی آواز ہے اور وارث اللہ کا جلوہ ہے۔ اعلان کرتا ہے کہ اللہ رب العالمین ہے اور اللہ کا محبوب رب جمیع العالمین ہے۔ ذات پات کا فرقہ نمہب و ملت کا فرقہ، عقل انسانی نے کیا ہے۔ دماغ انسانی نے کیا ہے۔ جس پر الہیں اور شیطان کی حکمرانی اور نظمہ ہے۔ جب تک دنیا معقل عیار کے اشارہ پر چلتی رہے گی بھائی بھائی میں باہمی محبت و پیار ہونا نامکن ہے۔ اس لئے اپنے وارثی مریدوں، فقیروں درویشوں کو بندہ نواز کی بہادت ہے کہ خبردار خبردار تم لوگ ذات پات میں فرقہ نہ کرو۔ نمہب و ملت میں فرقہ نہ کرو۔ تم لوگ سب آپس میں بھائی ہو۔ دماغ اور معقل عیار کے اشارہ پر چلنا چھوڑو دو۔ دل کی بادشاہت قبول کرو جہاں وہ خود جلوہ گر ہوتے ہیں اور تمہاری رہنمائی کرتے ہیں۔ (حسین وارث)

☆☆☆

چانغ نمبر ۵۶

"جو کچھ ہے لگاؤ ہے۔ باقی جھگڑا۔ سب دکھلانے کی چیز ہے اگر لگاؤ نہیں تو خاک۔" (وارث پاک)

خودی سے مرد خود آگاہ کا جمال و جلال

کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں

(اقبال)

اس اشارہ میں بندہ نواز، وارث پاک اپنے اعلان عام کی وضاحت خود فرماتے ہیں۔ آپ کا اعلان ہے "ہمارے یہاں کوئی ہو چمار ہو یا خاک روپ، جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔ محبت کرنے کے ہزاروں پہلو ہیں۔ ہر انسان اپنے اپنے انداز سے اپنے اپنے طریقہ سے محبت کرتا ہے کوئی احرام باندھ کر کرتا ہے۔ کوئی مرقع اور تصویر ہنا کر۔ اس پر روزمرہ پہلوں چڑھا کر کرتا ہے کوئی اشتعہ بیٹھتے۔ "وارث" کا نام لے کر کرتا ہے کوئی ننگے پاؤں ننگے سرخہ پوش ہو کر گھومتا ہے یہ سب انہمار محبت ہیں۔ مگر اصل انہمار محبت لگاؤ ہے۔ جو کچھ لگاؤ ہے باقی جھگڑا سب دکھلانے کی چیز ہے۔ اگر لگاؤ نہیں تو خاک۔ لگاؤ دل سے ہوتا ہے۔ وہ دل وہ لگاؤ جہاں تو ہی تو ہے اور کوئی نہیں۔ فنا فی اشتعہ، اشتعہ بیٹھتے، سوتے جا گتے کھاتے پیتے، نام ہے تو پیر کا، یاد ہے تو پیر کی، ذکر ہے تو پیر کا، دکھ ہے تو پیر کا، سکھ ہے تو پیر کا، مرید قطرہ پیر دریا میں جذب اور پیوست ہے۔ ایسی محبت ایسے پیار کو لگاؤ کہتے ہیں۔ باقی سب جھگڑا ہے۔ دکھلا دا ہے ایسا لگاؤ ایسی محبت دل میں پیدا کرنے کیلئے تن من و میں سب کی بازی لگانی پڑتی ہے۔

قطرہ خون جگر سے کی تواضع عشق کی
تحا یسر گھر میں جو مہماں کے آگے رکھ دیا

(حسین)

☆☆☆

چانغ نمبر ۶۰

”عاشق کے مرید صادق کا انجام خراب نہیں ہوتا۔“ (وارث پاک)

بنا یا عشق نے دریائے ناپیدا کرائی مجھ کو
یہ میری خود گہبہ داری مرا ساحل نہ بن جائے

(اتقال)

رماغ اور عقل عمار کے اشارے پر چلتے چلتے۔ اپنی جمین نیاز کو آستانہ آستانہ نیکتے نیکتے جب انسان عاجز ہو کر
ٹھک جاتا ہے تو کسی پیر و مرشد کا دامن تحام لیتا ہے۔ یہاں بھی دل تمنا اور آرزوؤں کے سندھر سے موجز ہوتا ہے۔ جو
آرزو اور تمنا غیر خدا کی چوکھت پر تھی، وہی تمنا اور آرزو اب پیر و مرشد کی چوکھت پر ہے۔ جب بالکل اندر ہمراحت تو ہر درخت
ہر پھر ہر چیز جس سے اس کو فائدہ پہنچتا تھا، اس کو خدا کا درجہ دے رکھا تھا۔ اب جبکہ اندر ہمراحت سے روشنی میں آیا تو پھر
خواب غفت میں سو گیا۔ پیر و مرشد کو نعوذ باللہ رب العزت کا درجہ دے دیا۔ اس نے دیا کہ اس کی ساری غلط آرزویں، غلط
تمنائیں پوری ہو جائے۔ پیر سے میں بھر میں سب چیز لے کر دے دے۔ ایسے لاچی حص وہوس والے مرید زندگی بھر در بدر
کی خاک چھانتے رہتے ہیں۔ خود بھی انسانیت کی پیشانی کے کنگ کے نیکے ہیں اور اپنے پیر و مرشد کو بھی جا بجا بدنام کرتے
ہیں۔ ایسے مریدوں کا انجام جہنم ہے۔ مگر عاشق کے مرید صادق کا انجام خراب نہیں ہوتا۔ وہ مرید صادق جو پیر کے اشارہ
پر۔ پیر کے فرمان پر۔ پیر کے حکم پر اپنی جان، اپنی راحت، اپنا مال، تن من دھن سب کی بازی لگا کر فخر محسوس کرے کہ وہ خوش
نفیب مرید ہے۔ جس کو اس کے پیر اپنے لاکھوں کروڑوں مریدوں کے بیچ نظر انتخاب کیا۔ قربان ہونے کا ارشاد اور
پیغام مسرت ملا۔ ایسے مرید صادق کا انجام فردوس بریں ہے۔ دین و دنیا کی بادشاہت ہے۔ یہ قسم مقدروں اے کو ملتی
ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چانغ نمبر ۶۱

”عاشق کے خیال پر دین و دنیا کا انتظام ہے۔ اگر عاشق کی زبان سے کوئی بات غلط بھی نکل جائے تو اس کو بھی
خداع کر دیتا ہے۔“ (وارث پاک)

ماسو اللہ کے لئے آگ ہے بکیر تیری
تو مسلمان ہو تو تقدیر ہے تدیر تیری

(اقبال)

عاشق وہ ہے جس کی زندگی عبادتِ الہی، پابندی شریعت اور قربانی نفس کی جیتی جاتی تصویر بن گئی ہے۔ ایسے پاک محبت و پیار والی صورت میں خداملا ہے۔ ایسے ہی عاشق کے خیال پر۔ بول پر اور دلی محسوسات پر دین و دنیا کا انتظام ہے۔ ایسے عاشق کا خیال خدا کا خیال ہوتا ہے۔ ایسے عاشق کا خیال خدا کا خیال ہوتا ہے۔ ایسے عاشق کی زبان یادِ اللہ کی زبانِ اللہ کا دل ہوتا ہے۔ معموقِ حقیقی کی رحیمی و کریمی کی انتہایہ ہوتی ہے کہ اپنے جانباز اور جاں نثار عاشق صادق کی زبان سے کوئی بات غلط بھی نکل جاتی ہے تو اس کو بھی خداع کر دیتا ہے تاکہ اس کا عاشق صادق کسی کے سامنے شرمندہ نہ ہو۔ جبھوں سے کوئی داعی وائے سائنس وائے حکمت وائے سارے کے سارے جیران ہیں کہ کل کا بھکاری آج محل والا کیسے ہو گیا۔ کل کا گدا، دماغ وائے سائنس وائے حکمت وائے سارے کے سارے جیران ہیں کہ نکلی ہوئی بات پر رونما ہوتے رہتے ہیں۔ عقل وائے آج شاہ کیسے بن گیا۔ یہ سب عنایت اور رحمت خداوندی عاشق صادق کی زبان سے نکلی ہوئی بات پر رونما ہوتی ہے۔ تقدم اپنے کامل ہو تو عاشق کی زبان تو زبان عاشق کے خاک کی ڈھیر سے لینے والا لیتا ہے اور روزمرہ لیتا ہے۔ ظاہری آنکھ بند کرو اور دل کے پٹ کھولو۔ حقیقت سامنے آشکارہ ہو جائے گی۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ نمبر ۶۲

”عاشق کا گوشت درندوں پر حرام ہے۔ اس پر نہ سانپ کا زہراڑ کرتا ہے اور نہ شیر کھا سکتا ہے۔“ (دارث پاک)

نصیب خطبہ ہو یا رب وہ بندہ درویش

کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلیمانہ

(اقبال)

عاشق ہونا رحمت اور عنایت خداوندی ہے۔ جب ایک انسان اپنا تن، من، دھن سب کچھ اپنے معموقِ حقیقی یعنی پروردگارِ عالم کے نام پر قربان کرتا ہے۔ اپنی زندگی کو اس کے بندے اور تخلوق کی خدمت کیلئے وقف کر دیتا ہے۔ تو یہ دنیا اور دنیا کے آدمی نمادرندے انسان نما حیوان اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ کوئی شیر کی شل میں چیرنے اور پھاڑنے کیلئے آتا ہے تو کوئی زہر یا سانپ اور ناگن بن کر ڈسٹنے آتا ہے۔ کوئی کتابن کر کاٹنے آتا ہے تو کوئی لومڑی بن کر دھوکا دینے آتا ہے مگر معموقِ حقیقی کب اپنے ایسے جانباز اور جاں نثار عاشق کو انسان نما شیر و سانپ اور آدمی نمادرندے کے حوالے کر سکتا ہے۔ ایسے عاشق کا گوشت درندوں پر حرام کر دیا جاتا ہے اور حکم خداوندی صادر کر دیا جاتا ہے کہ اس پر نہ سانپ کا زہراڑ کر سکتا

ہے اور نہ شیر کھا سکتا ہے۔ جس کو خدا خود اپنی پناہ میں لے لے۔ اپنے بارگاہ مقرب میں لے لے۔ اس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس پر سانپ کا زہر کیسے اٹر کر سکتا ہے یا شیر اسے کیسے کھا سکتا ہے۔ اللہ ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ فخر دشرب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ایسے واقعات، فقیروں، درویشوں، سادھوؤں کی منڈلی میں اکثر رونما ہوتے رہتے ہیں۔ شیر نہ انسان تو انسان، سانپ نہ آدمی تو آدمی، انہایہ کہ عاشق صادق پرنہ ظاہری سانپ کا زہر اٹر کرتا ہے اور نہ ظاہری شیر اسے کھا سکتا ہے۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۶۳

”عاشق وہ ہے جس کی ایک سانس بھی یاد مطلوب سے خالی نہ جائے۔ (وارث پاک)

آزادی کی دولت دل روشن نفس گر
محکوم کا سرمایہ فقط دیدہ نمناک

(اقبال)

عاشق وہ ہے جو اپنا سب کچھ اپنے معمشوق پر قربان کر دے۔ تن، من، دھن سب کچھ قربان کر دے۔ راحت و آرام قربان کر دے۔ انہایہ کہ ایک سانس بھی یاد مطلوب۔ یاد معمشوق، ذکر مطلوب، ذکر معمشوق سے خالی نہ جائے۔ جب عاشق اس درجہ پر پہنچتا ہے تو اس کا دل مسلمان بن جاتا ہے۔ وہ دل جہاں تو ہی تو کے سوا کسی اور کا وہاں گزر نہیں۔ اس دل میں کوئی پہلو، کوئی حصہ ایسا باقی نہیں رہتا ہے جہاں معمشوق، مطلوب اور مقصود کے سوا کوئی اور آکر بسیرا لے۔ جب دل پیارو محبت سے لبریز ہو جاتا ہے تو اس کے ہر عضو سے۔ ہر حصہ سے شان معمشوق، شان مطلوب نمایاں ہونے لگتی ہے اسی کا نام وصل ہے۔ اسی کا نام حاصل مراد ہے اسی کا نام کامیاب فقیری ہے۔ اسی کا نام عشق کامل ہے۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۶۴

”عاشق کبھی بے ایمان نہیں مرتا۔“ (وارث پاک)

غیرت فکر مگر کر نہ سکی اس کو قبول
جب کہا اس نے یہ ہے میری خدائی کی زکوہ

(اقبال)

جب انسان دنیا کے بازار میں بھیجا جاتا ہے تو زرنقد کی شکل میں اللہ سے ایمان، نور، خودی، حق، انصاف جیسے تیزی ہیرے جواہرات دیکھ بھیجا ہے۔ یہ سب اللہ کی امانت ہوتی ہے۔ ہدایت تیکی ہوتی ہے کہ بازار دنیا میں جاؤ، خوب

سیر کرو، کھیلو کو دو مگر خبردار میری امانت میں خیانت نہ کرنا۔ میری دی ہوئی دولت کو گنوانہ دینا۔ اکثر اور بیشتر انسان جب دنیا سے جاتے ہیں تو خالی ہاتھ جاتے ہیں اللہ کی بخشی ہوئی دولت، ان کے پاس ایک نہیں ہوتی ہے۔ سب کے سب بازار دنیا کے لیزروں کے ہاتھ لٹ جاتے ہیں یا الہو لعب میں یا شراب و حسن کے دھوکے میں کھو بیٹھتے ہیں۔ عاشق چونکہ بجز خدا کو کم اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اس بازار دنیا سے کوئی مال خرید فروخت نہیں کرتا۔ کسی چیز کا سودا نہیں کرتا۔ کسی سے لگاؤ نہیں رکھتا۔ اس کی خواراک، پوشاک، رہنا سہنا، اٹھنا بیٹھنا، تن من دھن سب اللہ اور اپنے معشوق حقیقی کیلئے وقف ہو جاتا ہے اس کے ہام تربان ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب وہ اس بازار دنیا سے لوٹتا ہے تو اس کے پاس زر نقد کی اور چیزوں کے ساتھ ساتھ دولت ایمان بھی قائم رہتی ہے اور خالص عبادت کی شکل میں امانت خداوندی کو بارگاہ عزت میں پیش کر کے مست و بے غم گھوڑتا ہے۔ عج ہے عاشق کبھی بے ایمان نہیں مرتا۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۵

”عشق میں انتظام نہیں۔“ (وارث پاک)

محکوم ہو سالک تو نہیں اس کا ہمہ اوست
خود مردہ خود مرقد خود مرگ مفاجات

(اتمال)

عاشق پروانہ ہوتا ہے جو اپنی شمع کے گرد جھونمنے اور موقع نکال کر قربان ہو جانے کو اپنی عشق کی تکمیل اور اپنی زندگی کا حاصل تصور کرتا ہے۔ اسے اتنی فرصت اور اتنی مہلت کہاں کہ وہ انتظام کے بکھیرے میں چپنے۔ انتظام تو معشوق کے پر دہے یا معشوق کے کارکنوں کے حوالے ہے۔ جانشینوں کے حوالے ہے۔ خلیفوں کے حوالے ہے عشق ایک لہر ہے۔ سبک رفتار برق ہے۔ اسے ساحل یا قرار سے کیا نسبت۔ اگر لہر بھی ساحل اختیار کر لے یا برق درخشاں قرار اختیار کر لے تو کلیوں کی مسکراہٹ، بلبوں کی رڑپ اور نغمہ سرائی کوں کرے گا۔ اگر ایسا ہوا تو دنیا کی رونق ہی جاتی رہے گی۔ ہر چیز کا کام بنا ہوا ہے۔ ہر چیز اپنی جگہ پر خوبصورت اور اہم نظر آتی ہے۔ عشق کا کام جدا ہے۔ انتظام کا کام جدا ہے۔ دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اگر ایسا ہوا تو سارے کارخانے قدرت میں خلل پیدا ہو جائے گا۔ انتظام چونکہ معشوق کے پر دہے۔ عاشق اس کے پاس جانا بھی نہیں چاہتا ہے۔ یہ ادھر مغل عشق میں بے ادبی اور بد تیزی سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے عاشق صادق وہ ہے جس کے عشق میں انتظام نہیں اس کا کام صرف یاد محبوب، ذکر معشوق اور ذکر مطلوب ہے اس کا کام تن من دھن سب کچھ معشوق کے نام پر قربان کرتا ہے۔ اور بس۔ (حسین)

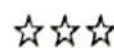
☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۶۶

"ماش دین و دنیادنوں سے بے خبر و بے نیاز ہے۔" (دارٹ پاک)
 سمجھا لہو کی بوند اگر تو اسے تو خیر
 دل آدمی کا ہے فقط اک جذبہ بلند

(اقبال)

عشق نشہ کو کہتے ہیں، بے ہوشی کو کہتے ہیں۔ عشق کے نشہ میں یا بے ہوشی میں اور دوسرے منشیات کے نشہ میں اتنا فرق ہے کہ عشق کے نشہ میں انسان کل موجودات سے بے خبر رہتا ہے مگر اپنے محبوب سے، اپنے معشوق سے اپنے مطلوب سے پورا پورا باخبر اور ہوشیار رہتا ہے۔ برخلاف اس کے دوسرے نشہ والے ہر چیز سے، یہاں تک کہ اپنی عزت و آبرو سے بھی بے خبر اور بے ہوش ہوتے ہیں۔ عاشق نتیجہ سے بے خبر رہتا ہے۔ حاصل سے بے پروار رہتا ہے۔ وہ کسی لائج، طمع یا حرص کے سبب عشق نہیں کرتا ہے۔ اسے خود نہیں معلوم کہ وہ کیا کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے اور اس کرنے کا انعام کیا ہے۔ وہ صرف اپنے معشوق کے ایک ہلکے سے اشارے پر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دینا جانتا ہے۔ اپنی ہر سانس یاد محبوب یا دمعشوق میں صرف کرنا جانتا ہے۔ وہ دین و دنیادنوں سے بے خبر اور بے نیاز بھی ہے۔ اس کی بھی پروار نہیں ہے کہ اسے دنیا میں کیا ملے گا اور دین میں کیا ملے گا۔ وہ اپنے عشق کا معاوضہ نہیں چاہتا ہے۔ وہ اپنے عشق کی تجارت نہیں چاہتا ہے۔ وہ اپنے عشق کا سودا نہیں چاہتا ہے۔ اس کی چاہت پیار ہے اس کی چاہت محبت ہے، اس کی چاہت اپنے محبوب کے نام پر مرمنا ہے اور بس! (حسین دارٹی)



چراغ راہ نمبر ۶۷

"ماش کی سانس بلا کسب و ذکر عبادت ہے۔" (دارٹ پاک)

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
 کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

(اقبال)

جب انسان اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر لیتا ہے اور اپنے خانہ دل میں اور دل کے ہر گوشہ اور ہر پہلو میں یاد خدا، ذکر خدا اور محبت خدا گھر کر لیتی ہے تو ایسے جانباز اور جال شار عاشق بارہا کو اپنے معشوق حقیقی یعنی پروردگار کی طرف سے یہ نوازش، یہ عنایت، یہ رحمت ملتی ہے کہ اس کی ہر سانس بلا کسب و ذکر عبادت ہے۔ آفریں ہے ایسے عاشق کی ذات پر جو اتنی بڑی دولت سے سرفراز کئے جاتے ہیں۔ ایسے ہی موقعوں پر اور ایسی ہی منزلوں پر انسان تو انسان جن و ملک

بھی رہیں کرتے ہیں۔ بھلا کون سی نماز، کون ساروزہ یا حج، کون سی زکوٰۃ یا خیرات، کون سا ذکر کون سی عبادت، کون سا عمل، کون سا کب، اس عبادت کا مقابلہ کر سکے جو عاشق صادق کو نصیب ہوتی ہے۔ ہر سانس عبادت ہے۔ نیند عبادت، انہیں پیشنا عبادت، حوانج ضروری سے فارغ ہونا عبادت۔ یہی عبادت جتنے جتنے پہاڑ بن جاتی ہے اور وہ خدا کا جانباز عاشق صادق اس آب دل کی زندگی سے لے کر حشر تک شیع ہدایت بن کر روشن اور منور رہتا ہے۔ عشق کی منزل بہت بڑی منزل ہے پیارے۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۶۸

"عاشق غافل نہیں سمجھا جا سکتا ہے اس یہی نماز اور یہی روزہ ہے۔" (وارث پاک)

خود گیری و خود داری و گلبائگ انا الحق
آزاد ہو ساک ک تو ہیں یہ اس کے مقامات

(اقبال)

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیر خیرات، یہ سب صفائی قلب کیلئے ہے۔ معبود حقیقی کی خالص اور لا شریک عبادت اور اسی کے سہارے زندگی گزارنے کے وعدے ہیں۔ بھولے ہوئے سبق کو پھر سے یاد کرنے کی تدبیریں ہیں اور دعائیں ہیں۔ یہ سب اس لئے ہے کہ ان کا ایمان "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پَرْ قَوْمٌ" ہو جائے۔ محمد الرسول اللہ پر قوام ہو جائے۔ قرآن کریم پر قوام ہو جائے۔ مگر وہ عاشق جانباز، وہ جان شارجس نے ابتداء یعنی حرفاً "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" سے کی۔ محمد الرسول اللہ سے کی۔ اللہ کی آواز اور اللہ کے جلوہ قرآن کریم سے کی اور تن، من، وہن، یہاں تک کہ ہر سانس اور اس کی ہر دھرم کن اسی "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" رسول اللہ پر ختم کی۔ اس کے ایمان کے قوام ہونے کا کیا سوال۔ اس کی ابتداء لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اس اس کی ابتداء لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ اس کے شیشہ قلب میں معبود حقیقی، معشوق حقیقی کے سوا کوئی نہیں۔ کوئی پہلوئے دل ایسا نہیں جس سے حق اللہ حق اللہ کی آوار نہ لکتی ہو۔ ایسے عاشق جانباز اور جان شارکو غافل کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کی نیند نماز، اس کی ہر سانس نماز، اس کی ہر آواز اللہ کی آواز ہوتی ہے۔ اس کا ہر فعل و عمل، اس کا ہر قدم معبود حقیقی کے رضاو تسلیم کیلئے ہوتا ہے۔ وہ راضی برضاء کا چمکتا ہوا ستارہ ہوتا ہے۔ تصدیق اور یقین کامل کا انمول موتی ہوتا ہے۔ وہ اللہ کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۶۹

"جب کوئی کسی کا عاشق ہوتا ہے تو اس کی کوئی سانس معشوق کی یاد سے خالی نہیں ہوتی۔" (وارث پاک)

وہ پرانے چاک جن کو عقل سی سکتی نہیں
عشق سیتا ہے انہیں بے سوزن و تار رفو

(اقبال)

عشق، شوق، پیار، محبت، سب ایک ہی چیز ہے۔ سب بے لوث اور بے مانگ ہوتی ہے۔ سب نتیجے سے بے خیر اور بے نیاز ہوتی ہے۔ حقیقی عشق اور مجازی عشق دونوں میں شوق، پیار، محبت کا جوش اور جنون یکساں طور پر پایا جاتا ہے۔ کوئی انسان، کوئی عاشق اپنی مراد تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ جب تک وہ تن من وہن کی بازی اپنے محبوب، مطلوب یا معمشوق کو حاصل کرنے میں نہ لگا دے۔ دیکھا یہی گیا ہے کہ وہی عاشق کامیاب اور بامراہ ہوتا ہے جس کی ہر سانس یادِ محبوب، یادِ معمشوق کیلئے وقف ہو۔ قربان ہوا، اگر کوئی سانس معمشوق کی یاد سے خالی ہو گیا تو اس کے یہ معنی ہے کہ عشق مکمل نہیں ہے۔ اس میں کچھ پنا ہے۔ اس کو اور پکانے کی ضرورت ہے۔ مکمل عشق اس وقت ہوتا ہے جب اس کی کوئی سانس معمشوق کی یاد سے خالی نہ جائے۔ عاشق کے دل میں۔ دل کے ہر گوشہ میں، ہر پہلو میں معمشوق کی یاد کے سوا اور کچھ نہ ہونا چاہئے۔ چونکہ سانس اور اس کے ہر تار کا گزر خانہ دل سے ہوتا ہے اس لئے لوٹتے وقت سانس وہی چیز لے کر لوٹتی ہے جو وہ خانہ دل میں پاتی ہے۔ دل عشق میں محبوب کی یاد ہے تو یادِ محبوب لے کر سانس لوٹتی ہے۔ اس لئے عاشق صادق وہی ہے جس کی کوئی سانس یاد معمشوق سے خالی نہ ہو۔ زندگی اور شوق کا مقصد ذکر اور یادِ محبوب کے سوا اور کچھ نہ ہوا یہے جانباز عاشق اللہ کو فقیر کہتے ہیں پیارے۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۷

”عاشق کو خدا معمشوق کی صورت میں ملتا ہے۔“ (دارث پاک)

دراج کی پرواز میں ہے شوکت شاہیں
حیرت میں ہے صیاد یہ شاہیں ہے کہ دراج

(اقبال)

دنیا کے جتنے بڑے بڑے کارنامے ہیں سب کے سب عاشق جانباز اور جاں غادر کے کر شئے ہیں۔ خواہ وہ کارنامے مادیت کے ہوں یا روحا نیت کے۔ خدا ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ جب اس ذات واحد کو کوئی نمایاں کام لیتا ہوتا ہے۔ تو اپنے خصوص بندے کے دل میں جذبہ شوق بھر دیتا ہے۔ جب یہی جذبہ شوق جنون اور عشق کی منزل اختیار کر لیتا ہے تو وہ مخصوص بندہ اپناب سب کچھ اس مخصوص چیز کو حاصل کرنے کی جستجو میں قربان کر دیتا ہے۔ تن من وہن کی بازی لگادیتا ہے اور اس وقت چین لیتا ہے، جب اس طالب کو مطلوب شے مل جاتی ہے۔ اس عاشق کو اپنے مطلوب

سے، اپنے معشوق سے، اپنے محبوب سے صل نصیب ہو جاتا ہے یا یوں سمجھتے کہ عاشق یا طالب اپنے مقصد میں، اپنے ارادہ میں، اپنی ہم میں کامیاب اور فتح یا ب ہو جاتا ہے۔ وہی عاشق، وہی طالب کامیاب ہوتا ہے جو ایک صورت کے پیچھے دیوانہ اور مجنوں ہوتا ہے۔ ایک شوق، ایک مقصد، ایک مطلوب کے پیچھے دیوانہ ہوتا ہے۔ فقیری میں بھی یہی حقیقت روز روشن کی طرح روشن ہے، پیر کی صورت میں خدا ملا ہے۔ مرید کو خدا پیر کی صورت میں ملتا ہے۔ پیر کی صورت، ہی سب کچھ ہے۔ وہی مرید کامیاب ہے، فتح یا ب ہے، با مراد ہے جو اپنے پیر کو پانے کے لئے اپنا سب کو تمن من دھن قربان کر دے۔ اپنے خانہ دل میں، دل کے ہر گوشہ اور پہلو میں یاد پیر، ذکر پیر کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ ایسا مرید قطرہ، پیر دریا میں پیوست اور جذب ہو کر سمندر محبوب خدا سے مل جاتا ہے اور جو محبوب خدا سے ملا وہ خدا سے ملا۔ (حسین)

☆☆☆

چارگ راہ نمبر اے

"محبت میں ادب اور بے ادبی کا فرق نہیں۔" (وارث پاک)

میرے دل میں تیری زلفوں کی پریشانی
تیری تصویر سے پیدا میری حیرانی ہے

(اقبال)

ہر مجلس، ہر سوسائٹی، ہر کلب کے چند اصول ہوتے ہیں۔ جو اصول کے پابند ہوتے ہیں۔ وہ مجلس کے اصول کا ادب کرتے ہیں اور جو اس اصول مجلس کو نہیں بجالاتے ہیں اسے بے ادب کہا جاتا ہے۔ محبت کی بھی مجلس ہوتی ہے۔ پیار کی بھی مجلس ہوتی ہے۔ مگر یہ مجلس اور مجلسوں سے زراں ہوتی ہے۔ اس مجلس کے ممبران کو سوائے اپنے محبوب سے ہر چیز سے بے خبری ہوتی ہے، بے نیازی ہوتی ہے۔ اسے یہ نہیں معلوم کروہ کیا کہہ رہا ہے؟ کیوں کہہ رہا ہے؟ کس سے کہہ رہا ہے؟ اور کہاں کہہ رہا ہے؟ وہ تو صرف اتنا جانتا ہے کہ وہ مناسب ہے اپنے محبوب سے، اپنے مطلوب سے، اپنے معشوق سے، خطاب کا مقصد بھی صرف محبوب کی خوشنودی ہے۔ پیار ہے، محبت ہے، زبان سے جو کچھ بھی نکلے یا سامنے میں جو بھی آئے مگر دل شاہد ہے کہ عاشق کا مفہوم اور مقصد صرف اپنے محبوب کو خوش کرنا ہے۔ پھر یہ بھی تو نہیں معلوم کہ اس کا محبوب اپنے عاشق جاں بازا اور جاں شارکی کون سی ادا کو زیادہ پسند کرتا ہے اکثر و بیشتر یہی دیکھا گیا ہے کہ عاشق کی ظاہری بے ادبی ہی معشوق کو زیادہ مرغوب ہے۔ معشوق کو عاشق کے تحت دل کی بادشاہت نصیب ہوتی ہے۔ اسے زبان، قال، حال سے کیا داسطہ۔ اس لئے معشوق کی نگاہ میں اپنے عاشق کے ادب اور بے ادبی کی کوئی اہمیت حاصل نہیں۔ محبت میں ادب اور بے ادبی کا فرق نہیں۔ بحق ہے بحق ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۲۷

”محبت وہ چیز ہے جس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔“ (وارث پاک)

محبت کے شر سے دل سرا یا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

(اقبال)

محبت ایک بیج ہے اور اس بیج کو دل کے اندر بویا جاتا ہے اور پروان چڑھانے کیلئے اس کو خون سے سینچا جاتا ہے۔ برس کی متواتر کوششوں کے بعد محبت کا درخت لہلہا اٹھتا ہے اور پھر اس میں پھول اور پھل آتے ہیں۔ مگر اس جگہ کے خون کے بوٹے کوہی دیکھ سکتا ہے۔ جو روشن فمیر ہو، صاحب بصیرت ہو۔ جو دماغ اور عقل عیار کے اسیر ہیں۔ جو خود بینی اور خود پرستی کے فریب میں مقصد ہیں انہیں خون جگر سے سینچے ہوئے محبت کے شاندار درخت کا حال کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اس شاندار درخت محبت کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا ہے۔ جب عاشق کا گوشت درندوں پر حرام ہے۔ اس پر نہ سانپ کا زہر اڑ کرتا ہے اور نہ شیر کھا سکتا ہے تو ضرر کے کیا معنی؟ محبت کے متالو! اسوز جگر کے شیدائیو، شمع الہی کے پروانو، اس دنیائے سرائے فانی میں خوب سیر کرو۔ مست و بے غم ہو کر گھومو۔ بے خوف و خطر چلو اور پھر و تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تمہاری محبت خوبیو بن کر تمہیں قبر اور حشر میں معطر کرے گی۔ جب کہ گہنگا نفسی نفسی کرتے ہوں گے۔ تم مست اور بے فکر سیر کرتے نظر آؤ گے۔ محبت ایسی پاسیدا اور مضبوط شے ہے جس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی کوئی اسے پامال کر سکتا ہے۔ مقصد زندگی محبت ہے۔ زندگی بے محبت کا غذا کا پھول ہے جس میں خوبیو نہیں۔ موتی ہے، جس میں آب نہیں۔ ہیرا ہے، جس میں تاب نہیں۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۲۸

”محبت ہے تو ہم ہزار کوں پر بھی تمہارے ساتھ ہے۔“ (وارث پاک)

جب دکھاتی ہے سحر عارض رنگیں
کھول دیتی ہے کلی سینہ زریں

(اقبال)

عمر کل، نسخی کلی آسمان کے سینہ پر آفتاب کی ہلکی سی محبت دیکھ کر مسکرا دیتی ہے۔ جسے دنیا والے پھول کہا کرتے ہیں۔ کلی نے بھول کر بھی آفتاب کی دوری کا خیال نہ کیا۔ اسے اپنے عشق و محبت پر ناز ہے، اسے دوری سے کیا کام۔ محبت کرنے والا دل دوری میں اور بھی نزدیک ہو جاتا ہے اور اپنے عاشق کا جلوہ ہر وقت دیکھتا رہتا ہے۔

ہمارے پیر و مرشد بندہ نواز حضرت سید وارث علی شاہ کافرمان ہے جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔ محبت تو ہم ہزار کوس پر بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ آپ کی ذات پا برکت اللہ وارث اور وارث اللہ کی مکمل تفسیر ہے۔ آپ کی عنایت عشق ہے۔ وہ عشق جو برق سے بھی زیادہ سبک رفتار ہے۔ جس نے صدق دل سے یاد کیا، جس نے محبت بھرے دل پکارا وہاں وہ حاضر اور موجود۔ ریٹھ یو اور ٹھیں دینا میں جب ایک میڑ کے نمبر کو آکاش بانی کے نش کردہ پھیلنے سے کردنیا کے کونے کی آواز اور مجسمہ خاکی کی تصویر کی نقل و حرکت کو دیکھ سکتے ہو تو پھر روحانیت کی بلند منزاں کی تربیت نصیب ہونے میں تمہیں کیا شک اور شبہ ہو سکتا ہے۔ اپنے خانہ دل کے میڑ اور نمبر کو ٹھیک کرو اور وہ نمبر اور میڑ صرف محبت پیار ہے۔ لگاؤ ہے۔ دل کی آواز ہے اور پکار ہے۔ محبت بھرے دل سے ایک بار پکار کر دیکھو، وارث وہاں حاضر ہیں۔ سمجھ بن کے حاضر ہیں۔ شمع ہدایت بن کے حاضر ہیں۔ چراغ راہ بن کے حاضر ہیں۔ تمہارے ہر دکھا اور درد میں حاضر ہیں۔ قبر میں حاضر ہیں۔ حشر میں حاضر ہیں۔ اس سے بڑی رحمت اور عنایت اور کیا چاہتے ہو کہ تمہیں وارث جیسا رہنماء اور چراغ راہ بخشا ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۷

”محبت میں بے ادبی میں ادب ہے۔“ (وارث پاک)

سامنے مہر کے دل چیر کے رکھ دیتی ہے
کس قدر سینہ شگافی کے مزے لیتی ہے

(اتقال)

محبت کی میں بھاون دنیا میں ادب اور بے ادبی ایک کھیل ہے۔ اور عاشق یہ دونوں چال چلتے ہیں۔ اس خیال سے کہ نہ جانے میرے معشوق کو کون سی ادا بھاجائے۔ معشوق کبھی کبھی اپنے دیوانہ کی بے ادبی پر مسکراتا ہے، ہستا ہے اور بار بار جھوم جاتا ہے۔ عاشق کی زندگی کا مطلب اپنے معشوق کو خوش کرنا ہے۔ چاہے وہ آداب سے خوش ہو یا آزادانہ بے پرواہی یا بے ادبی سے۔ بے ادبی سے مقصد صرف معشوق کی دل جوئی ہوتی ہے یا گنگوکے سلسلہ کو جاری رکھنا ہوتا ہے۔ محفل عشق میں سب روا ہے۔ صرف عاشق کو محل اور موقعہ کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے۔ بے ادبی کے پردہ میں گتاخی اور بغاوت سے پہنچ ضرور ہے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۵

”محبت میں ایمان ہے۔“ (وارث پاک)

ترے جلوہ کا نیشن ہو میرے بننے میں
عکس آباد ہو تیرا میرے آئینے میں

(اقبال)

محبت ایک شیشہ ہے اور ایمان خدا کی وحدتی نورانی تصویر اور خدا کی اس نورانی تصویر کو عاشق کے شیشہ دل میں لوگ دیکھ سکتے ہیں۔ عاشق مجازی نہیں بلکہ عاشق صادق، عاشق حقیقی کے ٹوٹے ہوئے دل میں۔ محبت سے لبریز دل میں۔ اس دل میں جس میں اول و آخر اللہ ہی اللہ ہے۔ اللہ بالکل تمہارے قریب ہے۔ شدگ سے بھی قریب ہے۔ صرف ایک ہلکے سے پردہ کی دوری ہے۔ وہ پردہ ایمان کی نورانی چادر ہے۔ اس نورانی پردے میں خودی چھپی ہوئی ہے اور خودی کے ساتھ خدا کا جلوہ اپنی ساری رحمتوں اور عنایتوں کے ساتھ مکرار ہاہے۔ صرف یقین حکم اور تصدیق کامل کی ضرورت ہے۔ محبت میں ایمان ہے۔ یقین اور تصدیق کے ساتھ مان لو جہاں محبت نہیں وہاں ایمان نہیں اور جہاں ایمان نہیں وہاں عبادت ایک ڈھونگ، فریب دل اور فریب نظر ہے۔ نجات چاہتے ہو تو محبت کرو۔ جو ہم سے محبت کرے، وہ ہمارا ہے۔ یہ وارث پاک کا اعلان ہے اور وارثی بننے کا نہایت ہی کھل اور آسان راستہ ہے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۶۷

”فقیر کم مشائخ زیادہ ہوتے ہیں۔ چونکہ منزل عشق سخت دشوار گزار ہے، اس لئے طالب اس راستے کو مشکل سے پسند کرتے ہیں۔“ (وارث پاک)

قید میں آیا تو حاصل مجھ کو آزادی ہوئی
دل کے لٹ جانے سے میرے گھر کی آبادی ہوئی

(اقبال)

شارع اسلام اور محبوب خدا^{صلی اللہ علیہ وسلم} کے نقش قدم پر چلنے والے فقیر بھی ہوتے ہیں اور مشائخ بھی۔ مولوی 'ملاء' حافظ، خطیب، مبلغ، متنقی، پرہیزگار، یہ سب مشائخ ہیں۔ یہ شارع اسلام کے مشائخ حضرات شرع، نقد، حدیث کے پیر و کار ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو اسلام کا علمبردار کہتے ہیں۔ یہ لوگ ان ہی چیزوں کے پیر و کار ہیں۔ جس کو ظاہری آنکھ سے دیکھتے ہیں یا پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں۔ جیسے قرآن اور حدیث۔ قرآن اللہ کی آواز ہے اور حدیث محبوب خدا^{صلی اللہ علیہ وسلم} کی جیسی جاگی نوری تصویر ہے۔ ان دونوں چیزوں کی پیروی اور عمل میں کوئی دشواری کوئی وقت نہیں ہے۔ راستہ بنا ہوا ہے۔ صرف اس بننے راستے پر چلتا ہے اور منزل مقصود کی طرف قدم بڑھانا ہے۔ اسی لئے اکثر ویسٹر حضرات اسی درجہ کو اسی منزل کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہ لوگ محتاط اور احتیاط پسند ہوتے ہیں۔ آرام طلب ہوتے ہیں۔ پانچوں وقت کے نمازی ہوتے ہیں۔ روزہ دار ہوتے ہیں۔ حج، زکوٰۃ، خیر خبرات کے پابند ہوتے ہیں۔ عبا، تباہ اعلیٰ ہوتے ہیں۔ داڑھی مونپنجھ دالے ہوتے ہیں۔ نبی

کریمہ نبی ﷺ کی ظاہری تمام علموں اور قدموں کے عامل ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے فقیر پروانہ خدا ہوتا ہے۔ ہمارے رسول ﷺ کی منزل ہوتی ہے۔ عشق جس میں عبادت الہ، پابندی شریعت، قربانی نفس اس کے لئے دپے میں اس طرح دوزتا پھرتا ہے۔ جس طرح سمندر میں لہر، فضائے آسمان میں برق نہ اس کو کسی دم چین ہے اور نقرار وہ ایک سل رواں ہے۔ ابھی یہاں اور ابھی وہاں۔ فقیر اسی منزل کو پسند کرتا ہے۔ جس میں وقت ہے، دشواری ہے، پریشانی ہے، دشواری بھی ایسی کہ ہر بار مثل پروانہ اپنی شمع ہدایت پر جلتا ہے اور پھر زندہ ہو کر جلنے کی تمنا لئے اپنے دل میں بیخوار ہتا ہے۔ اس نے فقیر کم مشائخ زیادہ ہوتے ہیں۔ مشائخ بازار دنیا کے گندے لوگوں سے پہیزہ کرتے ہیں۔ اس ڈر سے کان کے پہیزہ گاری کے لباس پر گندے دھبے نہ لگ جائیں۔ ان کا تقوی نہ لوث جائے۔ شراب حسن کا نشہ نہ چڑھ جائے اور اس طرح ان کی ساری ریاضت، ساری عبادت پل بھر میں خاک کا ذہیر نہ بن جائے مگر فقیر اس بازار دنیا کی گندی سے گندی گلی میں گندے سے گندے لوگوں میں، شراب حسن کی ناگنوں کی محفلوں میں، میخالوں، ذاکوؤں اور لیٹزوں کی منڈلیوں میں مست و بے پروا اور غم سیر کرتے ہیں۔ ان بیمار دلوں کے زخموں پر مسیح کے مرہم پیٹ کرتے ہیں۔ ان بھکے ہوئے راہیوں کی شمع ہدایت بن کے رہنمائی کرتے ہیں۔ نہ ان کی فقیری پکوئی گنداداغ ہوتا ہے اور نہ نشان۔ وہ کنوں کے پھول کی طرح بے داغ اس تاریک سمندر سے لوث آتے ہیں۔ چوں کہ یہ منزل عشق سخت دشوار گزار ہوتا ہے، اس نے طالب اس راستے کو مشکل سے پسند کرتے ہیں۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۷

"جس کو سب شیطان کہتے ہیں اس راہ میں وہ دوست بن جاتا ہے۔ دشمن نہیں کرتا۔" (وارث پاک)

اے صبح ازل انکار کی جرأت ہوئی کیوں کر
مجھے معلوم کیا وہ راز داں تیرا ہے یا میرا

(اقبال)

جس کو سب شیطان کہتے ہیں۔ وہ انسان کافی امارہ ہے۔ انسان کی خود بینی اور خود پرستی ہے۔ خود بینی اور خود پرستی جاپ کو بڑھاتی ہے اور حقیقت سے دور رکھتی ہے۔ جب انسان خدا میں وحدا پرست ہو جاتا ہے تو جہالت اور تاریکی کا پردہ ہٹ جاتا ہے اور حقیقت سامنے آ جاتی ہے۔ اس کی دل کی آنکھ دیکھنے لگتی ہے کہ یہاں کوئی غیر نہیں کوئی بیگانہ نہیں۔ کوئی دشمن نہیں۔ یہ سب نظر کا دھوکا تھا غلط آرزو اور غلط تمنا کا طوفان تھا جو شیطان بن کے نظر آ رہا تھا۔ نفس امارہ کا دوسرا تھا۔ شک و شب تھا جو دشمن بن کے نظر آ رہا تھا۔ یہ جو ہر روز انسان گناہ کے قریب ہوتے جا رہا ہے۔ اس کی وجہ صرف اس کا گندہ اور ذلیل نفس ہے جو کسی بھی حیلہ پر اسے ذلت اور بر بادی کے راستے پر لے جا رہا ہے۔ انسان کافی ہی اس کے لئے شیطان ہے۔ انسان کو چاہئے کہ پہلے اپنے نفس پر قابو پانے کی کوشش کرے یہی اسے شیطان کی دنیا میں بنتا کھلاتا لے جا رہا ہے۔

اور ایک دن اسے جہنم کی آگ میں جھوک دے گا۔ اس نے امارہ سے پہنچنے کا سب سے سہل اور آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے خانہ دل کو غلط آرزوں، حرص، طمع، حد، بخض کینہ سے خالی کرو اور اس خانہ دل میں معموق حقیقی کے نور کو بسا لو۔ جہاں نور آیا، نار غائب۔ جہاں روشنی آئی، تاریکی تاہید۔ فقر جب اس منزل پہنچ جاتا ہے تو خود بھی قطرہ نور بن جاتا ہے۔ اس نورانی مجسمہ کو دیکھ کر نفس امارہ جس کو سب شیطان کہتے ہیں، اس را فقیری میں دوست بن جاتا ہے۔ وہ نہیں کرتا۔ موزی شیطان فقیر کی زندگی کے آخری امتحان میں ملتا ہے یا اس وقت ملتا ہے جب مرید قطرہ پیر دریا میں پیوست ہونے لگتا ہے۔ بقیہ تمام منزلوں میں انسانی وسوسہ اور غلط آرزوں کا فریب ہوتا ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۸۷

”الا اللہ الا اللہ زبانی کہنا اور ضرب لگانا اور بات ہے۔ بے دیکھے کسی چیز کا خیال محل ہے۔ دیکھ کے عاشق ہونا ممکن ہے۔ (وارث پاک)

تر آنکھیں تو ہو جاتی ہیں پر کیا اللہ اس رونے میں
جب خون جگر کی آمیزش سے افک پیازی بن نہ سکا

(اقبال)

بہت سے فقیر ریاضت اور عملیات میں پھنس جاتے ہیں۔ ذکر اور ورد میں پھنس جاتے ہیں۔ یہ سب چیزیں راستے ہیں ساری زندگی ذکر کرتے کرتے، ضرب لگاتے لگاتے بیت جاتی ہے مگر عشق کی پہلی منزل بھی طے نہیں ہوتی ہے۔ زبانی کہنے رٹنے اور ضرب لگانے سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ جب تک اسے دل سے لگاؤ نہ ہو۔ اللہ تصور کی دنیا میں نظر آتا ہے اور تصور کی دنیا میں جانا اور اس میں خدا کا جلوہ دیکھ کر مسکرانا پھانسی کے تختے سے بھی زیادہ کٹھن ہے۔ اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہیں ملتا۔ بلکہ خون کے آنسو کے آخری قطرہ میں خدا کا جلوہ نظر آتا ہے۔ آنکھ کے پانی اور زبانی شور کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نماش کرنے والا اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے۔ اس پر خدا خود ہنتا ہے۔ دیکھ کے عاشق ہونا ممکن ہے۔ چاہے اس کے حسن کا عاشق ہو یا اس کے کمال کا یا اس کے جمال کا۔ جادو بھری نظروں کا عاشق ہو یا سریلی آواز کا۔ اس طرح کے واقعات آئے دن رونما ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی خاص کمال نہیں۔ مگر بے دیکھے کسی چیز کا خیال محل ہے محل اس لئے ہے کہ اس کی تصور نہیں ہے۔ کوئی روپ نہیں ہے۔ کوئی شکل نہیں ہے۔ پھر بھی وہ عاشق کی دنیا میں ہر جگہ ہے۔ ہر ذورہ میں ہے۔ اس کے خانہ دل کے ہر پہلو اور گوشے میں ہے۔ وہ دنیا کی ہر صورت میں اپنے معموق کا جلوہ دیکھتا ہے۔ نور دیکھتا ہے۔ اس عشق کے سامنے لا الہ الا اللہ زبانی کہنے والے اور ضرب لگانے والے کا کوئی مقابلہ کوئی مناسبت نہیں ہے۔ یہ عشق اور فقیری بذات خود خدا کا جلوہ بن جاتا ہے۔ خدا کی آواز بن جاتی ہے۔ خدا کا پوشیدہ خزانہ بن جاتا ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۷۹

”حضرت مولیٰ علیہ السلام نے اس چرداہے کو اپنی شریعت کی رو سے منع کیا سو وہ تا پسندیدہ ہوا اور اس کا وہی خلاف شرع کرتا پسند ہوا۔ اس کو دل سے تعلق ہے۔“ (دارث پاک)

پرش اعمال سے مقصد تھا رسائی مری
درستہ ظاہر تھا سبھی کچھ کیا ہوا کیونکر ہوا

(اقبال)

یہ ارشاد وارث خصوصیت کے ساتھ شریعت کے علمبردار حضرات کی رہنمائی اور نصیحت کیلئے ہے۔ جو جذبہ شریعت میں آکر فقیروں، درویشوں کی ذات بابرکت کی شان میں نہ کہنے والی بات کہہ ڈالتے ہیں۔ مخالف عشق میں کسی چیز پر پابندی نہیں ہے۔ محبت میں بے ادبی میں ادب ہے۔ محبت میں ادب اور بے ادبی کا فرق نہیں ہے۔ اس کو دل سے تعلق ہے۔ خدا نے اپنے محبوب کے ذریعہ قرآن کریم کے ذریعہ، دنیا والوں کو شریعت کے علمبرداروں کو حضرت مولیٰ علیہ السلام اور چرداہے کے قصہ کو بیان کر کے اسی راز عشق اور رمز عشق کو یاد دلایا ہے۔ تمہبہ کیا ہے تاکہ لوگ ایسی غلطی نہ کریں۔ خدا کے عاشق صادق کی شان میں کوئی نہیں کہنے والی بات منہ سے لوگ نہ نکالیں۔ مگر افسوس صد افسوس اور نگزیب بادشاہ نے حضرت سرحد کے متعلق وہی غلطی کی۔ شریعت کے علمبردار حضرت منصور کے ساتھ وہی غلطی کی جو آج کے بزرگ حضرات یعنی شریعت کے علمبردار کر رہے ہیں۔ حضرت مولیٰ اکلیم اللہ جیسے پیغمبر کو اپنی شریعت واپس لئی پڑی اور اس چرداہے کا وہی خلاف شرع کرتا بارگاہِ عزت میں، معبد و حقیقی کے حضور میں پسند ہوا۔ اور نگزیب نے اپنی شریعت واپس نہیں لی۔ نتیجہ مغلیہ سلطنت کا زوال، بغداد کے بادشاہ نے اپنی شریعت واپس نہیں لی۔ نتیجہ بغداد کا زوال۔ اس کے بعد بھی اگر ظاہر پسند شریعت والے بزرگوں کی آنکھوں سے پردہ نہیں ہتا ہے۔ رمز عشق اور راز عشق سمجھ میں نہیں آتا ہے تو ان کا اللہ ہی حافظ ہے۔ کسی کو نہ برا کہوا درنہ سمجھو۔ اللہ دلوں کا حال جانتا ہے۔ جب اتنی بھی رواداری برداشت نہیں سکتے تو شریعت کے غلاف کو اتار پھینکو۔ یہ لباس تمہیں زیب نہیں دیتا ہے۔ اللہ وارث اور وارث اللہ اپنی شریعت کا، اپنے شرع کا، اپنے قرآن کا، خود ہی محافظ بھی ہے اور وارث بھی۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۸۰

”عاشق جو کچھ معشوق کی نسبت کہے۔ بجا و درست ہے اور جو کچھ وہ تنظیم کرے وہ سزاوار ہے اور معشوق جو کچھ عاشق کی نسبت کہے وہ مقام رضا و تسلیم ہے۔ عاشق کو چارہ نہیں اور عاشق اپنے معشوق کی تعریف ہر پہلو سے کر سکتا ہے۔ نہ وہ گنگا رہے نہ اس پر عذاب و لواب ہے۔“

لیلی را چشمِ مجنوں باید دید
بس دوسرا وہ آنکھ پا نہیں سکتا۔

(وارث پاک)

علاج درد میں بھی درد کی لذت پر مرتا ہوں
جو تھے چھالوں میں کائنے نوک سوزن سے نکالے ہیں

(اتباع)

جس طرح اہل نظر، اہل بصیرت، اہل دل کے سامنے سمندر اور قطرہ برابر ہے، اسی طرح عاشق اور معشوق کا درجہ ایک ہے۔ اگر سمندر عیقین ہے تو قطرہ بھی سمندر ہی کی آویز ہے۔ قطرہ اسی وقت تک قطرہ ہے، جب تک کہ جدا ہے۔ جہاں ملاو ہیں سمندر بنا۔ اس لئے عاشق اور معشوق میں فرق پیدا کرنا اور بڑائی چھوٹائی کا خیال لانا نادانی ہے۔ ایک ہی حقیقت ہے جو درود پر میں نظر آ رہی ہے۔ کب مل جائے گی۔ یہ کوئی نہیں جانتا۔ عاشق اور معشوق کی ملاقاتات یہاں یک ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہمیشہ حقیقت کی نظر سے فیصلہ کرنے کی کوشش کیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لغزش ہو جائے اور اس کی سزا اٹھانی پڑے۔ اس غلطی سے نجع نکلنے کا صحیح نسخہ اور آسان راستہ وارث پاک عام انسانوں اور فقیروں کیلئے چانگ راہ بن کر رہنمائی کر رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”عاشق جو کچھ معشوق کی نسبت کہے بجا درست ہے اور جو کچھ وہ تعظیم کرے وہ سزا در ہے اور معشوق جو کچھ عاشق کی نسبت کہے وہ مقامِ رضاوتِ تسلیم ہے۔ عاشق کو چارہ نہیں اور عاشق اپنے معشوق کی تعریف ہر پہلو سے کر سکتا ہے نہ وہ گنہگار ہے اور نہ اس پر عذاب و ثواب۔ لیلی را چشمِ مجنوں باید دید۔ بس دوسرا وہ آنکھ پا نہیں سکتا۔ مخالف عشق میں کسی چیز پر پابندی نہیں۔ ظاہری شرع شریف کی رسائی عشق کامل کے سمندر سے وسعت اور گہرائی تک نہیں پہنچ سکتی۔ عاشق، ذاتِ معشوق میں محوا اور پیوست ہو جاتا ہے۔ قطرہ سمندر میں جذب ہو کر سمندر کی طاقت پکڑ لیتا ہے۔ راز دنیا ایک ہو جاتا ہے اور اس طرح عاشق تمامِ حد بندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۸۱

”مذهبِ عشق میں کفر و اسلام سے غرض نہیں جو کچھ ہے معشوق ہے۔“ (وارث پاک)

ترکی بھی شیریں تازی بھی شیریں

حرفِ محبتِ ترکی نہ تازی

(اتباع)

مذهبِ عشق سے مرادِ عشقِ الہی ہے۔ قرآن کریم جو اللہ کی آواز ہے اور جلوہ ہے۔ اللہ کی ذات با برکت کو رب

چراغ راہ

العالیین سے خطاب کیا ہے۔ رب اسلمین نہیں۔ وہ سب کارب ہے۔ سارے جہاں کارب ہے۔ خدا سے محبت کرنے کیلئے مذہب اور ملت کی تید نہیں ہے اور نہ ہی زبان کی تید ہے۔ جس طرح اور جہاں کہیں بھی، جو کوئی ہو، اُسے عشق خدا کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ یہاں جو کچھ بھی ہے وہ عشق حقیقی ہے۔ خدا اپنے چاہنے والوں کے دل کی آواز خوب اور بڑے ہی اطمینان سے سنتا ہے۔ محبت کی منزل میں خدا بہرہ پئے کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ بہرہ پیا اپنے کو دھوکے میں رکھتا ہے اور خدا اس پر قہر نازل کرتا ہے۔ محبت کی دنیا سب سے زیادی ہوتی ہے اور یہاں کسی طرح کی بھی بڑائی چھوٹائی نہیں۔ بالکل اونچی دنیا ہے۔ اگر زبان سُک نہ ہے۔ آنکھ سُک نہ کھلے۔ پھر بھی خدادول سے ہاتھیں کر لیتا ہے۔ عاشق کی ہزار زبانیں ہوا کرتی ہیں۔ عاشق راز حقیقت کا راز داں ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جہاں دن ہے وہاں رات بھی۔ جہاں روشنی ہے وہاں ہار کی بھی۔ جہاں اسلام ہے وہاں کفر بھی۔ یہ مشیت کی مرضی ہے۔ یہ معشوق کی مرضی ہے اور عاشق مرضی مولا۔ راضی برضا کا شیدائی ہوتا ہے۔ اسے کفر و اسلام سے کیا غرض۔ اسے تو سرف معشوق سے لگاؤ ہے۔ اس کی لگاؤ میں جو کچھ ہے معشوق ہے۔ نقیر خدا کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے اور معشوق کے ہاتھ میں اس طرح رہتا ہے جیسے مردہ غستال کے ہاتھ میں۔ اگر معشوق حقیقی کی مرضی ہے کہ اس کا عطا کردہ غیری خزانہ کی دولت، زر و مال کفر کو بانٹ دے تو نقیر کفر کو بانٹ دیتا ہے۔ اسلام کو بانٹنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ اسلام کو بانٹ دیتا ہے۔ نقیر تو حکم کا بندہ ہے جو حکم مالک کا اس کی پوری پوری اطاعت اور تابعداری نقیر کی شان ہوتی ہے کفر و اسلام ایک ہی دیوان کے دو دفتر ہیں۔ معشوق کی مرضی بھی دفتر کفر کھولیں اور بھی دفتر اسلام۔ عاشق کو دفتر سے غرض نہیں جو کچھ ہے معشوق ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۸۲

”زبانی پڑھنا لکھنا اور ہے اور دل سے محبت اور ہے، زبانی پڑھنے لکھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ محبت عجب چیز ہے۔“

(وارث پاک)

دل ہے مسلمان میرا نہ تیرا
تو بھی نمازی میں بھی نمازی

(اقبال)

اللہ دلوں کا حال جانتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اس کا کون بندہ، کون عاشق، دل سے اسے یاد کر رہا ہے اور کون صرف زبان ہلا رہا ہے۔ وہ غلط اور بہاوث کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ جس طرح طوطا اللہ اللہ رسول۔ رسول رسول کرتا ہے اور تازمہ گی اسے قید نفس میں ہی پڑا رہنا ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ انسان نما طوطا جو اللہ اللہ رسول رسول۔ صرف عادت کی وجہ سے رئتا رہتا ہے۔ اسے بھی سوائے بکلی، ذلت اور رسولی کے خدا کچھ نہیں دیتا۔ دل اور چیز ہے اور زبان اور زبان کا تعلق عقل سے ہے اور

دل کا جنون سے۔ اللہ اس عاشق کو پسند کرتا ہے جو سوائے اس کے کسی کو بھی یاد نہیں رکھتا۔ دنیا میں پھنسنے ہوئے کو بھی کیا خبر
کہ عشق میں قربان ہو کر انسان کیوں کر پھی دو لت خداوندی سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ سچے دل سے خدا کو یاد کرنے نہیں تو اپنے
جسم کو تکلیف نہ دو۔ ورنہ دین دنیا دنوں برباد ہو جائے گی۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۸۳

”عشق کی الٹی چال ہے جس کو پیار کرتا ہے، اسی کو جلاتا ہے۔ جس کو پیار نہیں کرتا اس کی باگ ڈھیلی کر دیتا
ہے۔“ (وارث پاک)

آزادی افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تہذیب کا سیاق

(اقبال)

دنیا میں سب سے زیادہ ثقیلی چیز جواہرات میں ہیرا ہے مگر اس بے چاروں کو ہمیشہ پر کھا جاتا ہے۔ اسے تراشا جاتا
ہے۔ اس کے سینہ پر آرنا چلا جاتا ہے۔ اس کے سینہ کے سارے داغ کو گھس کر دور کیا جاتا ہے۔ پھر اسے کسی ملکہ یا کسی شاہ
کے ناج میں رونق افروز ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا اپنے اصلی بندے کو اپنے پیارے نقیر کو اپنے
پیارے عاشق کو ہمیشہ پر کھاتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ جتنی بار یہ بندہ پر کھا جاتا ہے اس کی قیمت بڑھتی جاتی ہے اور ایک دن
ایسا آتا ہے کہ دنیا کی بادشاہت اس کے قدموں تلے ناچلتی نظر آتی ہے۔ دنیاوی تکلیف پر ہمیشہ مسکراتا یکھو۔ کیوں کہ ان
گنت لوگوں میں خدا نے تجھے کو پسند کیا۔ زہبے نصیب تمہارے جو دنیا کی مصیبت ہے کہ جنت کا ابدی آرام اپنے لئے خدا
سے حاصل کر رہے ہو۔ امتحان کی منزل ہمیشہ سخت ہوتی ہے اور سختی کے بعد ایک نئی زندگی، نیادور اور سخی شان کے ماک
پھول اور پھل والے درخت ہی کے قلم تراشے جاتے ہیں۔ جنگلی گھاس اور جھاڑیاں خود رو ہوا کرتی ہیں۔ کوئی اسے نہیں
پوچھتا۔ تکلیف ہی راحت کی منزل ہے پیارے۔ نقیر کی ظاہری خستہ حالی، ایک نقاپ ہے، ایک پرده ہے، تاکہ عالم لوگ
اس انمول موتی انمول ہیرے کو اپنی اپنی طمع اور حرص میں پامال نہ کر دیں۔ خدا جس بندے کو نوازنا چاہتا ہے اور اپنا پوشیدہ
خزانہ بخشنا چاہتا ہے، اس پر اپنی معرفت کھول دیتا ہے اور اپنے جانباز عاشق اور نقیر کا نقاپ ہٹا دیتا ہے۔ نقاپ بنتے ہی
نقیری ہیرے جواہرات کی طرح چکنے لگتی ہے۔ خزانہ انپامن کھول دیتا ہے اور بندگان خدا اپنی اپنی جھوٹی بھر لیتے ہیں۔ بھائیو
اور بہنو۔ افقیر کی ظاہری خستہ حالی کونہ دیکھو، اللہ سے آنکھے مانگو اور نقیر کے پوشیدہ خزانے سے اپنی اپنی جھوٹی بھرلو۔
(حسین)



”تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں۔ اس میں گم ہو جانے ہی کو وصال کہتے ہیں اور خودی میں نہ رہا ہی کمال ہے۔ عشق جب اس درجے پر پہنچتے ہیں تو اپنی ہستی کو نیست کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب آنکاب نک پر نور انشاں ہوتا ہے تو سارے مخلوق کی نگاہ سے کالعدم ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کواکب کا وجود آسمان پر ہے اسی طرح عشق کا وجود معشوق میں ہے۔ بخوائے، من کان اللہ کان اللہ (جو اللہ کا ہوا، اللہ اس کا ہوا) عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ بس اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ وہ آنکاب حقیقی تمام انوار و اوصاف عشق کو اپنے میں جذب کر لیتا ہے۔“ (وارث پاک)

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی
نہیں ہے سخر و طغیل سے کم ٹکوہ فقیر

(اقبال)

یہ ارشاد و ارش بالکل واضح اور تشریح شدہ ہے۔ زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنا خبردار کرو یہا ضروری ہے کہ ہوشیار، کبھی فقیر کو گداگر خیال نہ کرنا۔ یہ اللہ کے عاشق ہوتے ہیں۔ ان کے تمام صفات عشق ذات واحد میں فنا ہو جاتے ہیں۔ انتہا یہ کہ عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں فقیر خدا کی رحمت ہے۔ جو بھیں بدلتے ہیں بندوں کی مدد کیلئے دنیا میں بھیجی جاتی ہے۔ فقیر خدا کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے۔ خدا سب سے بڑا پردہ نہیں ہے اور فقیر خدا کا سب سے زبردست نقاب ہے۔ فقیر کی جھوپی میں دنیا کی بادشاہت بند رہتی ہے۔ فقیر بننا یا فقیر کو پہچانا بہت ہی مشکل امر ہے۔ پہلے خدا بے نظر مانگ، پھر فقیر میں خدائی دیکھ۔ اللہ اور فقیر کا جلوہ بہت ہی زبردست فلسفہ ہے۔ یہ تو وہ لوگ ہے۔ جہاں خدا اور انسان میں عشق ہوتا ہے اور اسی بھیں میں خدائی نظر آتی ہے۔ فقیر ہونا سب سے بڑا مرتبہ ہے۔ سب سے بڑی نصیلت ہے۔ (حسین)

☆☆☆

”عشق کو اللہ کی طرف سے ہر حال میں ایک حال ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز سے اور ہر مخلوق سے جو چاہیں کرایں۔“ (وارث پاک)

ماسو اللہ کیلئے آگ ہے بکیر تری
تو مسلمان ہے تو تقدیر ہے تدبیر تری

(اقبال)

مشق جب مکمل ہو جاتا ہے تو عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ جب تمام صفات، مشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں تو عشق کو اللہ کی طرف سے ہر حال میں ایک حال ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز سے اور ہر تلاوت سے جو چاہیں کرادیں۔ اس عاشق صادق کی زبان کا لکھا ہوا ایک ایک لفظ، اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک ایک فصلہ قانون بنتا جاتا ہے۔ بخوبی میں گمراہی ہوئی کشتی کنارے لگ جاتی ہے۔ روٹھے ہوئے مقدر بن جاتے ہیں گہڑی ہوئی تقدیر سنور جاتی ہے۔ خزاں میں بھار آ جاتی ہے۔ اتنا بلند مرتبہ اور اتنی بڑی منزل دے کر معبودِ حقیقی اپنے جانباز اور جان ثار عاشق کی رکھوالي بھی خود ہی کرتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جذبہ شوق میں میرا پیارا عاشق نظام قدرت میں خلل پیدا کروے اس لئے یہ صلاحیت بھی بخش دیتا ہے کہ باوجود اقتدار عاشق وہی کرتا ہے۔ جو معشوق کی مرضی ہوتی ہے۔ تقدیر اسی کی بدلتی ہے۔ جس کی تقدیر معبودِ حقیقی کو بدلا منثور ہوتا ہے۔ پوشیدہ خزانہ کی دولت اسی کو ملتی ہے۔ جس کے مقدار میں لکھا ہوتا ہے۔ فقیر کا دل خدا کا دل ہوتا ہے۔ فقیر کی زبان خدا کی زبان ہوتی ہے۔ فقیر کے ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس لئے فقیر جو کچھ بھی کرتا ہے۔ اللہ کی مرضی اور اشارے سے کرتا ہے اللہ کے حکم سے کرتا ہے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۸۶

”باوجود اقتدار خدا کے واسطے ایک عضو کو بیکار کر دو اور کام نہ لو۔ شیطان کو بغل میں رکھ کر یاد خدا کرنا بڑا کام ہے۔ اپنے خود سفر کردن بڑی منزل ہے۔“ (وارث پاک)

وہی زمانے کی گردش پر غالب آتا ہے
جو ہر نفس سے کرے عمر جاؤ داں پیدا

(اتبال)

اگر تمہیں اپنی کسی بھی طاقت پر گھمنڈ ہے تو سب سے پہلے اسی طاقت اور اسی گھمنڈ کا گلا گھونٹ دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے بڑی طاقت تیرے گھمنڈ کو ہمیشہ کیلئے خاموش کر دے یا وہ اقتدار خود بخود کمزور ہو جائے اور تو دنیا میں ہی اپنے کولا چارخیاں کرنے لگے۔ اس لئے باوجود اقتدار خدا کے واسطے ایک عضو کو بے کار کر دو اور اس اقتدار اور اختیار سے کام نہ لو۔ دنیا میں رہ کر شیطانی اور ایلمیں دسوسمیں رہ کر شیطان کو بغل میں رکھ کر یاد خدا کرنا بڑا کام ہے، بڑی عبادت ہے۔ نفس پرستی اور خود پرستی چھوڑ کر خدا پرستی، اللہ پرستی بہت بڑا درجہ ہے۔ اپنے خود سفر کردن بڑی منزل ہے۔ فقیری یہ نہیں ہے کہ شیطان اور ایلمیں کے ڈر اور خوف سے آبادی چھوڑ کر جگل اور پھاڑ چلا جائے۔ یہ پر لے درجہ کی بزرگی ہے۔ یہ تو وہی کرتا ہے جو شیطان چاہتا ہے۔ اللہ کو عبادت چاہئے۔، صرف ذکر نہیں۔ عبادت آبادی میں ہوتی ہے نہ کہ تھائی میں یا گوشہ نشینی میں۔ بہت سے طالبِ نفس کے غلبہ کے ڈر اور خوف سے ایسی ایسی نازی بارکت کرتے ہیں کہ نفس ہی مر جائے۔ جب نفس

چراغ راہ
یہ مر گیا تو روح کی جلایا تازگی کیسے ہو گی اور کس سے ہو گی؟ بہادری یہ ہے کہ نفس موجود ہے اور پوری طاقت کے ساتھ موجود ہے مگر کوئی کام نفس کیلئے نہیں ہوتا ہے جو کچھ ہوتا ہے وہ سب معبد حقیقی کی خوشنودی کے لئے ہوتا ہے ایسے جوانمردوں اور جانشیر عاشق الفقر فخری کا عالی مرتبہ اور شان حاصل کرتے ہیں۔ (حسین)

☆☆☆

چہارغ راہ نمبر ۸۷

”لگوٹ بند وہ ہے جو تمام عورتوں کو اپنی ماں بہن کے مثل جس طرح جانتا ہے۔ اسی طرح خواب میں بھی وہ کسی عورت کو نفسانی خواہش کے ساتھ نہ دیکھے۔“ (وارث پاک)

اگر خودی کی حفاظت کریں تو میں حیات
نہ کر سکیں تو سراپا فنون و افسانہ

(اقبال)

خودی، ایمان کے نازک شیشه میں رہا کرتی ہے اور ایمان ایک ایسا شیشه ہے جسے بچانے کیلئے ساری زندگی سخت احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ساری زندگی کی احتیاط منشوں میں برباد ہو جاتی ہے۔ جہاں شیشه ٹوٹا اور خودی غائب ہوئی۔ تیری خودی کا سب سے بڑا شمن تیرا نفس ہے جو شراب حسن کے سامنے بے ہوش اور متوالا ہو جاتا ہے۔ اگر حسن کا شیدائی ہے، متوالا ہے، تو حسن کے موجود کو دیکھ۔ خدا حسین ترین نور ہے۔ اس کا حسن تو ہر جگہ ہے اور ہر ذرہ میں ہے۔ جس حسن کو دیکھ کر تو متوالا وہ تو صرف ایک عکس ہے ایک پرتو ہے، اس حسن حقیقی کا، اس نور حقیقی کا۔ جب پرتو میں اتنی کشش ہے تو ذات حسن یا ذات نور کے حسن کا کیا پوچھنا۔ اسی جان لیوا منزل پر، اس جان لیوا گھاث پر بڑے بڑے جید نقیر، دردیش، سادھو پارہ کی طرح تحریرانے لگتے ہیں۔ نفسانی خواہش کے سنبھارے جال میں پھنس جاتے ہیں اور ساری زندگی کی عبادت اور ریاضت کو منشوں میں نذر آتش کر دیتے ہیں۔ مگر جو لوگ لگوٹ بند ہیں۔ ایسے لگوٹ بند، جو تمام عورتوں کو اپنی ماں بہن کے مثل جس طرح جانتے ہیں اسی طرح خواب میں بھی وہ لوگ کسی عورت کو نفسانی خواہش کے ساتھ نہیں دیکھتے ہیں۔ ایسے لگوٹ بند پر شراب حسن تو کیا پری پیکر کا بھی جادو نہیں چلتا۔ وہ ہر چیز میں اللہ کا جلوہ دیکھتا ہے۔ نور دیکھتا ہے حسن حقیقی دیکھتا ہے۔ عورتوں کا ماں بہن جیسا احترام کرتا ہے۔ اس کی خودی زندہ رہتی ہے اور اس خودی میں خدا جلوہ افروز رہتا ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چہارغ راہ نمبر ۸۸

”جنم میں گھر جائے وہ ہمارا نہیں ہے۔“ (وارث پاک)

نگاہ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو
ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسائی

(اقبال)

محبت اور طمع ایک دوسرے کی ضد ہے۔ جہاں محبت ہے وہاں طمع نہیں اور جہاں طمع ہے وہاں محبت نہیں۔ فرمان
وارث ہے ”جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے اسی کے خلاف اعلان ہے، ” جو طمع میں گھر جائے وہ ہمارا نہیں ہے
۔“ دارشیوں کو خصوصیت کے ساتھ اس فرمان وارث کو ہمیشہ پیش نظر کھانا چاہئے = ایسا نہ ہو کہ طمع میں گھر کرو اور اس کو تم کھو دو۔
ارے نادان طمع تو وہ کرتا ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ غریب ہو۔ تو تو ایسے پیر کا مرید ہے۔ جس کے لاکھوں خزانے ہیں۔
اگر تو طمع سے پاک نہ رہ سکا تو کس طرح وارث کے لاحساب خزانوں کی رکھواںی کر سکے گا۔ پہلے سچا وارثی تو بن۔ پھر وارث
تجھے اپنے سارے خزانوں کا پابنان بنادیں گے اور تیرے ہی ہاتھوں سے قدرت کی لاحساب دولت جس کی ہزاروں شکلیں
ہیں، دنیا والوں کو بٹوائی جائے گی۔ (حسین)

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۸۹

”بڑی فقیری یہ ہے کہ ہاتھ نہ پھیلے۔ بلا مانگے دے تو لے لے۔“ (وارث پاک)
عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو
تری نگاہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام

(اقبال)

بلا مانگے دے تو لے لے۔ بلا مانگے صرف خدادیتا ہے اور یہ اشارہ صرف خدا کی طرف ہے آدمی کی طرف
نہیں۔ بخشش کرنا، عنایت کرنا خدا کی شان ہے اور اس شان کو خدا ہی بناتا ہے۔ وہ دیتا ہے تو اس قدر کہ دین و دنیا تک
دونوں ہاتھوں سے لانا نہ پہنچی نہ کم ہوتا ہے اور نہ ختم۔ جو خود مجبور ہے وہ دوسرے کی حاجت روائی کیا کرے گا۔ آدمی
کمزوریوں اور ہر قسم کی حاجت کی جیتنی جاگتی تصویر ہے۔ ایک کمزور اور حاجت مند دوسرے کی ضرورتوں کو کیسے پورا کریں گا۔
بجائے انسان کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلا۔ اللہ سے مانگ۔ تیرا حق ہے تجھے ضرور ملے گا۔ مانگنے
کے طریقے سے مانگ۔ نیکی کی مزدوری مانگ۔ مقدر کا لکھا مانگ۔ بڑی فقیری یہ ہے کہ کسی انسان کے سامنے ہاتھ نہ پھیلے۔
بلا مانگے اللہ کی اپنے نیک بندے کے ذریعہ دے تو اس سے انکار نہ کرے، لے، قبول کر لے، شکر اور صبر کے ساتھ قبول
کر لے۔ معشوق کی ایک یہ بھی ادا ہوتی ہے۔ عاشق وہی کرے جس سے معشوق خوش ہوتا ہے، راضی ہوتا ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چہاٹ راہ نمبر ۹

”فقیر کا کوئی گھر نہیں اور سب گھر فقیر کے ہیں۔“ (وارث پاک)

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود

ہوتی ہے بندہ مومن کی اذال سے پیدا

(اقبال)

اینٹ، مٹی اور پتھر کے چھوٹے بڑے گلدوں کو سجا کر دیواریں جو تم اٹھاتے ہو۔ اس کا نام گھر نہیں۔ اس کا نام
دھوپ اور پانی سے بچنے کا سہارا ہے۔ فقیر کا گھر ساری دنیا ہے۔ جب جہاں تھی چاہے رہے۔ تم پر جب خدا نے دنیا گھر
نہیں کی تو تم اینٹ، مٹی، پتھر کی دیواروں میں اپنے قید کو دنیا کیوں چاہتے ہو۔ دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے۔ دنیا کے
لئے تمہیں خدا نے نہیں پیدا کیا۔ زمین کا چھپ چھپ تھہیں دیکھنے کے لئے ترستا ہے۔ جب دنیا میں آیا ہے تو سب سے پہلے دنیا
دیکھے پھر تیری عقل میں آئے گا کہ اللہ کیا ہے۔ اس کی خدائی کیا ہے اس کا کرم کیا ہے۔ اس کا کرم کیا ہے۔ اس کا قبھر کتنا بیت
ناک ہے۔ اینٹ اور پتھر کی چہار دیواری میں اپنے کو قید نہ کر۔ قید تو جانور ہوتا ہے، انسان نہیں اور ٹوٹو فقیر ہے، فقیر کا کوئی
گھر نہیں اور سب گھر فقیر کے ہیں۔ (حسین)

☆☆☆

چہاٹ راہ نمبر ۹

”معشوق کا ترسانا اور حجاب و عتاب ہی تورجم وفضل ہے۔“ (وارث پاک)

مرض کہتے ہیں سب اس کو یہ ہے لیکن مرض ایسا
چھپا جس میں علاج گردش چرخ کہن بھی ہے

(اقبال)

عشق کی منزل بہت دشوار گزار کٹھن ہوتی ہے۔ اسی لئے طالب بہت مشکل سے پسند کرتے ہیں۔ وہی پسند
کرتے ہیں جس کی فطرت خطر پسند ہوتی ہے۔ جس کا نام سے اوروں کا دل دمل جاتا ہے۔ عاشق کیلئے ایک اشارہ
کافی ہے۔ دنیا کے جتنے بھی نمایاں کارنا مے ہیں سب کے سب عاشق ہی کے دم سے ظہور میں آئے ہیں۔ چاہے وہ
کارنا مے مادی دنیا کے ہوں یا روحانیت کے۔ عاشق ہی کے خون جگر کا نذر رانہ ہے۔ عاشق وصل کا دیوانہ ہوتا ہے۔ وہ چاہتا
ہے کہ حجاب اٹھے اور جلوہ نظر آئے۔ اسی دھن میں وہ پارہ کی طرح بے قرار رہتا ہے۔ معشوق بھی عاشق کے جذبہ صادق کا
احترام کرتا ہے۔ وہ بھی چاہتا ہے کہ اپنے جانیا ز اور جان شمار عاشق کو اپنی آغوش میں بخالے گز شرط صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ
عاشق صرف اپنے معشوق کے رخ زیبا ہی کا دیوانہ ہو۔ معشوق اپنا کوئی رقبہ بنا نہیں چاہتا ہے۔ اس لئے معشوق کو اپنے
دل پر پتھر باندھ کر اپنے جان شمار عاشق کے عشق کو پختہ کرنے کیلئے ظالم بننا پڑتا ہے۔ وہ اس لئے ترساتا ہے۔ حجاب کرتا

ہے، عتاب دیتا ہے تاکہ اس کے عاشق کی محبت میں جذبہ آئے تڑپ آئے۔ محبت پختہ ہو جائے۔ بظاہر معشوق کا ترسانا، جواب عتاب ہے مگر باطن یہ رحم وفضل ہے۔ اگر معشوق ایسا نہ کرے تو اس کا عاشق ہر جائی ہو جائے اور بھنور ابن کر پھول پھول دوڑتا پھرے۔ اس لئے کہ وصل کے بعد عشق کی تپش بخندی ہو جاتی ہے یہ آگ ایسی ہوتی ہے کہ ایک بار بخندی ہونے کے بعد دوبارہ نہیں سلگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عاشق کو وصل اس وقت نصیب ہوتا ہے۔ جب تمام صفات عشق ذات میں فنا ہوتے ہیں اس میں گم ہو جانے ہی کو وصال کہتے ہیں۔ (حسین)

☆☆☆

چارغ راہ نمبر ۹۲

”معشوق کا ترسانا اور جواب و عتاب ہی تو رحم وفضل ہے۔“ (وارث پاک)

مرض کہتے ہیں سب اس کو یہ ہے لیکن مرض ایسا
چھپا جس میں علاج گردش چرخ کہن بھی ہے

(اقبال)

عشق کی منزل بہت دشوار گزار اور کٹھن ہوتی ہے۔ اسی لئے طالب بہت مشکل سے پسند کرتے ہیں۔ وہی کرتے ہیں جس کی فطرت خطر پسند ہوتی ہے۔ جس کام کے نام سے اور وہ کامل دل جاتا ہے عاشق کیلئے ایک اشارہ کافی ہے۔ دنیا کے جتنے بھی نمایاں کارنائے ہیں سب کے سب عاشق ہی کے دم سے ظہور میں آئے ہیں۔ چاہے وہ کارنائے مادی دنیا کے ہوں یا روحانیت کے۔ عاشق ہی کے خون جگر کا نذر انہے ہے عاشق وصل کا دیوانہ ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ جواب اٹھے اور جلوہ نظر آئے۔ اسی دھن میں وہ پارہ کی طرح بے قرار رہتا ہے۔ معشوق بھی عاشق کے جذبہ صادق کا احترام کرتا ہے وہ بھی چاہتا ہے کہ اپنے جانباز اور جاں نثار عاشق کو اپنی آغوش میں بٹھالے۔ مگر شرط صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ عاشق صرف اپنے معشوق کے رخ زیبا ہی کا دیوانہ ہو۔ معشوق اپنا کوئی رقبہ بنانا نہیں چاہتا ہے۔ اس لئے ترسانا و جواب عتاب دیتا ہے تاکہ اس کے عشق کی محبت میں جذبہ آئے تڑپ آئے۔ محبت پختہ ہو جائے بظاہر معشوق کیا ترسانا و جواب عتاب ہے۔ مگر باطن یہ رحم وفضل ہے اگر معشوق ایسا نہ کرے تو اس کا عاشق ہر جائی ہو جائے اور بھنور ابن کر پھول پھول دوڑتا پھرے اس لئے کہ وصل کے بعد عشق کی تپش بخندی ہو جاتی ہے یہ آگ ایسی ہوتی ہے کہ ایک بار بخندی ہونے کے بعد دوبارہ نہیں سلگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عاشق کو وصل اس وقت نصیب ہوتی ہے۔ جب تمام صفات عشق ذات میں فنا ہوتے ہیں اس میں گم ہو جانے ہی کو وصال کہتے ہیں۔ (حسین)

☆☆☆

چاغ راہ نمبر ۹۲

”تلیم درضا ہے جب کہ شر کو بھی خیر سمجھے اور خر تو خر ہی ہے اور تکلیف بھی عاشق و مسحوق کا راز و نیاز ہے۔

(وارث پاک)

تیری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
میری دعا ہے تیری آرزو بدل جائے

(اتقال)

تلیم درضا کی منزل، فیض ولایت اور فیض نبوت کے ظہور کی منزل ہے۔ اس لئے نقیری کے سب سے دشوار گزار منزل پر عاشق صادق کا امتحان ہوتا ہے۔ شر کو خیر سمجھنا مسحوق کی جفا کو عطا سمجھنا۔ صرف زبان سے نہیں، صرف دماغ سے نہیں، صرف عقل سے نہیں بلکہ دل کی گہرائی سے دل کے ہر گوشہ اور ہر پہلو سے پوری تصدیق اور یقین کامل سے سمجھنا۔ اس کا نام تلیم درضا ہے۔ جوان بیٹھے کی موت، کل باوشاہ اور آج گدا۔ صبح تند رست اور شام موت کی آخری پیکھی۔ بیٹھے بیٹھائے ذلت اور رسولی کا انبار۔ بلاۓ ناگہانی سب شرب جنمگردی تصدیق یہ کہ خیر ہے، عطا ہے۔ ایسے یقین محکم اور ایسی تصدیق کا نام رضا و تلیم ہے۔ اس کی طرح تصدیق کا قائم ہونا عاشق کے بس کی بات نہیں۔ بڑے سے بڑے جانباز اور جاں نثار فقیر پارہ کی طرح تھرہانے لگتے ہیں۔ لاکھوں میں ایک بلکہ کروڑوں میں ایک ایسے خوش نصیب فقیر ہوتے ہیں۔ جن کو خدا اپنی مخصوص عنایت اور رحمت والی نظر سے دیکھتا ہے اور تلیم درضا جیسی یقینی گوہ درختاں سے مالا مال کر دیتا ہے۔ ایسے ہی عاشق کو اللہ کی طرف سے ہر حال میں ایک حال ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز سے اور ہر مخلوق سے جو چاہیں کر دیں۔ عاشق را ہی ہوتا ہے۔ منزل دو دراز ہوتی ہے۔ راستے پر خطر اور یقیدہ ہوتے ہیں۔ مسحوق باخبر ہوتا ہے اور عاشق بے خبر۔ بے خبری میں عاشق راحت کے راستے کو تکلیف تصور کرتا ہے۔ مگر باخبر مسحوق اپنے عاشق جانباز اور جاں نثار کو پیار و محبت کے ذریعہ جاب و عتاب کے ذریعہ، کبھی ترسا کر، کبھی ڈرا کر، کبھی تسلی دے کر منزل بے منزل طے کرانا جاتا ہے۔ منزل جب تک نہیں آتی ہے۔ عاشق رہتا ہے اور ہر قدم پر تکلیف محسوس ہوتا ہے۔ یقین ہے تکلیف بھی عاشق و مسحوق کا راز و نیاز ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چاغ راہ نمبر ۹۳

”جو تم سے محبت کرے۔ اس سے محبت کرو۔ نہ کسی کے حق میں دعا کرو نہ بد دعا تم رضا و تلیم کے بندے ہو۔“

(وارث پاک)

تیری دعا سے فضا تو بدل نہیں سکتی
مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے

(اتقال)

رضاد تسلیم کے بندے۔ خیر تو خیر۔ شر میں بھی خیر دیکھتے ہیں۔ معموق کی جنم میں عطا دیکھتے ہیں۔ ایسے بندگان نے کی نگاہ میں قدرت کی ہرجزراپنی اصلی نوعیت پر نظر آتی ہے۔ اس کی نگاہ دو رین اور اندر وین بین ہو جاتی ہے۔ راز اور پریز عشق اس پر کھل جاتے ہیں۔ اس کے تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں۔ قطرہ کی ساری ترپ اور بیقراری عشق کے سند رہ میں جاتے ہی سکون اختیار کر لیتی ہے۔ اس کی زبان پر کسی کے حق میں دعا ہوتی ہے اور نہ بد دعا۔ جو اس سے محبت کرتا ہے۔ اس سے دھمکت کرتا ہے۔ بھی راضی برضا کی منزل ہے مرضی مولا کی منزل ہے۔ فقیری کی سب سے علی مرتبہ کی منزل ہے یہ سعادت زور بازو سے نہیں ملتی ہے۔ یہ خدا کی خاص الیاحص عنایت ہے۔ رحمت سے ہے جسے بخش دے۔ (حسین)



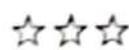
چہ اغ راہ نمبر ۹۳

”تسلیم و رضابی بی فاطمہ اور دنوں صاحزادوں کا حصہ ہے۔ (دارث پاک)

رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ دیکھتا
اڑ گیا جو تیرے دل میں لا شریک لے

(اقبال)

چوں کہ فقیری حضرت بی بی قاطرہ اور ان کے ہونہار دنوں لخت جگہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی ذات با برکت پر کھل بھئی اور ان ہی کے ذریعہ یہ فیض عام جاری ہوا۔ اسی طرح تسلیم و رضابی کی منزل جو فقیری کی آخری اور انگلی ترین منزل ہے وہ بھی امر الفقرا حضرت بی بی قاطرہ اور امام الشہداء حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ پر ہی تکمیل تک پہنچی۔ تسلیم و رضابی کا امتحان جو امام الفقرا نے دیا یا امام الشہداء نے دیا، وہ بے مثال ہے اور قیامت تک دوسرا مثال اس کی قائم نہیں ہو سکتی ہے۔ خیر تو خیر، شر کو بھی خیر اس درجہ سمجھا کہ مجبود حقیقی کو بھی آفریں کہنا پڑا۔ معموق حقیقی کی جفا کو ایسی عطا سمجھا کہ انسان تو انسان ہر جاندار ایک زبان ہو کر مر جامِ حجا کہہ اٹھا۔ آخر کیوں نہ ہو، آپ کا مگاڈ کس سے تھا۔ نسبت کس سے تھی۔ نور کس کا تھا۔ محظوظ خدا کا تھا۔ رحمۃ اللعلیین کا تھا۔ محبت کامل کا تھا، انسان کامل کا تھا۔ امام الاولیاء حضرت علی شیر خدا، مولا مشکل کشا کی شریک حیات اور ان کے دنوں صاحزادے تسلیم و رضابی کی صفات اول میں اگر جگہ نہ پاتے تو اور کون پا سکتا تھا۔ یہ خصوصیت والی عنایت خداوندی اگر ان کے حصہ نہ آتی تو اور کون اس کا سختق ہو سکتا تھا۔ جیسی نیکی ویسا بدله جیسی قربانی ویسا صلح۔ اللہ سب سے بڑا مصنف ہے اس کے انصاف پر انسان تو انسان پر نہیں مار سکتے۔ (حسین)



چراغ نمبر ۹۵

"حضرت امام حسینؑ نے ایک رضائے معشوق کیلئے تمام خاندان کو میدان کر بلا میں شہید کر دیا۔" (وارث پاک)

محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے صحراء بھی
جرس بھی کارواں بھی راہبر بھی راہزن بھی ہے

(اقبال)

میدان کر بلا کا واقعہ دنیاۓ اسلام کیلئے اہم اور عبرت ناک واقعہ ہے۔ حضرت امام حسینؑ باغِ اسلام کے درخشاں پھول تھے۔ یزید بھی باغِ اسلام کا نمایاں پھول تھا مگر آل عبا کی محبت دل میں نہ تھی۔ اس لئے پر خاش پر کمر باندھ کر ستیا ہاں ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد دین اسلام کی خلافت چاروں جلیل القدر صحابی پروانہ رسول، عاشق دین، یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی شیر خداؓ کے ذمہ اور حصہ میں آئی۔ دشمنان اسلام اور منافقان دین نے دین اسلام کی بنیاد کو چاروں جلیل القدر خلفاء کے دوران خلافت میں ہی حد درجہ کمزور کر دیا تھا۔ حضرت علی شیر خداؓ کی شہادت اور ان کے پردہ کر جانے کے بعد خلافت کی رہی سکی عزت خطرہ میں پڑ گئی۔ باغِ اسلام میں خزان آگئی۔ بزرگوں نے اور شارعِ اسلام نے جس درختِ اسلام کو اپنے خون جگر سے پیچ کر پھل دار اور شاندار درخت بنایا تھا۔ اس کی جڑ بننے لگی، شاخیں کٹنے لگیں، پتے جھوٹنے لگے۔ عنقریب تھا کہ باغِ اسلام کا درخت زمین پر آگرے مگر معبدِ حقیقی کا اپنے محبوب سے وعدہ تھا کہ کھلمِ خلا قرآن کا اعلان تھا کہ خدا اپنے قرآن کا، اپنے دین اسلام کا خود محافظ ہے۔ وعدے کے مطابق معبدِ حقیقی کا اپنے تسلیم و رضاوائے بندے کی طرف اشارہ ہوا۔ جن کو عطا کیجئے والے عاشق جانباز اور جانشیر کی طرف انگلی انھی اور انگلی کے اٹھتے ہی عاشق صادق حضرت امام حسینؑ رضائے یار کے لئے رضائے معشوق کیلئے تن من و حن کے ساتھ تمام خاندان کے ساتھ شیر خوار بچوں کے ساتھ میدان کر بلا میں حاضر ہو گئے اور سب کے سب جام شہادت نوش فرمائے۔ ایک طرف تسلیم و رضا کی منزل کا امتحان تھا اور دوسری طرف اپنے وعدے کے مطابق اپنے اسلام دین کی حفاظت منظور تھی۔ منزل بھی طے ہو گئی اور دین اسلام کی حفاظت بھی پوری ہوئی۔ عاشق بھی اپنی منزل فقیری کا بادشاہ بنا اور معشوق کی بھی اپنے محبوب کے سامنے لاج رہ گئی۔ یہ تھا اصل میں راز و نیازِ عشق، جو میدان کر بلا کے نام سے مشہور ہے۔ رمز عاشقی و معشوقی نازک ہے۔ کوئی اس کو کیا سمجھ سکتا ہے جو حضرت امام حسینؑ کی شان میں نہ کہنے والی بات منہ سے نکالتے ہیں۔ وہ اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ یہ راز و نیازِ عشق ہے۔ مشاہنگ اس کو کیا جائیں۔ یہ کام فقیروں کا ہے۔ جن کو کوئی سانس یا خدا سے خالی نہیں جاتی ہے۔ جس کا ایمان رضائے یار ہوتا ہے۔ فقیرِ شعبِ الہی کے پروانے ہوتے ہیں۔ شمع جلی اور پروانے جاں نثار اور قربان۔ یہی حال تھا فقیروں کے بادشاہ حضرت امام حسینؑ کا۔ جنہوں نے ایک رضائے معشوق کے لئے تمام خاندان کو میدان کر بلا میں شہید کر دیا۔ انتہا یہ کہ اس وقت سے لے کر آج تک ہزاروں لاکھوں، کروڑوں فقیر، غلام حسینؑ، خاک حسینؑ؛

تن من دھن سب قربان کرتے چلے آرہے ہیں اور اس دین اسلام کے درخت کو اپنے خون جگر سے پتھر رہے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ یہی فیضِ حسین ہے۔ یہی پیرویِ حسین ہے۔ یہی سنتِ حسین ہے۔ (حسین)



چاغ نمبر ۹۶

”انسان جس چیز کو مضبوط کرے اور اس پر رُک جائے، وہیں خدا ہے۔“ (وارث پاک)

حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی
مکاں لکلا ہمارے خانہ دل کے مکینوں میں

(اقبال)

خدا کا ملتا تھہ بند پر موقوف نہیں ہے۔ طلب صادق ہے تو ہر لباس، ہر چیز اور ہر ذرہ میں ملتا ہے۔ ملنے کی شرط ایک ہے۔ مضبوط کرنے اور رُک جانے کا۔ انسان جس چیز کو مضبوط کرے اور اس پر رُک جائے وہیں خدا ہے۔ اس سے بڑی عنایت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اس نے اپنے ملنے کا کوئی خاص گھر، کوئی خاص شے کوئی خاص مقام مقرر نہیں کیا ہے۔ جہاں چاہو، جس جگہ چاہو، جس شے میں چاہو، اس سے مل سکتے ہو۔ چیزیاں کا انتخاب تم پر چھوڑا ہے۔ جن لو انتخاب کرلو۔ کہاں ملو گے۔ کس چیز میں ملو گے۔ یہ خدا کو بتا دو۔ اس کے جواب میں خدا اتنا ہی چاہتا ہے کہ جب تم نے اس چیز کی تخصیص کر لی۔ اس شے کو انتخاب کر لیا۔ تو اس چیز یا اس شے کو مضبوط کرے رہو۔ اس پر رُک جاؤ نہ آگے بڑھو اور نہ پیچھے۔ تمہارے مضبوط کرنے اور رُک جانے کا امتحان ہو گا۔ تمہارے ایثار و قربانی کا امتحان ہو گا۔ تمہارے تن من دھن کا امتحان ہو گا۔ تمہارے ایمان کا امتحان ہو گا۔ تمہارے یقین اور تمہاری تصدیق کا امتحان ہو گا۔ رضا و تسلیم کا امتحان ہو گا۔ رضاۓ یار کا امتحان ہو گا۔ اگر سب منزلوں سے تم پار ہو گئے۔ تو خدا ایک حسین معشوق کی صورت میں تمہیں ملے گا اور تمہاری ساری امیدیں، ساری تمنائی برا آ جائیں گی۔ تم دین و دنیادنوں جگہ ستارے بن کر چکو گے۔ مست و بے غم بن کے۔ ہاغ دنیا اور ہاغ جنت میں سیر کرتے نظر آؤ گے۔ (حسین)



چاغ نمبر ۹۷

”نفوس کو ذاتِ قہ موت ہے اور روح کو ذاتِ قہ موت نہیں۔ قرآن پاک میں حق تعالیٰ فرماتے ہے۔“ کل نفس ذاتِ قہ موت یہیں فرمایا۔ کل روح ذاتِ قہ موت۔“ (وارث پاک)

اگر نہ ہو تجھے الجھن تو کھول کر کہہ دوں
وجود حضرت انساں نہ روح ہے نہ بدنا

(اقبال)

نفس اور روح دونوں ایک دوسرے سے بالکل جدا چیز ہے۔ ایک خاکی ہے تو دوسرا نوری۔ ایک کوموت ہے مگر دوسرے کوموت نہیں۔ ایک آقا ہے تو دوسرا غلام، ایک بندہ ہے تو دوسرا خدا کی آواز یا جلوہ۔ نفس کوموت ہے، روح کوموت نہیں۔ نفس خاکی ہے اور روح نوری۔ نفس غلام ہے اور روح آقا۔ نفس بندہ ہے اور روح خدا کی آواز یا خدا کا جلوہ۔ پانی، مٹی، آگ اور ہوا کے ظہور ترتیب سے نفس بنتا ہے جس کو لوگ زندگی کہتے ہیں۔ جب یہی عناصر پر پیشان ہو جاتے ہیں تو اسے موت کہتے ہیں مگر روح خدا کا نور ہوتی ہے۔ خدا کی آواز ہوتی ہے۔ خدا کا جلوہ ہوتا ہے۔ نہ اس کی کوئی عیحدہ اپنی مشکل ہوتی ہے اور نہ کوئی ترتیب، نہ اس کا کی کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی تشریع، وہ تمام حد بندیوں سے مبرأ اور پاک ہے۔ جو تعریف نور خدا کی ہے۔ وہی تعریف قطرہ نور یعنی روح کی ہے۔ وہ روح اللہ کے حکم سے نفس انسانی میں آتی ہے اور اسی کے حکم سے نفس غصري کو چھوڑ کر واپس لوٹ جاتی ہے۔ قطرہ نور سمندر نور میں مل جاتا ہے۔ اس کوموت کے ذائقہ سے کیا نسبت۔ نفوس کو ذاتِ کوہ موت ہے اور روح کو ذاتِ کوہ موت نہیں۔ بحق ہے، بحق ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ نمبر ۹۸

”عشق“ تین حروف سے مرکب ہے۔ ع۔ ش۔ ق۔ ”عین“ عبادت الہی مقصود ہے، ”شین“ سے پابندی شرع شریف، ”قاف“ سے قربانی نفس۔ ”وارث پاک“

عشق دم جریل عشق دل مصطفیٰ
عشق خدا کا رسول ﷺ عشق خدا کا کلام

(اقبال)

یہ اشارہ فقیروں، دردیشوں کی ہدایت کیلئے ہے جو اپنے جوش جنوں، اپنے عشق کی تمجید کیلئے کرب، ریاضت، عملیات جیسی خرافات میں پھنس کر اپنا سب کچھ کھو بیٹھتے ہیں اور ساری زندگی ضرب لگاتے لگاتے۔ حق اللہ کا نفرہ لگاتے لگاتے تھک جاتے ہیں۔ مگر عشق کی پہلی سیر ہمی پہ بھی ان کا قدم جمٹا نظر نہیں آتا ہے۔ ان ہی راہیوں کے لئے، ان ہی طالبوں کے لئے عشق کی تشریع مکمل اور جامع تفسیر خود اپنی زبان مبارک سے وارث پاک نے کر دی ہے۔ عبادت الہی پابندی شرع شریف اور قربانی نفس۔ چراغ عشق کی جدا جدا تین لوئیں ہیں۔ طالب کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ ہر یک وقت اس چراغ عشق کی تین لوؤں کو، تین باتیوں کو ہر یک وقت روشن کریں اور قطرہ خون جگر کے گھنی سے چراغ عشق کو بھر پور رکھیں۔ جب عبادت الہی پابندی شرع شریف اور قربانی نفس کی نیکی بڑھتے بڑھتے ایک دوسرے سے پیوست ہو جائے۔ ایک دوسرے میں جذب ہو جائے یا یوں سمجھئے کہ چراغ کی تینوں لوئیں جلتے جلتے ایک لوہو جائے تو اس ترتیب، اس جذب، اس پیوست کو عشق کہتے ہیں۔ عشق کی تعمیل اس سے بھی زیادہ کئھن اور دشوار گزار منزل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقیر کم اور مشارک زیادہ ہوتے ہیں۔ چوں کہ منزل عشق نخت اور دشوار گزار ہوتی ہے۔ اس لئے طالب مشکل سے پسند کرتے ہیں۔ وہی پسند

کرتے ہیں جو مجنوں اور فرہاد کا دل لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سب کام نہیں۔ یہ وہی چیز ہوتی ہے، کب سے کچھ نہیں ملا۔ نجات چاہتے ہو تو کب چھوڑ دا اور اپنی محنت مزدوری کے کام میں لگ جاؤ۔ (حسین)



چاغ نمبر ۹۹

”عشق کی ابتداء میں عین ہے اور شرع کی اخیر میں ”ع“ ہے یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات کو آخر تک طے نہ کرے وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ کمال عشق یہ ہے کہ عاشق سے معشوق ہو جائے۔ عشق وہی ہے جو ذاتِ معشوق میں محو ہو جائے۔“ (وارث پاک)

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ

عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام

(اقبال)

یہ ارشاد ان بزرگ ہستیوں کے لئے خصوصیت کا درجہ رکھتا ہے جو عشق کی راہ میں ایک جانباز اور جان ثار طالب کی حیثیت سے سفر کرتے ہیں۔ سفر کرتے کرتے منزل طے کرتے کرتے فتحا شیطان اس کے کانوں اور دلوں میں یہ آوازِ ذال دیتا ہے کہ تم عشق کے پروانے ہو، پھول کے شیدائی ہو، لیلی کے مجنوں ہو، شیریں کے فرہاد ہو، معبد حقیقی کے متوا لے ہو، تمہیں شرع شریف سے کیا واسطہ۔ اس کی پابندی تم پر لا گو نہیں ہوتی۔ یہ ان کے لئے ہے جو مشائخ ہیں۔ فقیر کے لئے نہیں۔ ایسے ہی خوش فہم ہستیوں کی ہدایت اور رہنمائی آپ فرماتے ہیں۔ وہیں اور اپنے طفل مکتب فقیروں کو سبق دے رہے ہیں۔ عاشق کی ابتداء میں عین ہے اور شرع کے اخیر میں عین ہے۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو کوئی طالب یا فقیر شرع شریف کے درجات کو آخر تک طے نہ کرے، وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ کمال عشق یہ ہے کہ عاشق سے معشوق ہو جائے۔ عاشق وہی ہے جو ذاتِ معشوق میں محو ہو جائے۔ شرع شریف کیا ہے قرآن کریم ہے۔ یہ اللہ کی، معبد حقیقی کی، معشوق حقیقی کی آواز ہے۔ جلوہ ہے، نور ہے۔ اسی شرع شریف کے درجات کو آخر تک طے کرنے کے بعد رسول ﷺ خدا، محبوب خدا ہوئے۔ یعنی عاشق سے معشوق ہوئے۔ یہی شرع شریف کے درجات کو بقدر ظرف اور پیانہ تم طے کر دے گے تو تمہارے عشق میں بھی کمال حاصل ہو گا پیارے۔ شرع شریف کے بغیر فقیری ایک پھول ہے جس میں خوشبو نہیں۔ ایک موتی ہے جس میں آب نہیں۔ ایک ہیرا ہے جس میں تاب نہیں۔ (حسین)



چاغ نمبر ۱۰۰

”عشق ایک بنظیرِ معشوق ہے اور محبوب کی محبت کے اثرات اس میں کیسا کی خاصیت رکھتے ہیں۔“ (وارث

عشق کے مضراب سے نفہ نار حیات عشق سے نور حیات عشق سے نار حیات

(اقبال)

اس ارشاد میں طالبوں، فقیروں اور عاشقوں کی ہدایت ہے کہ وہ اس سے بے پرواہ ہو جائیں کہ ان کا نام
معشوقِ حقیقی کے یہاں درج بھی ہے کہ نہیں۔ ان کے درد بھرے دل کی آواز کی رسائی بھی ہے کہ نہیں۔ اس سے بھی بے فکر،
بے پرواہ اور بے خبر ہو جائے۔ عشق ہی کو اپنا بے نظیر معشوق تصور کر لے۔ اسی جنون عشق میں عبادت الہی، شرع شریف اور
قربانی نفس کے درجات کو طے کرتا جائے۔ طے کرتے کرتے فنا ہو جائے، گم ہو جائے، اپنی ہستی کو نیست کر دے۔ تمام
صفات عشق کو زلات میں فنا کر دے۔ ایک دن ایسا آتا ہے کہ معمود حقیقی، یعنی معشوقِ حقیقی اپنے اس جانباز اور جانشناخت عاشق
کے رو بروز زیبا کی شکل میں، پری پیکر کی شکل میں، مسیح اکی شکل میں، ملائی کی شکل میں، شیریں کی شکل میں ظاہر ہو جاتا ہے
اور اپنے عاشق کو آغوش میں لے لیتا ہے۔ محبوب کی محبت کے اثرات عشق میں کیمیا کی خاصیت رکھتے ہیں۔ یہ محبوب کی
محبت ہی کے ثراۃ تھے جس نے عرب جیسے مس خام کو لندن بنانا کر کھدیا۔ ہم جیسے لوہے کو فولاد بنانا کر کھدیا۔ عشق کیمیا ہے۔
عشق ایک بے نظیر معشوق ہے عشق دم جریل، عشق دل مصطفیٰ، عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام۔ (حسین)

☆☆☆

چانگ نمبر ۱۰

"جس کو معشوق چاہتا ہے عشق کی زنجیر میں جکڑ دیتا ہے۔" (وارث پاک)

ہے خواب ثبات آشنايی
آئیں جہاں کا ہے جدائی

(اقبال)

یہ ارشاد ان بزرگ استیوں کی رہنمائی کے لئے ہے۔ جو کب ریاضت، عملیات کے ذریعہ عاشق بننا چاہتے ہیں۔
عاشق بننا خود اختیاری نہیں ہے۔ معشوق اپنی مرضی کا مالک اور مقدار ہے یہ اس کی مرضی۔ وہ جس کو چاہے اپنے چاہنے والے
کے گردہ میں شامل کر لے۔ جس پر نظر انتخاب پڑ جاتی ہے۔ اس کی خیر نہیں ہے۔ اس کا چھکا رہا نہیں ہے۔ وہ ہزار بھاگے ہزار
کو دے، مگر نجات نہیں۔ شور و غل کرنے پر پاؤں میں بیڑی پہننی پڑتی ہے۔ قید خانے کی ہوا کھانی پڑتی ہے۔ معمود حقیقی یا
مشوقِ حقیقی کی دنیا سے یا اس کی بادشاہت سے آخرویانہ بھاگ بھی کہاں سکتا ہے۔ ایک روز تھک کر عشق کی زنجیر میں جکڑ کر
مشوق کے رو بروپیش ہو جاتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ آج سے آپ ہی کے غلام رہیں گے۔ آپ ہی کا نام لیں گے۔ آپ ہی

کے ہمارے جئیں گے۔ ساری زندگی عبادت الہی، پابندی شرع شریف اور قربانی نفس میں صرف کر دیں گے۔ کل کا گستاخ اور باغی توبہ کرنے کے بعد، وعدہ کرنے بعد ایسا وفا دار ایسا تابع دار، غلام، ایسا شیدائی، ایسا عاشق ثابت ہوتا ہے کہ اپنی عبادت کے ذریعہ اپنی پابندی شرع کے ذریعے، اپنے تن من وطن کی قربانی کے ذریعہ ہزاروں دن کے سفر کو منٹ بھر میں طے کر لیتا ہے۔ راضی برضا تسلیم و رضا کی انتہا یہ کہ اپنی تمام صفات عشق ذات میں فنا کر دیتا ہے۔ اپنی ہستی نیست کر دیتا ہے۔ اپنے کو کم کر دیتا ہے۔ عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ خدا کو ایسا بندہ چاہئے ایسا فقیر چاہئے۔ ایسا عاشق چاہئے۔ عشق وہی چیز ہے کب سے کچھ نہیں ہوتا۔ ریاض سے کچھ نہیں بنتا۔ نجات پاتے ہو تو کسب چھوڑ دو۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۱۰۲

”کمال عشق یہ ہے کہ عاشق سے معشوق ہو جائے۔“ (وارث پاک)

کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا راز مخفی
جنون میں جو چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے

(اقبال)

عاشق کی ابتداء میں عین ہے اور شرع کی اخیر میں عین ہے۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات آخر تک طے نہ کرے وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ شرع شریف، قرآن کریم ہے جو حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ حضرت محمد الرسول ﷺ پر نازل ہوا۔ انہوں نے قرآن کریم کے ایک ایک حرف ”الف“ سے لیکری ”نمک شروع سے لے کر آخر تک کی پیرودی کی۔ یہ پیرودی قرآن کریم کے سنبھارے نشان مبارک اب تک موجود ہیں جو احادیث نبی ﷺ کے نام سے موسوم ہیں۔ چونکہ آپ کی ذات انسان کامل کی ذات تھی۔ محبت کامل کی ذات تھی۔ اسی لئے شرع شریف کے درجات یعنی قرآن کریم کے احکام پورے کے پورے حسن و خوبی کے ساتھ انجام پا گئے۔ اس طرح عشق میں کمال حاصل ہو گیا۔ اس کی سند یہ ہے کہ معراج کی رات میں حسن و عشق ایک ہو گیا۔ راز و نیاز ایک ہو گیا۔ تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو گئے۔ عاشق و معشوق ایک ہو گئے۔ کمال عشق یہ کہ عاشق سے معشوق ہو گئے اور محبوب خدا کا لقب پایا۔ یہ خاص الخاص والا مرتبہ ہے۔ یہ درجہ کسی اور کوئی ملا ہے اور نہ طے گا۔ نہ اتنا بڑا اظرف لے کر کوئی پیدا ہو گا اور نہ اتنی بڑی منزل طے کرے گا۔ خدا کے بعد بزرگی محبوب خدا پر فتح ہے۔ حسن یوسف، دم صیلی یہ بھئے داری، آنچہ خوبی، ہمہ دارند تو تہاداری۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۱۰۳

”عشق وہی حاصل کرنا چاہئے جو مرنے کے وقت کام آئے اور وقت موت زبان سے لکھے۔ اگر زبان سے لکھے

ادانہ ہو سکا، علم کس کام آیا۔” (دارث پاک)

خبر، عقل، خرد کی ناتوانی
نظر و نظر کی حیات جادو اور جادوگی

(اقبال)

انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے۔ جس سے محبت ہوتی ہے یا عشق ہوتا ہے۔ جس کے تصور میں مرتا ہے اسی کے ساتھ حشر ہوتا ہے۔ اس لئے ہدایت ہے کہ ”عشق وہی حاصل کرنا چاہئے جو مر نے کے وقت کام آئے اور وقت موت زبان سے نکلے اگر زبان سے کلمہ ادانہ ہو سکا، علم کس کام آیا۔ یوں تو ہر طالب کو اختیار ہے کہ وہ جس سے جی چاہے عشق کرے۔ محبت کرے۔ مگر درویشوں اور فقیروں کو خصوصیت کے ساتھ تاکید ہے کہ وہی عشق حاصل کرنا چاہئے جو مر تے وقت کام آئے۔ قبر میں کام آئے اور حشر کے میدان میں کام آئے۔ وہ عشق معبود حقیقی کا عشق ہے۔ اگر معبود حقیقی تمہارا معشوق ہے تو تمہاری ساری زندگی اسی کے ساتھ بیت جائے گی۔ اگر معبود حقیقی کے تصور میں زندگی گزارو گے تو اسی کی یاد، اسی کا تصور مر تے وقت ہو گا۔ اسی کا کلمہ لا الہ الا اللہ رسول اللہ وقت موت زبان سے نکلا گا۔ پھر یہی کلمہ طیب تصور بن کر نور بن کر تمہاری قبر کو بھی منور کرے گا اور حشر کے میدان میں بھی باعث نجات ثابت ہو گا۔ جب انسان پیدا ہوتا ہے۔ تو یہی کلمہ طیب بچے کی زبان پر ہوتا ہے اور جب اس کی موت بھی کلمہ طیب ہی پر ہوتی ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ اس کی ابتداء لا الہ الا اللہ اس کی انتہا لا الہ الا اللہ اس کی ساری زندگی سمٹ کر صبح و شام بن جاتی ہے۔ جو کلمہ صبح کو تھا وہی کلمہ شام کو۔ درمیان کی ساری چیزیں داخل جاتی ہیں۔ قطرہ نور سمندر نور میں پوسٹ ہو جاتا ہے اس کو بھی موت نہیں ہوتی ہے۔ عشق خدا، عشق رسول ﷺ، عشق قرآن سب سے بڑا اور کار آمد عشق ہے۔ باقی سب فریب نظر اور فریب دل ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۰۳

”موحدین شیطان و رحمان میں فرق نہیں کرتے اور عاشق شیطان کو بر انہیں کہتے بلکہ واقعہ ابلیس خاص قسم کا ایک سبق ہے۔ لیکن شریعت کی رو سے ابلیس نے یہ غلطی ضرور کی کہ آدم کو غیر سمجھا۔ خلق اللہ آدم علی صورتہ کا خیال نہ کیا۔“
(دارث پاک)

گر کبھی خلوت میر ہو تو پوچھ اللہ سے
قصہ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا پہلو

(اقبال)

شیطان نعوذ باللہ، رحمان کا رقیب نہیں۔ وہ بھی مخلوق ہے۔ ہم بھی مخلوق ہیں۔ شیطان کی پیدائش آگ سے ہے اور ہماری مٹی سے۔ جن و ملک سب آتشیں ہیں اور ہم سب خاکی۔ فرشتوں کو محبت جزوی ملی ہے اور انسان کو محبت کامل۔ ان

کام جدا ہے اور ہمارا کام جدا ہے، ہیرودا کاردار انسان کو ملا ہے اور ویلن کا کاردار شیطان اور ابلیس کو۔ موحدین اسی لئے شیطان اور رحمان میں فرق نہیں کرتے اور عشق شیطان کو برائیں کہتے، برا کہنے اور سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو تماشائی جانیں یا اس تماشا گاہ دنیا کا خالق جانے کہ ہیرودا کاردار قابل تحسین ہے یا کردیلین کا۔ ہم دونوں بندے خدا کے ہی دونوں آپس میں ازور ہے ہیں۔ خیر و شر کی لڑائی ہو رہی ہے۔ ہم کو صرف اپنے کاردار سے داسطہ ہے۔ کاردار اس طرح ادا ہو کر خالق آفریں پکارا شے۔ سارا کاردار شرع شریف کے حکم کے مطابق ہو۔ چاہے تن من وھن سب کی بازی نہ لگادینی پڑے۔ اس بازی میں اس کھیل میں اپنے رقیب شیطان سے بھی باخبر اور ہوشیار رہنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہمیں بے خبر پا کر ضرب کاری لگا کر چلا جائے اور بازی جیت لے۔ رہ گیا واقعہ ابلیس تو یہ ایک خاص قسم کا سبق ہے شریعت کی رو سے ابلیس نے یہ غلطی ضرور کی کہ آدم کو غیر سمجھا۔ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بتایا ہے، اس کا خیال نہیں کیا۔ اس ایک نادانی کی بناء پر راندہ درگاہ ہوا اور تماشا گاہ دنیا میں اس کو ویلن کا کاردار ملا۔ جس کو وہ حضرت آدم سے لے کر آج تک کر رہا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا۔

شیطان انسان کا رقیب ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۰۵

”ہر شخص پر پابندی شریعت اور اتباع سنت لازم ہے۔“ (وارث پاک)

وقتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں ام محمد ﷺ سے اجالا کر دے

(اقبال)

اس ارشاد میں پابندی شریعت اور اتباع سنت کی اہمیت بتائی گئی ہے۔ قرآن کریم میں جو احکام خداوندی درج ہیں۔ ان کو شریعت کہتے ہیں اس احکام خداوندی کو رسول کریم ﷺ نے عمل کر کے جو نمونہ پیش کیا ہے، وہ سب کے سب حدیث میں درج ہیں۔ اسے سنت کہتے ہیں۔ وارث پاک فرماتے ہیں کہ ہر شخص پر پابندی شریعت اور اتباع سنت لازم ہے۔ خصوصیت کے ساتھ فقیروں پر پابندی شریعت اور اتباع اور سنت اور زیادہ لاگو ہوتی ہے اس لئے کہ عام مسلمان انہی ہیں، بہرے ہیں اور ان کے دل جاہل ہیں مگر فقیر جو دور نہیں اور اندر بین دنوں ہے، روشن ضمیر ہے، پروانہ خداو رسول ﷺ اور قرآن ہے۔ اگر وہ پابند شرع شریف نہ ہو یا سنت کی اتباع نہ کرتا ہو تو اس کی نجات نہیں ہے۔ آنکھ رکھتے ہوئے انہی ہے بننے کی سزا بھی عبرتاک ہوتی ہے۔ پھر اسے یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات کو آخر تک طے نہ کرے، وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ فقیر فطرت کا حکیم ہوتا ہے اور بندگان خدا مریض ہوتے ہیں۔ اگر فطرت کا حکیم ہی کھونا ہے، انہی ہے تو اس کے مریض کا خدا ہی حافظ اور نگہبان ہے فقیر بن کے بھی لازم چیز کی پابندی یا اتباع نہیں کر سکتے تو لباسِ فقر اتار دو۔ یہ تمہارے زیب تن موزوں نہیں ہے۔ فقیر کی جگہ لباس گداگری پہن لو اور اپنے

دوزخ پیٹ کو گداگری اور بھیک مانگ کر بھرنے کا ذریعہ بنالو۔ جیسا ظرف ویسی اوقات۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۱۰۶

”جس پر سر توحید منکش ف ہو جاتا ہے۔ زبان سے اس راز کا ادا ہونا مشکل ہے۔“ (وارث پاک)

کیفیت ایسی ہے ناکامی کی اس تصویر میں
جو اتر سکتی نہیں آئینہ تحریر میں

(اتآل)

زبان اور قلم یہ دونوں دماغ اور عقل کے آلہ کار ہیں۔ زبان ترجمان ہے دماغ کی اور قلم عقل کا۔ اس کی ایک حد ہے، بندش ہے مگر تو حید تمام حدود اور بندشوں سے مبراہے۔ زبان اور قلم تو حید کے ترجمان ہو ہی نہیں سکتے۔ تو حید کا راز دل اور ضمیر پر روشن ہوتا ہے۔ جو صرف محسوس کر سکتا ہے۔ سر توحید کا یہ اکشاف بھی درجہ بدرجہ ہوتا ہے۔ ظرف اور پیانے کی دسعت کے مطابق ہوتا ہے۔ شیشه دل اور شیشه ضمیر جتنا وسیع ہوتا ہے اتنا ہی سر توحید اس پر عیاں اور ظاہر ہوتا ہے۔ سمجھانے سے یہ چیز سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ زبان سے اس راز کا ادا ہونا مشکل ہوتا ہے۔ جس پر عیاں ہوتا ہے وہی جانتا ہے اور دوسرا نہیں۔ یہ عنایت خداوندی ہے جس نیک بندے کو اللہ اپنی معرفت بخش دے۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۱۰۷

”شجرہ وغیرہ ایک رسی چیز ہے۔ یہاں دل کے شجرے سے کام ہے۔“ (وارث پاک)

ہے عاشقی میں رسم، الگ سب سے بینھنا
تھانہ بھی، حرم بھی، کیسا بھی چھوڑ دے

(اتآل)

یہ ارشاد خصوصیت کے ساتھ ان بزرگ حضرات کی رہنمائی کے لئے ہے جنہیں اپنے نسل، حسب، نسب کے شجرہ پر بہت زیادہ ناز ہوتا ہے اور اسی شجرہ کو اپنی روٹی کا ذریعہ بنالیتے ہیں۔ ہریدی مریدی کی تجارت کی منڈلی کھول دیتے ہیں۔ یہ رسم زیادہ تر گدی نشین سجادہ نشین لوگوں کے یہاں اہم سمجھی جاتی ہے۔ اس شجرہ میں بزرگوں کے چند ارشادات بدایت اور مریدی کے اصول درج ہوتے ہیں۔ خاندانی حسب، نسب درج رہتا ہے۔ مرید زندگی بھر اس شجرہ کو غافلت سے رکتا ہے اور مرلنے کے بعد اس کی قبر میں شجرہ کا لٹکا دیا جاتا ہے۔ یہ ایک رسی چیز ہے۔ وارٹی بننے کے لئے کسی سہارے کی خردورت نہیں ہے، نہ ان کا کوئی خلیفہ ہے اور نہ ہی کوئی سجادہ نشین یا گدی نشین جوان سے محبت کرے گا وہ ان کا ہے۔ یہاں

جو کچھ بھی ہے پیار و محبت ہے۔ محبت دل سے ہوتی ہے، اس لئے وارث پاک کے یہاں دل کے ٹھرے کی اہمیت ہے کافی اور رسمی ٹھگرہ کی کوڑی برابر عزت نہیں۔ (حسین)

☆☆☆

چاند راہ نمبر ۱۰۸

"محبت کرو، محبت میں سب کچھ ہے۔ بے محبت نماز روزہ بھی سب بیکار۔ دیکھو واقعہ کر بالا کرنے لوگ نماز بھی پڑھتے تھے، روز بھی رکھتے تھے مگر دل میں محبت آل عبا کی نہیں تھی۔ تب تو پر خاص پر کمر باندھ کر سیاہ اس ہوئے۔" (وارث پاک)

سوداگر نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چپوڑ دے

(اتقال)

اس ارشاد میں محبت و پیار کی فضیلت بتانا منظور ہے۔ چونکہ وارث پاک کی منزل مشق تھی۔ محبت تھی، پیار تھی۔ اس لئے ہر چیز محبت ہی کے زخم پر سست کر چلی آتی ہے۔ آپ واقعہ کر بالا کا ذکر فرماتے ہیں کہ لوگ نماز بھی پڑھتے تھے۔ روز بھی رکھتے تھے، حج، زکوٰۃ، خیر خیرات بھی کرتے تھے مگر دل میں محبت آل عبا کی نہ تھی۔ تب تو پر خاص پر کمر باندھ کر سیاہ اس ہوئے۔ اللہ کی محبت کے معنی محبوب خدا کی محبت ہے اور جن کو محبوب خدا سے محبت ہوگی۔ ان کو محبوب خدا کے لخت جگرآل عبا سے ضرور ہوگی۔ اسی کے برخلاف اگرآل عبا سے محبت نہیں تو محبوب خدا سے نہیں۔ جن کو محبوب خدا سے محبت ہو گی۔ ان کو محبوب خدا کے لخت جگرآل عبا سے ضرور ہوگی۔ اسی کے برخلاف اگرآل عبا سے محبت نہیں تو محبوب خدا سے نہیں۔ جن کو خدا کے محبوب سے محبت نہیں ان کو خدا سے محبت نہیں۔ جب محبت خدادول میں نہیں تو نماز روزہ سب بے کار۔ اصل چیز محبت ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیر خیرات یہ سب محبت کے قائم کرنے کا جدا جدا طریقہ ہے، ذرایعہ ہے، بہانہ ہے۔ خدا دل کا بادشاہ ہوتا ہے اور محبت دل کی ملکہ، جہاں ملکہ نہیں وہاں بادشاہ نہیں۔ بے محبت نماز روزہ بھی سب بے کار، محبت کرو، محبت میں سب کچھ ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چاند راہ نمبر ۱۰۹

"اگر شوق کامل اور طلب صادق ہے تو ہر ذرہ میں حبیب کی دید نصیب ہو سکتی ہے۔" (وارث پاک)

نہ صہبا ہوں، نہ ساتی ہوں، نہ مستی ہوں نہ پیانہ
میں اس میخانہ ہستی میں ہرشے کی حقیقت ہوں

(اتقال)

چراغ راہ
اس ارشاد میں بزر توحید کے اکشاف کی طرف اشارہ ہے۔ تو حید یعنی حقیقت، جو ذرہ میں پوشیدہ ہے۔
پوری شان و شوکت کے ساتھ ہر آن اور ہر لمحہ مسکرا رہی ہے۔ اس نے مسکرا رہی ہے کہ میرا عاشق آئے اور جس کا شوق کامل
اور طلب صادق ہو۔ شوق کامل اور طلب صادق عاشق کو اس وقت ملتی ہے جب عاشق کے تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو
جاتے ہیں، گم ہو جاتے ہیں اور اپنی ہستی کو نیست کر دیتے ہیں۔ اس میں گم ہو جانے ہی کو وصال کہتے ہیں۔ جب عاشق
اس درجہ پر پہنچتا ہے تو عاشق اور معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ اسی درجہ میں عاشق کو ہر ذرہ میں، ہر قطرہ میں،
ہر پھول میں جبیب کی دینے نصیب ہوتی ہے۔

ایں کرامات زور ہازو نیست
تائے بخشد خدائے بخشندہ

(حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۰

"من کان فی هذہ الْمُغْنیِ الْآخِرَةِ الْمُغْنیِ۔ جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا ہے۔" (وارث پاک)

مجھے راز دو عالم دل کا آنکھی دکھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

(اقبال)

دنیا میں خدا آدمی کا روپ دے کر اس نے بھیجا ہے کہ وہ جب اس بازار دنیا سے لوٹے۔ تو نور ایمان لے کر
لوٹے، انسانیت لے کر لوٹے، فقیری لے کر لوٹے، شوق کامل اور محبت صادق لے کر لوٹے۔ یہ سب مال تجارت کہاں ملے
ہیں اور کیسے فراہم ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے قرآن کریم بھیجا، اپنا محبوب بھیجا، شرع شریف موجود ہے۔ حدیث نبی ﷺ
موجود ہے۔ اولیائے کرام اور فقرائے عظام کے سفر زندگی کے نشان مبارک موجود ہیں۔ نور ہدایت کے ہوتے ہوئے چراغ
حرا اور چراغ راہ کے ہوتے ہوئے اگر اندھے رہے اور بازار دنیا سے خالی ہاتھ پھرے تو وہاں تمہیں کیا ملے گا۔ وہاں بھی
اندھے ہی رہو گے۔ یہاں جو بوڑھے سو وہاں کاٹو گے۔ یہاں جو کماڑے گے سو وہاں پاؤ گے۔ نیکی کماو، محبت کا ذخیرہ جمع کرو۔
نور ایمان حاصل کرو۔ یہی اصلی دولت ہے اور یہ دولت خداوندی پابندی شرع شریف سے ملے گی۔ اتباع سنت ﷺ سے
ملے گی۔ محبت صادق دل میں پیدا کرنے سے ملے گی۔ جذبہ ایثار و قربانی سے ملے گی۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ اللہ سے ملنے کا
آخرت بنانے کا یہی سیدھا راستہ ہے۔ آنکھ رکھتے ہوئے اندھے ہندو۔ ورنہ جہنم کی آگ کے نذر رہو جاؤ گے۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۱۱

”علمائے ظاہر کی اٹھی چال ہے۔ جو دیکھ کے سجدہ کرے اسے کافر کہتے ہیں اور جو بے دیکھے سجدہ کرے اسے مومن۔“ (وارث پاک)

عالم ہے فقط مومن جانبار کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

(اقبال)

نہ بہ عشق میں کفر و اسلام سے غرض نہیں جو کچھ ہے معشوق ہے۔ مشق کی بیکھیں اس وقت ہوتی ہے جب تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جائے۔ اس میں گم ہو جانے ہی کو وصال کہتے ہیں۔ یعنی عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ عاشق جب اس درجہ پر پہنچتا ہے تو اس کو اپنے معشوق کا جلوہ ہر ذرہ میں، ہر قطرہ میں، ہر پتہ میں اور ہر پھول میں نظر آنے لگتا ہے۔ اس نظارے کو دیکھ کر شوق کامل اور طلب صادق کا مجسم عاشق اپنی جبین نیاز کو اپنے معشوق حقیقی کے حضور جنکاتا پھرتا ہے۔ سجدہ پر سجدہ، رکوع پر رکوع دل کے ہر گوشہ سے ہر پہلو سے بجان ربی العظیم۔ بجان ربی الاعلیٰ کی تبعیج و رود ہونے لگتی ہے۔ جبیب کی دید نصیب ہونے کے بعد کوئی ایسا فقیر ہو گا۔ کون ایسا عاشق ہو گا جو اپنے معشوق حقیقی کے حضور عالیٰ میں سجدہ کر کے اظہار احترام نہ کرے۔ محبت کی نذر عقیدت پیش نہ کرے۔ وہ جہاں جاتا ہے، ایک ہی شان دیکھتا ہے۔ مسجد، مندر، گرجا، ہر جگہ اسی ذات واحد کے نور کی پرتو۔ جلوے اور صفات نظر آتے ہیں اس پر بزر تو حید منکشف ہو جاتا ہے۔ اس کا دل سراپا نور ہو جاتا ہے اور معبد حقیقی کی شان اس پر ہر طرح سے عیاں ہونے لگتی ہے۔ اس نظارے کو صرف دل ہی کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ زبان سے اس کا راز ادا ہونا مشکل ہے اور نہ ہی علم عقل کی رسائی وہاں تک ہو سکتی ہے۔ ایک محدود شے سے ایک لاحدہ دو کاپتہ کیسے لگاسکتی ہے۔ چوں کہ علمائے ظاہر بزر تو حید کورا ز حقیقت کو علم و عقل، منطق اور فلسفہ سے سمجھنا چاہتے ہیں۔ نتیجہ ہمیشہ غلط ہوتا ہے۔ جو دیکھ کے (ظاہری آنکھ سے نہیں بلکہ دل کی نورانی آنکھ سے سجدہ کرے۔ اظہار احترام کرے، اظہار محبت کرے اور نذر عقیدت کا پھول چڑھائے۔ اسے تو کافر کہتے ہیں اور جو بے دیکھے (مگر دل میں ہزاروں تمنا، لامج، حسد، عدالت، کینہ، جھوٹ فریب ڈر اور خوف لئے) سجدہ کرے اسے مومن کہتے ہیں۔ یہ علمائے ظاہر کی سراسر اٹھی چال ہے۔ فریب نظر ہے، بے ہوشی ہے، ہوش اس وقت آئے گا۔ جب تو بہ کا دروازہ بند ہو چکا ہو گا۔ میدانِ حشر میں بے دیکھے سجدہ کرنے والے، جب نفسی نفسی کے عالم میں ہوں گے تو دیکھ کے سجدہ کرنے والے فقیر، درویش مست اور بے غم سیر کرتے نظر آئیں گے۔ اے علمائے ظاہر نجات چاہتے ہو تو اٹھی چال چھوڑ دو۔ ظاہری آنکھ بند کرو۔ دل کے پت کھولو۔ دل کو اللہ، قرآن، رسول کی پتی محبت اور خالص پیار سے بھرو۔ ایثار و قربانی دینا سکھو۔ جو بولتے ہو اس پر عمل کرنا سکھو۔ بے محبت نماز روزہ سب بیکار ہے۔ محبت اصل پونجی ہے۔ محبت کا سبق محبت کامل یعنی محبوب خدا سے سکھو جو

محبت کامل بھی تھے اور شرع شریف کے حال بھی تھے یا عاشق سے یکھو۔ جس کی زندگی بھر کی خوراک عبادت الہی، پابندی
شرع شریف اور قربانی نفس ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲

”عاشق وہی ہے جو ذاتِ معشوق میں محبو جائے۔“ (دارث پاک)

خود مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتداء کیا ہے
کہ میں اس فکر میں رہتا ہوں میری انہا کیا ہے

(اقبال)

اس ارشاد کی تشریف ارشاد نمبر ۹۹ میں ہو چکی ہے ناظرین اس کا مطالعہ کریں۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۳

”عاشقی ایک ملامت ہے۔ انسان دین و دنیا سے گزر جاتا ہے اور فراق میں مر جاتا ہے۔ اسی فراق میں تو مزا آتا
ہے اور کچھ بھی نہیں۔“ (دارث پاک)

خود کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

(اقبال)

خود اور عشق میں آسمان اور زمین کی دوری ہے۔ خرد نتیجہ چاہتی ہے۔ کامیابی اور ناکامی کے حملوں سے ہر وقت
ہوشیار رہنا چاہتی ہے۔ خود صل چاہتی ہے۔ اپنی محنت کی مزدوری چاہتی ہے۔ اپنے لگائے ہوئے درخت کا پھل چاہتی
ہے گر عشق صرف اپنے محبوب کی یاد میں حق اللہ تعالیٰ کے متواتر نعروں میں مست رہتا ہے۔ عبادت الہی اور شرع شریف
کی پابندی اور قربانی نفس اس کی زندگی کی خوراک ہوتی ہے۔ عشق کو نتیجے سے کوئی لگاؤ نہیں۔ محنت کی مزدوری سے کوئی
واسطہ نہیں۔ وہ بے ہوش مست و بے غم ہو جاتا ہے۔ اسے نہ صل کی تمنا ہے نہ منزل کی۔ وہ تو ایسا جانباز را ہی ہے جو اپنی راہ
ختم کرنا بھی نہیں چاہتا ہے۔ دین و دنیا سے گزر جاتا ہے اور فراق میں مر جاتا ہے۔ اسی فراق میں تو مزا آتا ہے اور کچھ بھی
نہیں۔ عاشقی ایک ملامت ہے، کس کے لئے، ان کے لئے، جن کی آنکھ خود بنی اور خود پرستی سے آگے نہیں بڑھتی۔ مگر جو
خدا تسلی اور خدا پرست ہو جاتے ہیں ان کی نگاہوں میں عاشقی رحمت خداوندی ہے۔ (حسین)

چانگ راہ نمبر ۱۱۳

”عشق میں ترک ہی ترک ہے۔ ترک دنیا، ترک عقلی، ترک مولا۔ ترک ترک اور اپنا فراق ہے۔“ (وارث پاک)

نہ تو زمیں کیلئے ہے نہ آسمان کیلئے
جہاں تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے

(اقبال)

عشق میں ترک ہی ترک ہے۔ آدمی کی آخری حدا اور انسانیت کی آخری منزل جہاں ہوتی ہے وہاں عشق کی پہلی منزل شروع ہو جاتی ہے جب انسان اس باغِ دنیا سے واپس لوٹتا ہے تو اس کے پاس بجز خدا کچھ نہیں ہوتا۔ فقیر کی پہلی منزل بجز خدا سے شروع ہوتی ہے۔ عاشق اس منزل پر قدم رکھتے ہی دنیا کے خزانوں کو اپنے پیروں سے رومند نے لگتا ہے جوں ہی اس کی نظریں خدا کے جلوؤں پر پڑتی ہیں، وہ ساری دنیا کی خوشیوں کو چھوڑ کر عشق کی نورانی دنیا میں بھاگنے لگتا ہے۔ نادان دنیا والے جسے بے سرو سامان خیال کرتے ہیں اس کے پاس کیا نہیں ہوتا۔ کاش بھی فقیر کی کچھی ہوئی جھولی کے اندر جھاک کرتا تو کچھ سکتا کہ اس میں کیا کچھ نہیں پڑا ہوا ہے۔ جب فقیر کامل ہو جاتا ہے تو دنیا کی ہر چیز اس کی محتاج ہو جاتی ہے۔ وہ دنیا کی کسی بھی چیز کا محتاج نہیں ہوتا۔ فقیر خدا کی یاد میں سرب بجدہ ہوتا ہے اور دنیا کا ہر ذرہ چمک چمک کر اسے اپنی طرف التجا سے بلا تاہی رہتا ہے اور فقیر صرف دور کھرا مسکراتا ہے۔ اسے کچھ نہیں چاہئے نہ دنیا چاہئے اور نہ عقبی نہ مولا چاہئے، نہ خدا چاہئے اور نہ خدائی۔ اس کو صرف یادِ محبوب چاہئے یا خدا چاہئے اور فراق چاہئے۔ فراق ہی اس کی اصل پونچی ہے اور یادِ محبوب اس کی غذا اور اس کی زندگی کا سہارا۔ اس کے سوا فقیر کو کچھ نہ چاہئے۔ وہ فراق میں، یادِ محبوب میں اسی طرح مست بے غم گھومتا ہے جو کسی کو نصیب نہیں۔ عاشق جب سب کو چھوڑتا ہے تو اپنے محبوب اپنے معشوق اپنے معبودِ حقیقی سے ملتا ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۱۱۵

”خیال میں صورتِ معشوق نقش کرنا چاہئے۔ جو صورت نقش ہو گئی وہ بعد مرگ بھی قائم رہتی ہے۔“ (وارث پاک)

علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ

(اقبال)

آنکھ جدھر انھی دماغ اسی طرف رجوع ہو جاتا ہے اور جہاں دماغ نے کسی چیز کو پسند کیا، دل پر اس کا عکس جاتا ہے۔ بھی عکس جستے جستے نقش ہو جاتا ہے۔ جو خیال میں صورت نقش ہوئی وہی صورت دل میں نقش ہوتی ہے۔ جو صورتِ زندگی میں نقش ہو جاتی ہے، وہی بعد مرگ بھی قائم رہتی ہے۔ بلکہ اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے اور اگر تو بعد مرگ اپنی روح کو بے جمیں ہونے سے بچانا چاہتا ہے تو آنکھیں دماغ، دل کو صرف قرآن پر لگاوے۔ قرآن خدا کی آواز

ہے، جلوہ ہے، نور ہے۔ جتنی تصویر تیرا دل اتار سکتا ہے اتار لے۔ نقش جگر کر لےتا کہ بعد مرگ بھی تیری روح ان گزت ارواح کے مقابلہ میں شرمندہ نہ ہو۔ جو چیز دنیا میں سب سے زیادہ مرغوب تھی، وہی چیز عقیلی میں بھی فقیر لے کر آیا ہے۔ کیا لے کر آیا ہے، یاد خدا لے کر آیا ہے، جلوہ خدا لے کر آیا ہے، آواز خدا لے کر آیا ہے، قرآن لے کر آیا ہے۔ بھلا ایسے فقیر کا کیا پوچھنا ہے۔ جس طرح دنیا میں مست و بے غم گھومتا ہے اسی طرح حشر میں جب لوگ نفسی نفسی پکاریں گے تو فقیر مست و بے غم سیر کرتے نظر آئیں گے۔ عشق کی منزل ہی زالی ہوتی ہے پیارے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۱۶

”عاشق جس خیال میں ہوتا ہے وہی خیال اس کا حشر نہ، قیامت دوزخ“، بہشت بلکہ کثرت جذب میں وہ خود ہی ہو جاتا ہے۔ جس کو عشق و محبت نہیں وہ اس کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ اس راہ میں چل سکتا ہے۔ (دارث پاک)

نفر مقام نظر علم مقام خبر
نفر میں مستی ثواب علم میں مستی گناہ

(اقبال)

جوصورت خیال میں نقش ہو جاتی ہے۔ وہی صورت دل میں نقش ہو جاتی ہے۔ جوصورت دل میں نقش ہو گئی وہ بعد مرگ بھی قائم رہتی ہے انتہایہ کہ اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے بلکہ کثرت جذب میں۔ کثرت نقش میں وہ خود وہی ہو جاتا ہے جوصورت خیال میں نقش ہے یادل میں نقش ہے۔ دوزخ والی صورت اگر نقش ہے تو دوزخ اس کا حشر ہے۔ بہشت والی صورت نقش ہے تو بہشت اس کا حشر ہے۔ دوزخ اور بہشت حاصل ہے انسان کی تحصیل کا، عمل کا، علم میں مستی گناہ اور فر میں مستی ثواب۔ اب عمل تمہارا کام ہے۔ ثواب یا گناہ۔ دنیا ایک بازار ہے جہاں گناہ بھی بکتا ہے اور ثواب بھی۔ تمہیں اختیار دے کر تمہارے ظرف کا امتحان مقصود ہے۔ دماغ بھی دے رکھا ہے اور دل بھی۔ یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ دماغ پر ابلیس اور شیطان کا غالبہ ہے اور دل پر حمان کا۔ چاہے تم اپنے دماغ اپنی عقل پر بھروسہ کر کے گناہ خرید لو یا خدا کی رہبری میں ثواب کماو۔ یہ دنیا ہے اس زمین کی پیٹھ پر مسجد، قرآن اور حدیث بھی آباد ہے۔ توجہ صریح چاہے رخ کر لے۔ کیونکہ یہی تیرا عمل عاقبت تک تیرے ساتھ رہے گا اور اسی سودا پر تیری نجات اور سزا ہے۔ ہوشیار مسافر دنیا کی باریک اور پیچیدہ را ہیں بل صراط سے بھی زیادہ مشکل ہیں۔ اپنی ناچھتہ ہوئی نظروں کو اور دماغ کی مستی کو قابو میں رکھ، اپنے اٹھتے ہوئے قدموں کی طرف دیکھ، کہیں غلط نہ چل پڑیں۔ علم و عقل میں مستی گناہ ہے اگر مستی کے دلدادہ ہو تو فقر کی مستی اختیار کرے۔ وہ فقر کے دل میں اور دل کے ہر گوشہ میں ہر پہلو میں یاد خدا، یاد رسول ﷺ اور ورد قرآن ہے، یاد محبوب ہے یاد معبد حقیقی ہے۔ اس فقر کی مستی میں ثواب، ہی ثواب ہے۔ پھول ہی پھول ہیں، کانے کا نام نہیں۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۱

”منزلِ عشق میں ذات صفت ہو جاتی ہے اور صفت ذات۔“ (دارث پاک)

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مؤمن کی یہ پہچان کہ گم اس میں آفاق

(اقبال)

عاشق جس خیال میں مرتا ہے، وہی خیال اس کا حشر نشر بلکہ کثرت جذب میں وہ خود وہی ہو جاتا ہے۔ ذات صفت ہو جاتی ہے اور صفت ذات۔ معشوق عاشق ہو جاتا ہے اور عاشق معشوق۔ یہ عشق کی آخری اور انہما کی منزل ہوتی ہے۔ ایسے ہی جانباز اور جاں نثار کے حق میں انسان کو اشرف الخلوقات کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ خدا یہی ہی بلند رتبے ہے۔ ایسے انسان کو دنیا کی بادشاہت بخش دیتا ہے اور اپنے تمام پوشیدہ خزانوں کی رکھوائی دے دیتا ہے۔ اس کی ہر ادما مقبول، واملے انسان کو دنیا کی بادشاہت بخش دیتا ہے۔ جو خدا کا ہوتا ہے اس کو خدائی مل جاتی ہے۔ خدادوستی کی حد درجہ قدر کرتا ہے۔ کارخانہ قدرت کا انتظام پر کر دیا جاتا ہے۔ جو خدا کا ہوتا ہے اس کو خدائی مل جاتی ہے۔ خدادوستی کے ہاتھوں کو وہ سب سے زیادہ ہر لمحہ زیر دوست ہے۔ تو ایک بار اپنی دوستی کا ہاتھ تو بڑھا پھر دیکھو وہ کس طرح تیرے دوستی کے ہاتھوں کو تھامتا ہے اور حق دوستی ادا کرتا ہے۔ محبت میں ایمان ہے، محبت میں خدا ہے۔ اگر خدائی چاہتے ہو تو خدا سے محبت کرو۔ خدا کی تخلوق سے محبت کرو۔ خدا کے رسول ﷺ سے محبت کرو۔ خدا کے قرآن سے محبت کرو۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۸

”جس نے جان قربانی نہیں کی وہ عاشق نہیں۔ لیلی کے ہزاروں اور یوسف کے لاکھوں چاہنے والے تھے مگر یہ مجنوں اور زلیخا ہی کا حصہ تھا۔ پس جس کا حصہ ہوتا ہے وہی پاتا ہے۔“ (دارث پاک)

صح ازل یہ مجھ سے کہا جرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

(اقبال)

عشق قربانی مانگتا ہے۔ تن من دھن کی قربانی مانگتا ہے۔ نفس کی قربانی مانگتا ہے۔ راحت و آرام کی قربانی مانگتا ہے۔ انہایہ کہ جان کی قربانی مانگتا ہے۔ جب تک یہ عشق کا پودا خون نہیں پیتا ہے، اس وقت تک یہ پودا درخت نہیں ہوتا ہے۔ لیلی کے ہزاروں چاہنے والے تھے۔ یوسف کے شیدائی لاکھوں تھے۔ مگر جان دینے والے دوہی تھے۔ مجنوں اور زلیخا۔ قربانی بھی ایسی کہ صح زندگی اور شام موت۔ اٹھتے بیٹھتے سوتے جا گئے، کھاتے پیتے ہر آن، ہر لمحہ ہر سانس مجنوں کے لب پر لیلی ہی تھا ہر پتہ، لیلی، ہر ذرہ لیلی، خیال لیلی، دماغ لیلی، دل لیلی یہی خیال یہی تصور، یہی نقش، مرتے وقت بھی تھا۔ یہی

تبریز اور بھی حشر میں۔ بالکل اسی طرح یہی کیفیت زیلخا کی تھی۔ چوں کہ مجھوں نے تسلی کے لئے جان قربان کی، اس لئے مجھوں کو تسلی ملی۔ زیلخا نے یوسف کیلئے جان قربان کی۔ زیلخا کو یوسف ملا۔ یہی جس کا حصہ ہوتا ہے، وہی پاتا ہے۔ ٹھاٹہ سے کیا ہوتا ہے۔ جس نے جان قربان نہیں کی وہ عاشق نہیں۔ کب سے کچھ نہیں ملتا ہے۔ محبت کرو۔ تصویر یا رکود میں فتوح کرو۔ جذب میں تم وہی ہو جاؤ گے جو یار کی تصویر ہے۔ عاشق سے متعلق ہو جاؤ گے۔ صفت سے ذات ہن جاؤ گے یہی عشق کی محیل ہے پوچھے۔ (حسین)

☆☆☆

چہاں راہ نمبر ۱۱۹

"علم اور چیز ہے عشق اور چیز ہے۔ جہاں حضرت عشق آئے وہاں علم اور عقل کا کام نہیں رہتا۔" (وارث پاک)

تیری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں کہ یہ چار سو بدلتے

(اقبال)

علم کسی ہے اور عشق وہی۔ علم کی حد ہے اور عشق لاحدہ۔ علم قطرہ ہے اور عشق سمندر کے سامنے قطرہ کا کیا وہ جو دیکھا بساط عشق کی حاضری میں علم و عقل کا کام کام۔ علم و عقل کا وجود اسی وقت تک رہتا ہے۔ جب تک عشق کا ظیور نہیں ہوتا ہے۔ قطرہ سمندر ہی کا جزا اور حصہ ہوتا ہے۔ سمندر کی غیر حاضری میں قطرہ اپنا کام اپنا فرق انجام دیتا ہے۔ سمندر آتے ہی اپنے سے جدا قطرے کو اپنے میں جذب کر لیتا ہے اور اپنا فیض عام جار کر دیتا ہے۔ قطرہ اپنی بساط کے مطابق ایک کوپل ہی کوپر اب کر سکتا ہے۔ مگر سمندر اس کوپل کے ساتھ ساتھ دنیا کے سارے کونپلوں، سارے درختوں، سارے سبزہ زاروں، کھیتوں اور باغوں کی سیرابی کا کام اپر باراں بن کر، رحمت کی بارش بن کر شروع کر دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح، یہی کیفیت یہی حال علم اور عشق کا ہے۔ عشق کے فیض عام کے سامنے علم و عقل کے فیض کی کیا بساط یا کیا مثال قائم کی جاسکتی ہے۔ ایک محدود، حقیر اور ناقیز شے کا مقابلہ ایک لاحدہ، عظمت اور اعلیٰ کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے۔ عشق کی غیر حاضری اور غیر حضوری میں علم و عقل جس قدر ناچنا چاہے ناچ لے۔ جتنا ترپنا چاہے ترپ لے مگر جہاں حضرت عشق آئے وہاں علم و عقل کا کام نہیں رہتا۔ علم اور چیز ہے عشق اور چیز ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چہاں راہ نمبر ۱۲۰

"معرفت کسی چیز نہیں ہے محض وہی ہے۔ جس کو خداوند کریم اپنی معرفت بخش کسی کا اجارہ نہیں۔" (وارث

پاک)

رہے نہ روح میں پا کیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک و خیال بلند و ذوق لطیف

(اقبال)

معرفت عشق کو کہتے ہیں۔ عشق وہی چیز ہے۔ علم و عقل کبی ہے۔ عشق یعنی معرفت سمندر ہے اور اس کے مقابلہ میں علم و عقل ایک قطرہ حقیر ہے۔ معرفت لاحدہ دشے ہے اور علم و عقل محدود معرفت آناتاب حقیقت ہے اور علم و عقل اس آناتاب حقیقت کا ایک ناچیز ذرہ یا ایک ناچیز کرن سمندر کو آناتاب کو سانے کے لئے ظرف بھی اتنا ہی بڑا چاہئے۔ اتنا بڑا پیانہ انسان کے ہنانے نہیں بنتا ہے۔ جب تک خدا نے بخشنده خود بنا کر نہ دے۔ چنانچہ جس کا ظرف بنا کر دیتا ہے جس کا پیانہ اتنا وسیع و عیق ہنا تا ہے۔ اسی پیانہ میں سمندری رحمت اور آناتاب حقیقت کو سماں دیتا ہے۔ اسی کو معرفت خداوندی کہتے ہیں۔ اسی کو عشق حقیقی کہتے ہیں۔ جس کو خداوند کریم اپنی معرفت یا اپنا عشق بخش دے اس میں کسی کا اجارہ نہیں ہے۔ کسی چیز میں اجارہ ہوتا ہے، وہی چیز میں نہیں۔ معرفت کبی چیز نہیں، محض وہی ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چارغ راہ نمبر ۱۲۱

”سانا آنکھ بند کرنے سے اور سانس روکنے سے اس حق حق کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ وہی چیز ہے۔ جس کو چاہے خدا نے پاک اپنی دولت معرفت دے دے۔ یہاں کسب کا کام نہیں۔“ (وارث پاک)

لیا خواب امیر فیصل کو سنوی نے پیغام دیا
تو نام و نسبت کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا

(اقبال)

خدا نے دل کو سینہ کے اندر بند اس لئے رکھا ہے کہ وہ دماغ کی طرح دھوکا نہ کھانے۔ دماغ آنکھ کا غلام ہے۔ جدھر آنکھ گئی اوہر دماغ ہوا مگر معرفت کا تعلق دل سے ہے۔ زبان، آنکھ اور دماغ کا کام نقل اتنا رنے کا ہے اور خدا تعالوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ نام و نسب پر جان دینے والوں کی ذلالت سے ہر ذی ہوش واقف ہے۔ زیادہ تر کسی فقیر آن بان، دھوم دھام، اللہ ہو اللہ ہو کے شور و غل سے سادہ دل مسلمانوں کو دھوکا دیا کرتے ہیں۔ کبھی کبھی تو اتنے خطرناک اور گنہگار ہو جاتے ہیں کہ خاندان کی آبرو بر باد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ ماں بہنوں کو کبھی اور کسی طرح بھی غیر محروم مرد کے سامنے نہ لانا چاہئے۔ خدا سب فقروں سے بھی بڑا ہے۔ فقیر خدا کی دین ہے۔ یہ لاکھوں میں ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ زیادہ تر لوگ راو فقیری میں بہر و پئے کا کام انجام دے رہے ہیں۔ یہ سب گندے لوگ ہیں۔ نفس پرست ہیں۔ علم و ہنر والے ان سے ہزار گنا اچھے ہیں۔ فقیری خدا کی رحمت ہے۔ جو آناتاب کی کرن بن کر، سمندر کی لہر بن کر، دنیا کے تخلوق کی سیوا کو عبادت الہی تصور

چانغ راہ
کرنے ہیں۔ شرع شریف کی پابندی اور ایجاد سنت کو اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔ قرآن اللہ کو زندگی کی خوارک سمجھتے ہیں۔ معرفت اس کا نام ہے، مشت اس کا نام ہے، نقیری اس کا نام ہے۔ یہ دہی چیز ہے۔ کب کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔ جس کو چاہے خدا نے پاک اپنی دولت معرفت دیدے۔ یہاں کب کا کام نہیں۔ آنکھ بند کرنے سے، سانس روکنے سے، حق حکم کرنے سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ معرفت کسی چیز نہیں دہی ہے جس کو خداوند کریم اپنی معرفت بخشے کسی کا اجارہ نہیں۔ (حسین)

☆☆☆

چانغ راہ نمبر ۱۲۲

”شرع ایک انتظامی بات ہے۔ اگر انظام نہ ہوتا سب کام بگڑ جاتے۔ بولتے کو تو سکھوں نے پوچا۔ مگر اس بولنے کو کوئی نہیں پوچتا۔“ (وارث پاک)

گوہر کو مشت خاک میں رہنا پسند ہے
بندش اگر چست ہے مضمون بلند ہے

(اقبال)

نقیر جب اپنی آخری منزل کے قریب آتا ہے تو دفاترا اس کی نظر شرع شریف کی طرف پڑتی ہے۔ شیطان اسی منزل پر آ کر اس کے کان میں یہ آواز بھر دیتا ہے کہ شریعت مٹا گئی ہے نقیروں اور عاشقوں کو اس سے کیا واسطہ۔ یاد خدا اس کیلئے کافی ہے۔ ایسے ہی نقیروں کوہدایت ہے کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات کو شروع سے آخر تک طلنہ کرے وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ یعنی اس کی نقیری مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ شریعت ایک انتظامی بات ہے۔ اگر انظام نہ ہوتا سب کام بگڑ جاتے۔ اس ارشاد کے پہلے جتنے بول ہوئے سکھوں نے پوچا۔ سکھوں نے مانا اور عمل کیا۔ مگر افسوس ہے کہ نقیر اس بولتے کو نہیں پوچتا۔ حالانکہ جتنا اہم دوسرے ”بولتے“ ہیں۔ اتنا ہی اہم یہ ”بوتا“ ہے۔ لازم ہے کہ ہر نقیر ہر عاشق شریعت کا خیال رکھیں۔ اس کی منزلوں کو طے کریں۔ پابندی سے اس پر عمل کریں۔ (حسین)

☆☆☆

چانغ راہ نمبر ۱۲۲ (ب)

بوتا	تحا	نار	میں	اور	نور	میں
تحا	اٹا	الحق	بوتا	منصور	میں	
بوتا	ہی	احمد	معمار	تحا		
بوتا	ہی	حیدر	کرار	تحا		
بولتے	کو	بولتے	کی	چاہ	ہے	

بُولتے میں دیکھو تو اللہ ہے
بولا گر جسم سے جاتا رہا
پھر کسی سے بول کیا نہ رہا

(وارث پاک)

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشہ کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدہ دل دا کرے کوئی
منصور کو ہوا لب گویا پیام موت
اب کیا کسی کے عشق کا دعویٰ کرے کوئی

(اقبال)

قرآن کریم خدا کا بلوہ ہے۔ نور ہے، آواز ہے، بول ہے۔ یہی بول نار میں تھا۔ پھر یہی بول نار سے نور میں آیا۔
محمد ﷺ میں آیا، محمد ﷺ سے علیؑ میں آیا۔ علیؑ سے حسینؑ میں اور حسینؑ سے فقیر میں آیا۔ جس کا ثبوت منصور کا بول تھا۔ فقیر
کے ذریعہ، شرع شریف کے ذریعہ، انسان کے دلوں میں یہی بول روح کی شکل میں آیا۔ جب یہ بول بوٹ جاتا ہے تو
انسان خاک کا ذہیر بن جاتا ہے۔ جب تک یہ بول تمہارے دلوں میں تمہارے جسم میں ہے اس کی قدر کرو۔ اس کی عزت
کرو، اس کا احترام کرو، صرف منہ سے نہیں، صرف زبان سے نہیں بلکہ عمل سے، فعل سے، شرع شریف کی پابندی سے
ادکام شریعت کی پابندی سے، اتباع سنت سے، بزرگان دین کے نشان مبارک کی پیروی سے کرو۔ یہی تمہاری اصل پونجی
ہے۔ اسے پچا کر کھو اور جب اس بازار دنیا سے لوٹو تو اپنی اصلی پونجی کے ساتھ لوٹو۔ (حسین)

☆☆☆

چانغ راہ نمبر ۱۲۳

”انا الحق سب پکارتے ہیں اور فتنی اللذ بھی ہونے کو موجود ہیں مگر انہا شیطان پر کوئی نہیں بولتا۔ یہ بات مشکل
ہے۔“ (وارث پاک)

کھل جائیں کیا مزے ہیں تمنائے شوق میں
دو چار دن جو میری تمنا کرے کوئی

(اقبال)

ہر فقیر کی یہی آرزو ہوتی ہے کہ وہ ہیر و کار کردار ادا کرے۔ کوئی دین بنانہیں چاہتا ہے اور نہ ہی اس کا کردار ادا
کرنا پسند کرتا ہے۔ یہ کردار بہت مشکل ہے۔ اتنا یہ ہے، اتنا شیطان کا کردار ادا کرنا اور مرضی مولا کے مطابق کرنا بہت مشکل

امر ہے۔ سب کے سب انا الحق کا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں۔ سب فتنی اللہ ہونے کو موجود ہیں۔ مگر انا زید یہ، انا شیطان کوئی نہیں بولتا۔ مگر اس ذرا میں دونوں کردار ادا کرنا ضرور ہے۔ بغیر رقیب کے بغیر دل میں کے ہیر دکار بے مقنی اور بے مطلب ہوتا ہے۔ انا شیطان، انا زید کا کردار جانباز اور شیردل نقیر ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنی عشق کی آخری منزل میں شیطان کو لکار کر بلاتے ہیں، ابلیس کی منت کرتے ہیں کہ وہ ایمان کا امتحان لے۔ عاشق کو پر کھے۔ شیطان سے ذر کر لا حول پڑھنا ایسے جانباز اور شیردل نقیر کی نگاہ میں بزدی ہے۔ بہادری یہ ہے کہ شیطان سے خوب مقابلہ ہو۔ خوب جنگ ہو۔ شیطان کہنا کھا کر اپنی ہار مان کر دوبارہ رخ نہ کرے۔ اگر نقیری میں جلا اور زندگی چاہتے ہو تو سب سے پہلے شیطان کو تکست دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کبھی تمہیں کمزور پا کر تھا ری ساری مختتوں کو منشوں میں بہاد کر کے رکھ دے۔ اگر تو سچا دیوانہ ہے تو ہزار بار شیطان کو اپنی جنگ پر آمادہ کر۔ خدا کو شیطان سے نوک جھوک بہت پسند ہے۔ شیطان کی ہار تیرارتہ بلند کرتی ہے جو مشکل را ہوا سی پر تو اپنی زندگی کا کارروائی لے جا۔ خدا، رسول ﷺ، قرآن اور بزرگان دین تیری رہبری کریں گے۔ صرف یقین محکم اور تصدیق کامل کی ضرورت ہے۔ (حین)



چانگ راہ نمبر ۱۲۳

”نقل کو دیکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ اصل کو دیکھنا چاہئے۔“ (وارث پاک)

گیا ہے تقلید کا زمانہ، مجاز رخت سفر اٹھائے
ہوئی حقیقت ہی جب نمایاں تو کس کو یارا ہے، گفتگو کا

(اقبال)

نقل دھوکا ہے اور اصل حقیقت۔ تقلید غلامی ہے اور عاشق اپنی مرضی کا بادشاہ ہوتا ہے۔ خدا کی تلاش میں جس نے بھی کسی بھی ہستی کا سہارا لیا وہ بہک گیا۔ خدا تو تجھ سے قریب تر ہے۔ مگر نادان تو ہی ادھر ادھر بہک رہا ہے۔ حقیقت میں پیچ نہیں ہوتا۔ نقل میں دوسری اور طرح طرح کے پیچ، رسم درواج کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ اصل خدا ہے، نقل فریب نظر۔ خدا کو پانے کیلئے کسی سہارے اور دوڑ دھوپ کی ضرورت نہیں۔ قرآن خدا کی آواز ہے۔ جو تمام انسان کی فلاح و بہود اور رہنمائی کیلئے ہے۔ اسی آواز حق، آواز خدا کو پکڑ، تیرا یہڑا پار ہے۔ نقل کو دیکھنے سے کیا ہوتا ہے، اصل کو دیکھنا چاہئے، اصل روشنی ہے اور نقل تاریکی۔ روشنی آتے ہی تاریکی غائب۔ یہ روشنی تجھے قرآن میں ملے گی۔ حدیث میں ملے گی۔ بزرگان دین کے سہرے نقش قدم کے نشان میں ملے گی۔ روشنی کے ہوتے ہوئے اور آنکھیں رکھتے ہوئے تاریکی میں کیوں بستکتے ہو۔ اصل کو چھوڑ کر نقل کے چیچے کیوں بھاگتے ہو۔ بادشاہت چھوڑ کر غلامی اختیار کیوں کرتے ہو حقیقت چھوڑ کر دھوکے کے چیچے دیوانہ کیوں بنتے ہو۔ ہوش میں آؤ۔ خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ شام ہونے کو قریب ہے۔ اصل کو پکڑ لو۔ نقل کو



چانگ راہ نمبر ۱۲۵

”جو خدا پر بھروسہ رکھتا ہے۔ اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا ہے۔“ (وارث پاک)

نہیں جسٹ ٹواب آخرت کی آرزو مجھ کو
وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خارے میں

(اقبال)

خدا ہر چیز کا مالک ہے۔ ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ خیر و شر سب اسی کے حکم سے ہے۔ شیطان یا
ابلیس نعوذ باللہ خدا کا رقیب نہیں۔ وہ بھی خدا ہی کے بندے ہیں جیسے ہم سب ہیں۔ جو بندہ، جو انسان، خدا کے حکم کے
مطابق، قرآن کریم کے بتائے ہوئے فرمان کے مطابق، حدیث نبی کریم ﷺ کے اصول کے مطابق، بزرگان دین کے
نقش قدم کے نہرے نشانات کے مطابق، اپنی زندگی کے کارروائی کو چلاتے ہیں، اسی کا بھروسہ اصل میں خدا کا بھروسہ
ہے۔ باقی سب دھوکا اور فریب نظر ہے۔ ایسے تو کل علی اللہ، راضی برضا، تسلیم و رضاوا لے فقیر کو کون تکلیف یاد کھیا درد پہنچا
سکتا ہے۔ فقیر کو منزل طے کرنے کے سلسلے میں جو شر پہنچتا ہے وہ فقیر کی فقیری کو جلا دینے کیلئے ہوتی ہے۔ فقیر کی تکمیل
کیلئے ہوتی ہے۔ جو خدا کا ہوتا ہے خدا اس کا ہوتا ہے۔ خدائی اس کی ہوتی ہے۔ بادشاہی اس کی ہوتی ہے۔ وفادار اور تابع دار
نوکر مالک کا دایاں ہاتھ کھلاتا ہے۔ اس کا درجہ مالک کا درجہ ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح، یہی حالت روحانیت میں بھی ہے۔ فقیر
کامل خدا کا بھروسہ دار بندہ ہوتا ہے۔ وفادار اور تابع دار بندہ ہوتا ہے۔ ایسے فقیر کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتا ہے۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۱۲۶

”مسجد، مندر، گرجا میں جہاں جائے، سوائے ایک شان کے اور کچھ نہ دیکھئے۔“ (وارث پاک)

علم کے حیرت کدے میں کہاں اس کی نمود
گل کی پتی میں نظر آتا ہے راز ہست و بوو

(اقبال)

مسجد، مندر، گرجا یہ سب گھر خدا کے ہیں۔ وہ خدا جو ہر ذرہ، ہر قطرہ اور ہر پھل پھول میں ہے مگر یہ نظر، یہ شان
خدا، کس کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ فقیر کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ عاشق کامل کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ معرفت الہی والی کی آنکھ دیکھ سکتی
ہے۔ علم و عقل والی آنکھ کیا دیکھ سکتی ہے۔ اس کی بساط ہی کیا ہے۔ عشق حقیقی کے سند رکے سامنے علم و عقل ایک قطرہ ہے۔

معرفت الہی کے آفتاب کے سامنے علم و عقل ایک ذرہ ہے، ایک کرن ہے۔ خدا کا عاشق مسجد، مندر، گرجا یا شیوال کا ہمان نہیں۔ اس کی نظر اس کا دماغ اس کا دل جو وسیع سمندر ہے۔ روشن آفتاب ہے جب اور جہاں چاہے خدا کو دیکھ سکتا ہے۔ خدا کے جلوے کو دیکھ سکتا ہے۔ خدا کے نور کو دیکھ سکتا ہے۔ خدا کی آواز اور بول کو سن سکتا ہے۔ فقیری بہت بڑی منزل ہے۔ وہ خدا کا عاشق ہوتا ہے۔ وہ جہاں جاتا ہے اس کی نگاہ میں اپنے یار، اپنے محبوب، اپنے معشوق حقیقی کا نور ہی نور تصور میں آتا ہے۔ اس کو اپنے محبوب کی شان کے سوا اور کچھ نہیں دکھائی دیتا ہے۔ اس نے اس کیلئے مسجد، مندر، گرجا، شوالے سب برابر ہیں۔ انتہا یہ کہ اس کا خانہ دل مسجد، مندر، گرجا، شیوالے کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ علامے ظاہر اس کو کیا سمجھ سکتے ہیں اس کو سمجھنے کیلئے قطرہ خون جگر سے اپنے عشق کی سیوا کرنی پڑتی ہے۔ جو علامے ظاہر کے بس کی بات نہیں ہے۔ جس کا حصہ ہوتا ہے اسی کو ملتا ہے۔ علامے ظاہر یعنی مندر کے پیاریوں، مسجد کے نمازیوں، گرجا کے پادریوں اور عیسائیوں کے دلوں میں غلط آرزوؤں کا انبار ہوتا ہے۔ جو صنم اور بت کی شکل جدا جدا اختیار کر لیتا ہے۔ یہ پیاری یہ نمازی اپنا اپنا بات و صنم اپنے ساتھ لے جاتے ہیں ان کو مسجد، مندر، گرجا میں وہی نظر آتا ہے جو ان کے دل میں ہوتا ہے۔ فقیر کے دل میں کوئی آرزو نہیں۔ کوئی بت نہیں، کوئی صنم نہیں۔ اس کو ہر جگہ ایک ہی صورت نظر آتی ہے۔ وہ صورت خدا کی ہوتی ہے وہ ہر جگہ ایک ہی شان دیکھتا ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲۷

”سینے میں جو سانس چلتی ہے۔ یہی ذات ہے۔ بس اس کی تصدیق مشکل ہے۔“ (وارث پاک)

تیرے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے
تیرا دم گرمیِ محفل نہیں ہے

(اقبال)

ذات ایک ہے باقی سب صفات ہیں۔ اس ذات واحد نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔ خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ آدمی میں جو سانس چلتی ہے۔ وہی ذات ہے۔ باقی دل، دماغ، منہ زبان ہاتھ پاؤں۔ آنکھ، کان، ہاک، خیال، احساس وغیرہ سب صفات ہیں۔ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہوتا ہے اس کی وہی سانس ہوتی ہے جو ماں کی ہوتی ہے۔ شہر کی تمام بجلی تیوں کے کرنٹ وہی ہوتے ہیں جو پا اور گھر میں کرنٹ ہوتا ہے۔ ذات واحد معبود حقیقی کی جو سانس ہے، جو روح ہے، جو نور ہے۔ وہی اس کے تمام صفات یعنی کائنات اور اس کے ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ پتہ میں بقدر ظرف بقدر پیانہ درجہ بدرجہ ظہور میں ہے۔ علامے ظاہر کیلئے اس کی تصدیق مشکل ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲۸

”تصدیق ہزاروں میں ایک کو ہوتی ہے۔ ہر شخص کا حصہ نہیں پھر اس کی بھی کئی صورتیں ہیں۔ زبانی جمع خرچ
کے کام نہیں چلتا۔“ (وارث پاک)

خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ
نہیں ممکن امیری بے فقیری

(اقبال)

ارشاد نمبر ۳۶ ”عنوان جس کو تصدیق نہیں اس کا ایمان نہیں۔“ میں وضاحت کے ساتھ ایمان اور تصدیق پر
روشن ڈالی گئی ہے۔ اس ارشاد کو پڑھنے سے پہلے ارشاد نمبر ۳۶ کو اچھی طرح پڑھ لیں۔ اس ارشاد میں اسی تصدیق کے
درجے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ وارث پاک خود فرماتے ہیں کہ تصدیق ہزاروں میں ایک کو ہوتی ہے۔ ہر شخص کا حصہ نہیں۔
پھر اس کی بھی کئی صورتیں ہیں۔ زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا۔ دنیائے ظاہر کی آنکھ ایمان ہے اور دنیائے باطن کی آنکھ
تصدیق ہے۔ چوں کہ عشق یعنی فقیری کی ساری منزلیں باطن سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے بغیر تصدیق کی آنکھ کے ایک
ندم بھی آگے چلنا دشوار ہے۔ مادیت کی آنکھ ایمان ہے۔ اسی طرح روحانیت کی آنکھ تصدیق ہے۔ روحانیت کا قلب
تصدیق ہے۔ فقیر بننے کے پہلے یا فقیری کی منزل پہانے سے پہلے کی، تصدیق کی دولت فقیر کے پاس ضرور ہونی چاہئے۔
درستہ فقیری کی تجارت میں سودا کس سے کرو گے۔ زرنقدتو تصدیق ہے۔ بغیر زرنقد تمہیں کون سودا دے گا۔ فقیری چاہتے ہو یا
فقیری کی تکمیل چاہتے ہو تو تصدیق کی دولت جمع کرو۔ بے تصدیق فقیری گدگری ہے اور گداگری انسانیت کی پیشانی پر
گلگ کائیکہ ہے۔ (صین)



چراغ راہ نمبر ۱۲۹

”صاحب توحید ہونا آسان مگر صاحب تصدیق ہونا مشکل ہے۔“ (وارث پاک)

تو زندگی ہے پابندگی ہے
باتی ہے جو سب خاکہ بازی

(اقبال)

اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کو زیادہ تر لوگ ایمان کے ساتھ تصدیق کے ساتھ مانتے
ہیں۔ مگر وہ ہر چیز کا مالک ہے۔ ہر چیز پر قادر ہے۔ خیر و شر سب اسی کی طرف سے ہے۔ وہی بیارڈا تا ہے۔ وہی دکھ دیتا
ہے۔ وہی سکھ دیتا ہے۔ وہی مالدار بناتا ہے۔ وہی غریب بناتا ہے۔ وہی مرتا ہے۔ وہی جلاتا ہے۔ وہی بنا تا ہے، وہی بگاڑتا

ہے۔ زبان سے توبہ ہی کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے۔ مگر لاکھوں بلکہ کروڑوں میں ایک ہوتا ہے جس کو دلی تصدیق ہوتی ہے کہ خیر دشرب اسی کی جانب سے ہے۔ شردے کراپنے پیارے بندے کے مریض جسم۔ مریض دل کی شفا بخشنده منظور ہوتا ہے۔ مصیبت میں ڈال کر اس کو جگانا منظور ہوتا ہے تاکہ بے ہوشی میں وہ بندہ جہنم کی آگ میں نہ کو دجائے۔ خیر اس لئے دیتا ہے کہ اس کا نیک بندہ انعام پا کر جذبہ شوق میں اور آگے نہ بڑھ جائے۔ اس طرح کا یقین کامل، ایمان کامل، تصدیق حکم سب کے بس کی بات نہیں۔ چون کہ محفلِ عشق میں۔ بازارِ عشق میں جب تک دلی تصدیق کی دولت ہو تو فقیری کی ایک منزل بھی طنبیں ہو سکتی ہے۔ اس لئے وارث پاک اپنے فقیروں کو آگاہ کر رہے ہیں۔ خواب غفلت سے بیدار کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ”صاحب توحید ہونا آسان مگر صاحب تصدیق ہونا مشکل ہے۔“ اگر ذوق فقیری ہے تو تصدیق کی دولت حاصل کرو۔ یہ دولت خدا داد ہوتی ہے۔ جس طرح خدائے پاک اپنی دولت معرفت جس کو چاہے دے دے، کسی کا اجارہ نہیں۔ ٹھیک اس طرح دولت تصدیق ہے خدائے پاک اپنی دولت تصدیق جس کو چاہے دے دے، کسی کا اس میں اجارہ نہیں۔ دل کو سمندر کی طرح وسیع کرو، آفتاب کی طرح روشن اور منور کرو، تاکہ خدائے پاک دولت تصدیق اس میں بھروسے۔ ظرف اور پیانہ بڑھاؤ۔ باقی کام خدائے پاک کا ہے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۳۰

”جس کو یہاں تصدیق ہے وہ کعبہ جا کر کیا کرے گا۔ وہاں جا کر سوائے پھر کے اور کیا دیکھے گا۔ خدا تو ہر جگہ ہے کعبہ تو پہت ہے۔“ (وارث پاک)

اس دور میں بھی مرد خدا کو ہے میر
جو مجذہ پر بہت کو بنا سکتے ہیں رائی

(اقبال)

اس ارشاد میں تصدیق کے کمال کی وضاحت ہے۔ حضرت مولیٰ کے دل نے کہا تو اپنا عصاز میں پر ڈال دے اور وہ اس آواز پر لاثی ڈال دی۔ وہ لاثی اٹھ دھاہن کر جادوگروں کے سانپ کو کھا گیا۔ ان کے دل نے آواز دی کہ تو اپنی لاثی دریائے نسل پر مار۔ انہوں نے دل کی بات سن کر دریائے نسل پر لاثی ماری تو دریائے نسل دو ٹکڑے ہو کر اپنے یعنی سے راستہ دے دیا۔ جس سے مولیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے سارے لوگ پار ہو گئے۔ محبو خدا نے انگلی کا اشارہ کیا اور چاند و ٹکڑے ہو گیا۔ یہ سب کرامات خداوندی اسی تصدیق کے ذریعہ دنیا میں ظاہر ہوئے۔ آج بھی جن کو تصدیق کامل ہے، وہ جو کعبہ میں دیکھتے ہیں۔ وہ اپنے خانہ دل میں دیکھتے ہیں۔ ذرہ ذرہ میں دیکھتے ہیں، پتہ پتہ میں دیکھتے ہیں۔ قطرہ قطرہ میں دیکھتے ہیں۔ جس کو یہاں تصدیق ہے، وہ کعبہ جا کر کیا کرے گا۔ وہاں جا کر سوائے پھر کے اور کیا دیکھے گا۔ خدا تو

ہر جگہ ہے کوہ تو چھٹت ہے۔ اس طرح کی تصدیق کا قائم ہونا آسان نہیں ہے۔ یہ دبی چیز ہے۔ یہ عنایت خداومدی ہے۔ جس کو بخش دے اس میں کسی کا اجارہ نہیں۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۳

"محبت سے کچھ نہیں۔ جب تک دل تصدیق نہ ہو۔" (وارث پاک)

خود دار نہ ہو فقر تو قبر الہی
ہو صاحب غیرت تو ہے تمہید امیری

(اقبال)

خودی اور خدا، فقیری اور امیری، محبت اور تصدیق، بس یوں سمجھ لو کہ تکوار اور تکوار کی دھماڑ پھول اور پھول کی خوشبو، عشق اور عشق کا جنون، سب سے پہلے تصدیق کی ضرورت ہے۔ جب تک خود دار نہ ہو گے خدا کی شان محبوبی کو دیکھنے نہ پاؤ گے اور خود دار انسان اس وقت ہوتا ہے جب اس کے دل سے مساواۃ اللہ کے سارے سہارے بے آسر انظرا نے لگتے ہیں۔ وہ فقیر کہاں جوانسان سے آسرا لگائے۔ وہ تو گدا ہے گدا۔ فقیر تو اس کو کہتے ہیں جو مسکرا کر کسی کو بھی بادشاہ بنا دے۔ فقیر کے سینہ میں خدا بولا کرتا ہے۔ اس نور حقیقت کو رکھنے والا ہیرے جواہرات جیسے واهیات پھر کو چھوٹا بھی گوار نہیں کرتا فقیر اپنے پاؤں تلے ساری دنیا کا خزانہ رکھتا ہے۔ یہی اس کی شان ہے اور یہی اس کی پہچان۔ تصدیق روحاںیت کی پونچی ہے اور محبت ایک شے۔ ایک جس، ایک سودا۔ اگر پونچی نہیں ہے تو خرید فروخت کس سے کر دے گے۔ پہلے تصدیق کی دولت حاصل کرو۔ پھر محبت کا سودا کرو۔ بے تصدیق محبت بے کار ہے۔ محبت سے کچھ نہیں۔ جب تک دل تصدیق نہ ہو۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۲

"نماز روزہ اور ہے تصدیق اور ہے۔ اگرچہ تصدیق مانع صلوٰۃ نہیں۔ مگر حالت ضرور قابل لحاظ ہے۔" (وارث پاک)

نادان، ادب و فلفہ کچھ چیز نہیں ہے
اسباب ہنر کیلئے لازم ہے مجک و دو

(اقبال)

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد ایک ایک درجہ ہے۔ ایک ایک اشارہ ہے۔ مگر منزل مقصود صرف تصدیق ہے۔ اگر تصدیق سے تیرا سینہ خالی ہے تو تیرا وجہ طوطے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد شرع شریف کے درجات ہیں اور تصدیق ان درجات کے طے ہونے کے بعد کی منزل ہے۔ اگر درجات کے طے ہونے کے بعد بھی منزل

تمدید ایقانت ہاتھ نہ آئی تو ویسی نماز، ویسے روزے، ویسے حج، ویسی زکوٰۃ، ویسے جہاد کام کے۔ جب حاصل سے محروم مطلوب سے محروم، مقصود سے محروم، تو نے ساری زندگی اپنے جسم کو تکلیف دی، مگر تمدید ایقانت پاسکا۔ تو ایسی نماز اور روزہ سے کیا فائدہ۔ تمدید اسی کوٹی ہے جس کا دل سمندر سے زیادہ وسیع اور عیقیق ہوتا ہے۔ تمدید اس کو علمتی ہے۔ جس بارہ آفتاب سے زیادہ روشن اور منور ہوتا ہے۔ ایسا دل فقیر کا ہوتا ہے۔ جو اپنی فقیری کی خاطر اپنی ہستی کو نیست کر دتا ہے۔ قربانی میں اپنی زندگی کی مکراہت دیکھتا ہے منزلِ عشق سخت اور دشوار گزار منزل ہے۔ یہاں ایسے دیوانے اور مجتوں کی ضرورت ہے، جو دل کی ہر چوتھی پر حق اللہ، حق اللہ، حق اللہ کا نعرہ بلند کرے۔

اگرچہ تمدید ایقانت صلوٰۃ نہیں مگر حالت ضرور قابلِ لحاظ ہے۔ نماز پڑھتے جاؤ، ٹوٹی پھونٹی ہیں کمی۔ یہ نظام اسلام ہے۔ پھر کون جانے تمہاری ایک ہی نماز تمہاری قسمت بدل ڈالے۔ معبدِ حقیقی خوش ہو کر اپنی دولت تمدید ایقانت سے تمہیں مالا مال کر دے پیوست رہ شجر سے امید بھاڑ کھ۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۱۳۳

"کتابیں پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا تمدید اور چیز ہے۔" (وارث پاک)

محرم خودی سے جس دم ہوا فقر
تو بھی شہنشاہ میں بھی شہنشاہ

(اقبال)



کتاب۔ استاد اور ہر سب صرف دو قدم کا ساتھ دے سکتے ہیں، راستہ بنا سکتے ہیں، راستے پر لا کر کھڑا کر سکتے ہیں مگر منزل تو طے طالب علم کو کرنی پڑتی ہے۔ طالب مولا کو کرنی پڑتی ہے۔ راستے کی دشواریاں طالب مولا کو اٹھانی پڑتی ہیں۔ استاد یا پیر کیا کر سکتا ہے۔ منزل پر منزل طے کرنا یا ایک ہی منزل پر زندگی گزار دینا طالب کے ہاتھ ہوتا ہے یا مطلوب کے ہاتھ ہوتا ہے۔ پیر فقیر تو صرف رہنا ہوتے ہیں۔ مطلوب کی نظر شفقت اگر پر گئی تو اپنی دولت تمدید ایقانت سے اپنے نوآموز طالب کے سینہ کو بھردیتا ہے۔ تمدید ایقانت کے گھوڑے پر سوار ہو کر وہی نوآموز طالب ہزاروں برس کی منزل کو ایک منت میں طے کر کے رکھ دیتا ہے۔ تمدید ایقانت سب سے تیز رفتار برآق ہے پیارے۔ فقیری سے پہلے خدا سے تمدید ایقانت مانگ، بے تمدید ایقانت فقیری بے کارٹے ہے۔ ایک منزل بھی طے نہ ہوگی۔ ایک ذرا سی چوتھی تمہارے حوصلہ اور تمہاری تڑپ کو پارہ پارہ کر کے رکھ دے گی۔ پھر نہ تم دین کے رہو گے اور نہ دنیا کے۔ روحانیت کی پونچی تمدید ایقانت ہے۔ پہلے پونچی جمع کرو پھر باز اور روحانیت میں قدم رکھو۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۱۳۴

"یقین اعتماد کی روح ہے۔ جس میں یقین کی کمی ہے اعتماد کی کمی ہے۔" (وارث پاک)

آگ اس کی پھونک دیتا ہے ہناؤ ہیر کو
لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحب یقین

(اقبال)

جس طرح تصدیق ایمان کی روح ہے۔ جس میں تصدیق کی کمی ہوتی ہے اس میں ایمان کی کمی ہوتی ہے۔
ہاکل اسی طرح، یقین اور اعتماد ہے۔ یقین اعتماد کی روح ہے جس میں یقین کی کمی ہے۔ اعتماد کی کمی ہے۔ فقیر بے
تصدیق بے کار ہے، اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اسی طرح اعتماد چاہے وہ دین اسلام کا ہو یا قرآن کا یا رسول ﷺ کا یا
جنت کا یا دوزخ کا، حشر کا نشر کا، غرض جس کا بھی ہو، بے یقین بے کار چیز ہے۔ اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ یقین ہو تو ایسا
یقین ہو جیسے آگ میں انگلی ڈالنے کے بعد انگلی کے جلنے کا یقین ہوتا ہے۔ جب تک اس طرح کا یقین نہیں اس وقت تک
اعتماد پانی کا ایک بلبلہ ہے۔ جو ہوا کے ایک ہی جھوٹکے میں نٹ کر غرقاً ہو جاتا ہے۔ اس یقین کا پیدا کرنا یا اعتماد
حاصل کرنا بھی بے فقیری محال ہے۔ فقیری خون جگر پیمنے سے بنتی ہے۔ اگر شوق ہے تو محبت کرو۔ عشق کرو اور قظر، خون جگر
سے عشق کی تو انشع کرو۔ (حسین)

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۱۳۵

"جس کے دل میں یہ رہے کہ دیکھتے یہ کام ہو کہ نہ ہو وہ کام نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ دبدھا میں پڑا ہے۔"

(وارث پاک)

کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کور ذوق اتنا
ما سے بھی نہ ملا تجھ کو بوئے گل کا سراغ

(اقبال)

کتابوں کے خاموش اور مردے اشارے تیری خودی کو سلا دیتے ہیں۔ اس کی جگہ عقل آجائی ہے اور عقل ایک
اسی کمزور ساختی ہے جو بات بات پر شک و شبہ اور دبدھا پیدا کرتی ہے۔ راہ عشق میں اگر منزل کی تلاش ہے تو جنوں کو اپنا
ساختی ہنا۔ وہ تجھے بات بات پر ہمایہ کا مذاق اڑا دینا سکھا دے گا۔ پہلے جنوں پھر خودی کا جامد، اس کے بعد وہی جلوہ۔ اللہ
کرے کہ تو صاحب عقل نہیں بلکہ صاحب جنوں ہو جائے۔ تاکہ تیری منزل خود بخود لرزتی ہوئی تیرے قدم چوم لے۔
دبدھا کی جگہ، دسوئے کی جگہ، شک و شبہ کی جگہ، یقین، ایمان اور تصدیق کی طاقت حاصل کر۔ کامیابی کا بھی راز ہے

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۱۳۶

"خدا پر بھروسہ ہے تو وہ خود تمہارا سامان کر دے گا۔" (وارث پاک)

یقینِ محکم، عملِ ہیم، محبتِ فاتحِ عام
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

(اقبال)

یقینِ اعتماد کی روح ہے۔ اگر تمہارا اعتماد ہے کہ دنیا کی ساری چیز خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے بنتی ہے اور بگرتی ہے۔ وہی مارتا ہے وہی جلتا ہے۔ وہی بیمارِ ذاتا ہے۔ وہی شفا بخشتا ہے۔ وہی شر کا بھی مالک ہے اور وہی خیر کا بھی اساباب دینا صرف بہانہ ہے۔ اگر تمہارا یہ اعتماد یقینِ محکم کے ساتھ ہے۔ تقدیقِ کامل کے ساتھ ہے تو تمہارا ایڑا پار ہے۔ ایسے یقینِ دالے اعتمادِ دالے تقدیقِ دالے ایمانِ دالے فقیر کا سامان خدا خود کر دیتا ہے اس کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہوتی ہے۔ کسی سے نہ کہنے کی حاجت نہیں ہے اور نہ بولنے کی۔ اس کو صرف اپنے خدائے بزرگ و برتر پر بھروسہ ہوتا ہے۔ جو دلوں کا حال جانتا ہے۔ وہ خدائے بزرگ و برتر ضرورت کے مطابق سامان ضرورت خود مہیا کر دیتا ہے۔ مہیا کرنے کے اس کے ہزاروں بہانے ہیں۔ فقیر کا کام خود سے ہوتا ہے۔ اس کو زبان ہلانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ یقین کے ساتھ خدا پر بھروسہ رکھو۔ خدا خود تمہارا سامان کر دے گا۔ (حسین)

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۱۳۷

"جس کی نظرِ دوست پر ہے اس کا کوئی دشمن نہیں۔" (وارث پاک)

اے لالہ کے وارثِ باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتار دلبرانہ کردار قاہرانہ

(اقبال)

تمہارے گھروں میں جو یہ بتیاں جل رہی ہیں، عکھے چل رہے ہیں، ریڈیونگ رہے ہیں، اسی طرح کے سینکڑوں آسائش و آرام کے سامان مہیا ہیں، یہ سب کا آمد اس وجہ سے ہیں کہ سب کے تار پا در گھر سے وابستہ ہیں۔ جوں ہی وابستگی گئی، پورا گھر گھپ اندر ہمرا، سب بیگانے اور دشمن۔ یہی حال انسان کا ہے۔ انسان آفتابِ حقیقت کا ایک ذرہ ہے ایک کرن ہے، ایک شمع ہے، جب تک آفتاب سے وابستگی ہے، لگاؤ ہے، اس وقت تک ذرہ میں چمک ہے۔ کرن میں گری

ہے اور شیع میں نور ہے۔ جوں ہی دا بستگی ٹوٹی، لگا و ختم ہوا، ذرہ ریت ہے، کرن سایہ ہے، شمع گل ہے، سب بیکار ہیں۔ سب دشمن ہیں یا یوں سمجھتے کہ جس کی نظر دوست پر ہے، اس کا کوئی دشمن نہیں، کوئی بیگانہ نہیں، کوئی نقصان نہیں۔ اللہ کی عبادت لوگ ڈرا در خوف سے کرتے ہیں۔ رحیم و کریم ہونے کے سبب آرزو اور تمدن لے کر کرتے ہیں۔ مگر اللہ دوستی کے رشتہ کو زیادہ پسند کرتا ہے اگر دنیا کے جلا دکوما رذالنا چاہتے ہو تو اللہ سے دوستی کے ناتے جہاد کی طاقت مانگو۔ تمہارا کوئی دشمن نہیں رہے گا۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۱۳۸

”شرط انصاف یہی ہے کہ سونے چاندی کے ہم وزن شیرینی خرید کی جائے۔“ (وارث پاک)

(نوٹ:- حضور پاک اپنی دادی صاحبہ کے پاس سے اکثر اشرفیاں لاتے اور مسکی لوکی طوائی کو دیتے اور اس کے وزن کے برابر تباش لے کر بچوں کو تقسیم فرماتے تھے۔)

اللہ کی دین ہے جسے دے
میراث نہیں بلند نامی

(اتمال)

فقیری میں، عشق میں، بازار دنیا کی ساری چیزیں برابر ہیں۔ سونا، چاندی، موتنی، مونگا، ہیرا، جواہر، مٹی، پتھر، پانی، آگ، ہوا سب برابر ہیں۔ کسی کو دوسرے پروفیشن حاصل نہیں ہے۔ فقیر کی سمندر جیسی نگاہ میں قطرہ کا کیا وجود ہے۔ عشق کی آفتاب جیسی نظر میں جنگوں کی کیا حقیقت ہے۔ جس کو دنیا والے سونا کہتے ہیں۔ وہ فقیر کی نظر میں مٹی ہے۔ جس کو ہیرا کہتے ہیں وہ پتھر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وارث پاک اپنے مریدوں کو تاکید فرماتے ہی کہ شرط انصاف یہی ہے کہ سونے چاندی کے ہم وزن شیرینی خرید کی جائے۔ صرف زبان یا قلم سے ہی انہوں نے یہ تاکید نہیں فرمائی ہے۔ بلکہ اس پر خود عمل کر کے بھی دکھایا ہے۔ حضور پاک اپنی دادی صاحبہ کے پاس سے اکثر اشرفیاں لاتے اور مسکی لوکی طوائی کو دیتے اور اس کے وزن کے برابر تباش لے کر بچوں کو تقسیم فرماتے تھے۔ یہ ہے فقیری کی شان کہ دنیا کی بادشاہت، ہیرے جواہر، سونے چاندی کی وقعت، فقیر کی نظر میں گرد و غبار سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی ہے۔ جو خدا سے ملا وہ خود خدا ہو گیا۔ خدائی اس کے زیر قدم ہوتی ہے۔ وزن قائم رکھو۔ حق، انصاف اور اسلام کو گرنے نہ دو۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۱۳۹

”مال و زر فقیر کو نہیں چاہئے۔“ (وارث پاک)

مقامِ گلہٹکو کیا ہے اگر میں کیہا گراؤں
بھی سوزٹس ہے اور میری کیہا کیا ہے

(اقبال)

نقیر خدا کا پُشیدہ نہ آنہ ہوتا ہے۔ نقیر کے زیر قدم خدا کی ساری خدائی پُھی راتی ہے۔ نقیر کی لگائیں دور بین اور اندر ون بین ہو جاتی ہیں۔ ظاہر اور باطن سب عیال ہو جاتے ہیں۔ سونا، چاندی، ہیرے جواہرات سب کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ اس کی نگاہ دور بین میں سونا، چاندی مٹی ہے اور ہیرے جواہرات پتھر ہیں۔ بھلا ایسی صورت میں نقیر زر و مال لے کر کیا کرے گا۔ جو اس کے پاس ہوتا ہے وہ بھی لوگوں میں ہانت دیتا ہے۔ وہ تو صرف اپنے محظوظ اور اس کی یاد کا متواہا ہوتا ہے۔ اس کو اتنی فرستہ کہاں کہ مال و زر کی طرف دیکھے۔ اس کی ہر نظر محظوظ کے جلوے اور نثارے کی طرف ہو رہتی ہے۔ اس کی ہر سانس یا محظوظ کیلئے دقف رہتی ہے۔ نقیری بہت بڑی منزل ہے پیارے۔ بنجے، جب نادان ہوتے ہیں تو سنگر پتھر اور مٹی ہی کو زیادہ قسمی چیز سمجھتے ہیں اور جمع کرتے ہیں۔ مگر ہوش و گوش آتے ہی سنگر، پتھر اور مٹی کو چھوڑ کر سونا، چاندی اور ہیرا جواہر جمع کرنے لگتے ہیں۔ مگر یہ ہوش و گوش انسان کا ظاہری ہوش گوش ہوتا ہے۔ اصل ہوش گوش نقیری میں حاصل ہوتا ہے۔ نقیر کی نگاہ میں دنیا کی ساری چیزیں مٹی ہے۔ یہاں کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ اس کو جمع کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ نقیر کو مال و زر نہیں چاہئے۔ (حین)

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۱۳۰

”مشائخ نظام کے طریقوں کے متعلق فرماتے تھے۔ وہ طریقے نظایی ہیں۔ اگر انتظام نہ ہو تو سب کھیل گزر جائے۔ سب ایک سے ہو جائیں۔“ (وارث پاک)

یہ بندگی خدائی وہ بندگی مددائی
یا بندہ خدا بن یا بندہ زمانہ

(اقبال)

یہ تماشا گاہ دنیا میں ذرا سما کردار انسان کا جدا جدا ہے۔ کوئی ہیرو ہے تو کوئی ولیم۔ کوئی گاہا ہے تو کوئی رقص کرتا ہے۔ کوئی سپاہی کا کام کرتا ہے تو کوئی سپہ سالاری کا۔ کوئی پیادہ ہے تو کوئی سوار۔ یہ سب طریقے نظایی ہیں۔ اگر انتظام نہ ہو تو سب کھیل گزر جائے سب ایک سے ہو جائیں۔ جب دنیا وی ظاہری ذرا سما میں نظام ہے، اصول ہے، آداب ہیں، احکام ہیں، شرع ہے تو باطنی ذرا سما یعنی انسانیت کی بھیل کے ذرا سے میں نظام، اصول، آداب، احکام اور شرع شریف کا ہونا ازحد لازمی ہے۔ اس لئے نقیروں کو چاہئے کہ مشائخ نظام کے طریقوں کے متعلق جو نظایی طریقے ہیں ہرگز ہرگز

ایسی بات منہ سے نہ کالیں جو شرع شریف کی شان سے گری ہوئی ہو۔ شرع شریف کی پابندی جس طرح مشائخ عظام پر لازم ہے اسی طرح فقیروں پر لازم ہے۔ کوئی فقیر اس وقت تک کمال حال نہیں کر سکتا ہے جب تک شرع شریف کے درجات پورے کے پورے طے نہ کرے۔ لازم ہے کہ فقیر خود بھی نظامی طریقے کے مطابق چلے اور دوسروں کو بھی چلنے کی تلقین کرے۔ فقیری نظام عالم کو سنوارنے کے لئے ہے، خلل پیدا کرنے کے لئے نہیں۔ (حسین)



چاند راہ نمبر ۱۳۲

"جو خدا کل امراض کو دور کر سکتا ہے وہ بھوک اور پیاس کی زحمت کو بھی منا سکتا ہے۔" (وارث پاک)

خودی کا نیشن تیرے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے

(اقبال)

انسان جو کاغذ اکھاتا ہے اور پانی پیتا ہے۔ پیٹ میں جا کر دونوں مل جاتا ہے۔ ملنے کے بعد تحلیل ہوتا ہے، تخلیل ہو کر خون بنتا ہے۔ خون جسم کو قوت اور طاقت بخشا ہے۔ یہ ساری تبدیلیاں اللہ کے حکم اور اس کی رحمتوں کے ذریعہ عمل میں آتی ہیں۔ ورنہ غذا کیا ہے؟ اناج ہے، سبزی ہے، گوشت ہے، تیل ہے، نمک ہے، سب کے سب مٹی ہیں۔ وہی مٹی اللہ کے حکم سے، حکمت سے، رحمت سے ضرورت کے مطابق تبدیلی اختیار کرتی ہے اور نئی نئی شکل نئی نئی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ ہر جگہ خدا ہی خدا ہے۔ وہی خدا کل امراض کو دور کرتا ہے۔ وہی خدا صحت بخشا ہے۔ وہی خدا بھوک اور پیاس کی زحمت کو بھی بوقت ضرورت مناتا ہے۔ اس کے کارخانہ قدرت میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ کمی انسان میں ہے، کمی انسان کی تصدیق میں ہے، یقین میں ہے، اعتقاد میں ہے۔ وارث پاک کا بھوک اور پیاس کے وقت پرا شرمند یہ ہے۔ گرم پانی اور سختہ اپانی بھر پیٹ پی لو۔ وہی اثر، وہی آسودگی، وہی طاقت فقیر کو ملے گی جو شکم پر انسان کو ملتی ہے۔ شرط تصدیق کامل کی ہے۔ یہ ان کا آزمودہ نہ ہے۔ زندگی کا بیشتر حصہ صرف پانی پر گزر رہے۔ آپ کا دستور تھا کہ دن کو روزہ رکھتے اور شام کو صرف پانی سے روزہ افطار کرتے۔ لگاتا رہ جھر روز تک افطار صرف پانی سے ہوتا اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ ساتویں روز کے افطار میں دال اور اس میں ایک پتلی روٹی ڈال دی جاتی تھی۔ روٹی جب ملائم ہو جاتی تھی تو اس کا عرق نکال کر اسی دال میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اس دال اور اس ایک روٹی کا پانی سات روز کے متواتر روزہ کے بعد غذا ہوتی تھی۔ اس کے بعد پھر روزہ اور ہر روزہ کی افطار تھوڑا اپانی، یہ سلسلہ سالوں۔ یا۔ چلا، ہا۔ یہ آپ کی خصوصیت والی شان تھی اور یہ شان آپ کو اپنے اعتقاد اور تصدیق سے ملی اور وہ تصدیق یہ تھی کہ جو خدا کل امراض کو دور کر سکتا ہے۔ وہ بھوک اور پیاس کی زحمت کو بھی منا سکتا ہے۔ (حسین)



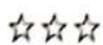
چراغ راہ نمبر ۱۳۲

"اہل دعیال کی نسبت اکثر فرمایا ہے کہ میری وجہ سے دنیا نہ چھوڑ۔ تیری دنیاداری عبادت ہے۔" (دارث پاک)

حقیقتِ ثرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی

(اقبال)

خدا کی یاد میں خدا کی محبت میں، فقیری میں، عشق میں، دنیا چھوڑ دیناحد درجہ گناہ ہے خدا بھی اس قسم کے پاکل پن کو پسند نہیں کرتا جبکہ خدا نے بھی تجھے دنیا میں کسی خاص مقصد کیلئے پیدا کیا ہے۔ تو تیرا جنگل جنگل بھٹکنا، جنگلی جانوروں کی طرح پھرنا بالکل بے معنی پیزیر ہے۔ دنیاداری اہل دعیال کی پرورش، محنت مزدوری بہت سخت امتحان ہے۔ اگر تو جنگل میں چلا گیا تو تیرے ایسا در قربانی، خود پرستی و خودستائی، نفس پرستی وغیرہ کی آزمائش کیے ہو گی۔ کیسے معلوم ہو گا کہ تو بزرد ہے یا شرود، خود پرست ہے یا خدا پرست کچھز میں اس طرح رہ جیسے کنوں تالاب میں رہتا ہے۔ اہل دعیال کی پرورش کر ساتھ ہی یاد اگئی سے غافل نہ ہو۔ ہاتھ محنت مزدوری میں لگا ہو گردن یاد خدا میں ہے۔ یہ ہے اصلی فقیری دنیاداری سے بڑھ کر اور کوئی منزل نہیں۔ فقیر اس منزل پر پارے کی طرح تحریرتاتے ہیں۔ اس منزل سے پار ہونا، پل صراط پار کرنا ہے۔ اس منزل پر سلامت روی کے ساتھ گزر جانا لو ہے کے پنچ چبانے کے برابر ہے۔ دنیاداری کے ساتھ فقیری سنت بنی ہے، جیروی علی ہے۔ (صین)



چراغ راہ نمبر ۱۳۳

"جو کچھ ادیاء اللہ کیلئے ہوتا ہے یہ سب زندہ نذر ہے۔" (دارث پاک)

حضرت مستفیم شاہ۔ آپ کو سرکار عالم پناہ کے فقراء میں صرف ممتاز اور اعلیٰ مراتب ہی ہونے کا فخر حاصل نہیں تھا بلکہ بتارک تعالیٰ نے آپ کو ایک نمونہ عشق بنا کر اس دنیا میں بھیجا تھا جس کا اظہار حضور پاک نے آپ کے والدین سے آپ کی ولادت کے قبل بائیں الفاظ فرمادیا تھا کہ۔

"تمہارے بیباں ایک لڑکی پیدا ہو گی آپ حضور مسیح پاک کے سلک پر قدم قدم چلنے والی تھیں۔ آپ کو جو درجات حاصل ہوئے۔ وہ مستثنیات سے تھے۔ کسی دوسرے کو نسب نہ ہوئے۔ حضور پاک نے اپنے اس ارشاد کو خود ہی ثابت کر دکھایا کہ جس کا حصہ ہوتا ہے اس کو ضرور ملتا ہے۔ غرضیک آپ حضور پاک کی ایسی عاشق صادق تھیں جس کی اونی مثال یہ ہے کہ جب کبھی سرکار عالم پناہ ناخوش ہو کر دیوبند شریف سے کہیں تشریف لے جاتے تھے۔ تو آپ پاہادہ

برقدہ پوئی آپ کی تلاش میں نکلی تھیں اور جس طرح سے اس روٹھ کے جانے والے ذات پاک کی خوبیوائی تھی۔ اسی طرف آپ جاتیں۔ یہاں تک کہ اس جگہ پر جہاں حضور پاک رونق افراد ہوتے ہیں جاتی تھیں۔ اس وقت کا نظارہ قابل دید ہوتا تھا اور سرکار عالم پناہ کا ایک انداز خاص سے فرماتا کہ ہم مستقیم شاہ سے مجبور ہو جاتے ہیں۔ ”مستقیم شاہ ہمارا چیچا نہیں چھوڑیں گی۔ حاضرین پر ایک کیف طاری ہو جاتا تھا۔ پھر خوشی خوشی مستقیم شاہ صاحب کے ساتھ تشریف لے آتے تھے۔

بالآخر آپ کے پچھے عشق و محبت کا نتیجہ اور صلح یہ ملا کہ جب آپ کا وصال ہوا تو سرکار عالم پناہ نے آپ کی قبر کے بغل میں اپنی قبر شریف بھی باصرار کھدوائی اور اس میں غلبہ بھروادیا اور فرمایا کہ میں بھی یہیں رہوں گا۔ میں نے مستقیم شاہ سے وعدہ کیا ہے کہ میں بھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ لیکن اس کے بعد برہنائے واقعات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غلبہ نکلوا کر قبر شریف کو پڑا دیا اور فرمایا کہ یہ سب اسباب ظاہری ہیں۔ میں نے جو ساتھ رہنے کا وعدہ کیا ہے، یہی کروں گا۔ حضور پاک نے خود ہی آپ کا عرس بھی قائم فرمایا اور اعزازی مرحوم سے بھی فرمایا کہ میرے تمام لوگ مستقیم شاہ کے عرس کے ذمہ دار ہو۔ چنانچہ اب تک برابر یہ پابندی تقریباً حضور پاک دادا صاحب کے عرس کے (جو مخدوم مستقیم شاہ صاحب کا ہی قائم کیا ہوا ہے اور جو کا تک کے میلے کے نام سے مشہور ہے۔) ایک ہفتہ کے بعد بمقام قصبه فتح پور بارہ بنکی جہاں آپ کی قبر شریف ہے۔ عرس ہوا کرتا ہے جو کہ عرس کے بابت ایک عالم صاحب مفترض ہوئے کہ مستورات کا عرس جائز نہیں۔ حضور پاک نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کو معلوم ہے کہ روح کو موت نہیں ہے۔ جب عام مخلوق کی یہ حالت ہے۔ تو اولیاء اللہ کی شان میں ارشاد موجود ہے۔ اولیاء اللہ لا یکوتون۔ بس جو کچھ اولیاء اللہ کے لئے ہوتا ہے یہ سب زندہ نذر ہے اور ہمارے نزدیک تو عورت ہو یا مرد جو طالب مولا ہے۔ وہی نذر کر ہے۔ مولوی صاحب آپ ہی بتائیے کہ مستقیم شاہ نے طلب مولا میں سرکھوا یا طلب عقیٰ یا طلب دنیا میں۔ مولوی صاحب نے ندامت سے سر جھکایا۔

حضرت مستقیم صاحب کی مختصر کہانی سے یہ بات بطور ہدایت ذہین نہیں کر لینا چاہئے کہ اولیاء اللہ کے لئے جو کچھ ہوتا ہے۔ یہ سب زندہ نذر انہے۔ اولیاء اللہ کو موت نہیں ہے۔ وہ زندہ ہیں اور پوری شان کے ساتھ زندہ ہیں۔ علمائے ظاہر کی کمھ سے باہر ہے۔ وہ ہر چیز ظاہری آنکھ سے دیکھنا اور سمجھنا چاہتے ہیں۔ علم و عقل سے سمجھنا چاہتے ہیں۔ دل یا بارہے دل کی آنکھ بند ہے۔ یقین، اعتماد ایمان، تقدیق کمزور ہے یا سرے سے ناپید ہے۔ اولیاء اللہ سمندر ہیں، آفتاب ہیں۔ بجلاء سمندر کو قطرہ کیا سمجھے یا آفتاب کو ذرہ کیا سمجھے۔ یہ کام دل کا ہے۔ دل کا علاج کرو۔ دل کی آنکھ کھولو۔ سب راز عیاں ہو جائیں گے۔ ساری حیرت ختم ہو جائے گی۔ (حسین)



دل طور سینا و فاران دو نیم
تجھلی کا پھر منتظر ہے کلیم

(اقبال)

اس ارشاد کی وضاحت وارث پاک نے اپنی زبان مبارک کے ذریعہ خود ہی فرمائی ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

”ایک پنڈت سے حضور پاک نے فرمایا کہ یہ بتاؤ، ”پر ہلا دنے جس وقت عالمِ ذوق میں برم یعنی معہود حقیقی کا نامِ رنا شروع کیا۔ اس وقت باپ جس کا نام ہر نکس تھا نہایت طیش میں آگیا اور اپنے لاٹ اور ہونہار بیٹھے سے کہنے لگا کہ خبردار میرے سامنے رام کا نام نہ لینا ورنہ تکوار سے سراڑا دوں گا۔ پر ہلا دنے جب باپ کی بے جاماً خلت سنی تو اس کو بھی جوش آگیا۔ اس نے حالتِ وجد میں اپنے باپ سے کہا کہ مجھ میں رام تجھ میں رام کھڑک کھم سب میں رام۔ یعنی مجھ میں تجھ میں تکوار اور ستون سب میں اس خدائے واحد کا جلوہ ظاہر ہے ان کے یہ کہتے ہی ستون پھٹ گیا اور برم کی صورتِ شیر کے چولے میں نمودار ہوئی۔ جس نے ہر ناکس کو پارہ پارہ کر دیا۔ تو سوال یہ ہے کہ پر ہلا دنے مجھ میں تجھ میں کھڑک کھم چار چیزوں میں برم کے جلوے کا ذکر کیا۔ مگر صورت برم کی کھم سے یعنی ستون سے ظاہر ہوئی اور باتی تینوں چیزوں میں سے کسی میں ظاہر نہ ہوئی۔ اس میں ستون کی کیا تخصیص تھی۔ جب وہ سب چیزوں میں موجود تھا۔ پنڈت نے مودب عرض کیا کہ اس کے جواب سے قاصر ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ سنو سنو پنڈت جی، پر ہلا دنے مجھ میں تجھ میں کھڑک کھم چار چیزوں میں شاہدِ حقیقی کے جلوے کا انہمار کیا۔ مگر کھم یعنی ستون پر آ کر رک گیا۔ جہاں رکا خداویں سے ظاہر ہو گیا۔ ”خدامت میں ہے مگر دیکھنیں سکتے۔ خدا کائنات کے ذرہ ذرہ میں ہے مگر تم دیکھنیں پاتے۔ خدا آتا ہے وہ بھیں میں آتا ہے۔ وہ عشق کی شکل کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ ایک ہی طرف دیکھتے جاؤ۔ دو طرف نہیں۔ چنپل نہ بنو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ادھر دیکھو تو ادھر سے نکل جائے اور ادھر دیکھو تو ادھر سے نکل جائے۔ ایک خیال پختہ کر لو اسی جگہ خدا مل جائے گا۔ ایک صورت پکڑ لو وہیں خدا مل جائے گا۔ پر کامل کی صورت پکڑ لو۔ پیر کی صورت میں خدا ملا ہے۔ (حیمن)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۳۵

” مدینہ منورہ کے راستے میں ایک مولوی صاحب بار بار کہتے تھے ان اللہ مع الصابرین۔ وہ پھر کو جب ہوا گرم ہوئی تو مولوی صاحب گھر ائے۔ پانی بھی ان کے پاس ختم ہو چکا تھا۔ اس وقت ہم نے کہا ان اللہ مع الصابرین۔ تو مولوی صاحب خفا ہو گئے بس زبان سے کہنا اور بات ہے اور دل سے قصد یقین اور چیز ہے۔“ (وارث پاک)

میں جانتا ہوں انجام اس کا
جس مرکے میں ملا ہوں غازی

(اقبال)

یقین اعتماد کی روح ہے۔ تصدیق روحانیت کی روح ہے۔ خدا اپنا کلام اپنی بول اسی پر کھوتا ہے۔ جس کا دل بین اور تصدیق سے منور ہوتا ہے۔ علمائے ظاہر کلام اللہ کو جتنی بار پڑھیں لاکھ بار پڑھیں، کروڑ بار پڑھیں، مگر جب تک ان کے دل میں یقین کامل تصدیق کامل گھرنہ کر لے گا۔ اس وقت تک کلام پاک کا ایک حرفاً بھی، ایک کلمہ بھی، ایک بول بھی نہ کھلے گا۔ حقیقت جانے سے کچھ نہیں ملتا۔ جب تک حقیقت کھل نہ جائے۔ راز ظاہر نہ ہو جائے۔ حقیقت اس وقت کھلے گی۔ بب دل روشن ہو گا۔ ضمیر روشن ہو گا۔ حق ہے زبانی جمع خرج سے کچھ نہیں جب تک دل تصدیق نہ ہو۔ تصدیق چاہتے ہو۔ بین مکمل چاہتے ہو تو محبت و پیار سیکھو۔ عشق کرنا سیکھو۔ دل کو سمندر جیسا وسیع اور آفتاب جیسا منور کرو۔ تصدیق خود آکر گھر کر لے گی۔ حقیقت سمندر سے بھی ہزار گناہ زیادہ وسیع، عیقیت ہے اور آفتاب سے لاکھ گناہ زیادہ منور ہے۔ ایسی حقیقت کو علم و عقل جسے خپر نظرہ یا ذرہ میں کیسے سامنے کئے ہو۔ یہ کام دل کا ہے۔ جہاں تصدیق سمندر یا آفتاب رہا کرتا ہے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۳۶

”مکہ معظمه میں ایک مولوی صاحب نجمن اقرب اللہ من جبل الورید کا وعظ بہت کہا کرتے تھے۔ ان کے پاس ایک معمولی سی فرد تھی اس میں سردی معلوم ہوئی۔ میرے پاس دو کبل تھے۔ وہ شب کو ایک کبل مانگنے کے لئے ہمارے پاس آئے۔ نجمن اقرب اللہ من جبل الورید سے نہیں مانگتے۔ (اس کے بعد فرمایا کہ زبانی جمع خرج سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دل تصدیق نہ ہو۔)“ (وارث پاک)

مسلمان ہے توحید میں گرم جوش
مگر دل ابھی تک ہے زنار پوش

(اقبال)

خاتم میں ہے مگر دیکھنیں سکتے۔ خدا خود داری میں ہے، ایسی خود داری کہ جان چلی جائے مگر کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلے۔ خدا کے سہارے کے سوا سارے سہارے کو اپنے اوپر حرام کر لے۔ وکنی بالله وکیلا۔ اس کے دل پر نقش ہو جائے۔ ایسے عاشق صادق اور تصدیق کے فرشتے خدا کو اپنے اندر دیکھتے ہیں اور شاہرگ سے زیادہ قریب بھی پاتے ہیں۔ علم و عقل والے علمائے ظاہر اس حقیقت سے روآشنا تو در کنار اس کے نام سے بھاگتے ہیں۔ ان کی ساری نصیحت اور وعظ دوسروں کیلئے ہوتی ہیں۔ خود اس کے عامل نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ ان کی زبان میں کوئی اثر ہے اور نہ ان کا کوئی فعل قابل تحسین ہوتا ہے۔ صرف زبانی جمع خرج ہے اور زبانی جمع خرج سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دل تصدیق نہ ہو۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۱۳۷

"معشوق کے لئے نہ ملنے سے دنیا میں واسطہ نہ رکھے۔ جو دل میں سا گیا، اس پر قائم رہے بے غرض و بے مطلب جو محبت ہے وہ ایک آتش جگر سوز ہے، جس کو عشق کہتے ہیں۔ یہ ایک بے اختیار چیز ہے۔ اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے نہ اس کو سب سے تعلق ہے۔ یہ ایک آگ جس کے دل میں پیدا ہوئی بدن چھوڑنے کے وقت اس کی صورت معشوق کی ہو گی۔" (وارث پاک)

اس کی خودی ہے ابھی شام و سحر میں اسیر
گردش دوراں کا ہے جس کی زبان پر گل

(اقبال)

عاشق جب عشق کی تمام منزلوں کو طے کر لیتا ہے۔ اس کی ہر سانس یادِ محبوب یادِ خدا میں گزرنے لگتی ہے۔ محبت اس کی خوراک پیاراں کا پانی اور چاہت اس کی راحت جب بن جاتی ہے۔ تو فتحاً شیطان اس کے کان میں یہ آوازِ ذال دیتا ہے کہ جس کی لگن میں، جس کے پیار میں تم نے اپنی ہستی بگاڑ دی۔ اپنے کو گم کر دیا فنا کر دیا آخر وہ صورت کہاں ہے۔ وہ معشوق کہاں ہے۔ یہ خیال آتے ہی، یہ آواز کان میں آتے ہی، یہ وسو سے شیطانی دل میں آتے ہی، عاشق اپنے معشوق کے دیدار کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے اور اسی بے قراری میں مجنوں کی طرح جنگل جنگل مارا پھرتا ہے۔ ایسے ہی موقع پر اور ایسے ہی جانباز فقیروں کی رہنمائی وارث پاک مندرجہ ذیل الفاظ میں فرماتے ہیں۔ معشوق کے لئے نہ ملنے سے دنیا میں واسطہ نہ رکھے۔ جو دل میں سا گیا ہے اس پر قائم رہے۔ بے غرض و بے مطلب جو محبت ہے، وہ ایک آتش جگر سوز ہے، جسے عشق کہتے ہیں۔ یہ ایک بے اختیار چیز ہے اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے، نہ اس کو سب سے تعلق ہے۔ یہ آگ جس کے دل میں پیدا ہوئی بدن چھوڑنے کے وقت اس کی صورت معشوق کی ہوگی۔

عشقِ دم جریلِ عشقِ دلِ مصطفیٰ

عشقِ خدا کا رسول ﷺ عشقِ خدا کا کلام

(حسین)

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۱۳۸

نخن اقرب، سمجھ چکے ہو کے خدا سب میں ہے۔ غور کرو اور یادِ کھوکھ اقرار اور قبولیت کے دو کلمے جو مرد اور عورت کے مابین ہوتے ہیں، اس اقرار پر عورت اتنا اعتماد کرتی ہے کہ مرد ہزار کوں پر بھی سمندر کے پار ہوتا ہے تو کبھی اپنی بیوی کو نہیں بھوتا۔ اس کی طرف دل لگا رہتا ہے۔ جس صورت سے ممکن ہو اس کی خبر لیتا ہے۔ صرف چند الفاظ اقرار اور قبولیت پر

عورت تمہاری کھلاتی ہے اور تم اس کے شوہر کھلاتے ہو۔ ایک ساعت کے لئے تم دونوں ایک دوسرے سے غافل نہیں ہوتے پھر بھلا غور کرو، جس خدائے مختار کل نے بحصہ اُن خلق آدم علی صورتِ اپنی صورت پر تم کو بنایا اور روزِ الحست بر کلم کا خود اقرار کیا اور تم نے بھی جواب ملی کہہ کر اقرار کیا۔ اب تم میں اس نسبت کے سوا جو حقیقی اور پوشیدہ ہے یعنی رازِ توحید، اس اقرار پر اتنا بھروسہ ہونا چاہئے جتنا عورت اپنے شوہر پر کرتی ہے اور حاضر و غائب اس کو اپنا جانتی ہے۔” (وارث پاک)

چمن میں تنخ نوالی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کامِ تریاقی

(اقبال)

اس ارشاد میں جس کی وضاحت خود وارث پاک نے کی ہے۔ صرف یہ بتانا منظور ہے کہ نسبت خدا اور انسان میں ہے۔ جو وعدہ خدا اور بندے میں روزِ الحست ہوا ہے، اسی پر آدمی اور انسان کو قائم رہنا چاہئے۔ خدا اپنے وعدے کے مطابق اپنا وعدہ وفا کر رہا ہے۔ چاہے تم جو بھی کرو، بھول جاؤ، خدا کی جگہ اپنا دوسرا خدا بنا لو۔ پھر بھی وہ خدائے واحد اپنے وعدے کے مطابق اپنے اقرار کا، اپنے وعدے کا پورا پورا لحاظ رکھ رہا ہے۔ یہ صرف انسان ہے جو اس دنیا میں آتے ہی پہلا کام یہی کرتا ہے کہ اپنے اقرار کو، اپنے وعدے کو ایسا بھول جاتا ہے کہ مرتے دم تک اسے اپنا وعدہ یاد نہیں رہتا۔ وارث پاک اپنے فقیروں اور عشق کے متالوں کو تسلی دیتے ہیں کہ مرد ہزار کوں پر بھی سمندر کے پار ہوتا ہے تو بھی اپنی بیوی کو جو محض اقرار و قبولیت کے دو کلمے پر بیوی ہو جاتی ہے، نہیں بھولتا ہے۔ پھر بھلا غور کرو۔ جس خدائے مختار کل نے بحصہ اُن خلق آدم علی صورتِ اپنی صورت پر تم کو بنایا اور تمہاری شرگ سے بھی زیادہ قریب رہتا ہے۔ تمہیں کیسے بھول سکتا ہے۔ بھول انسان کی فطرت میں ہے۔ خدا اس سے پاک اور بے غیب ہے۔ یقینِ کامل اور تصدیق پیدا کرو۔ رازِ توحید تم پر عیاں ہو جائے گا۔ اپنا وعدہ وفا کرو۔ وہ وعدہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ یہ کلمہ جس طرح زبان سے کہو۔ اسی طرح تصدیق کے ساتھ دل سے کہو اور عمل کرو۔ ایک فعبد و ایک نتعین پر قائم رہو۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۱۲۹

”اپنا ہاتھ کسی کے سامنے نہ پھیلائے، چاہے مر جائے۔ خدا سے بھی نہ کہے، چاہے کیسی بھی تکلیف ہو۔ کیا اللہ نہیں دیکھتا۔ کسی عورت کا شوہر اگر ہزار کوں پر بھی ہو تو وہ اپنی بیوی کو خبر رکھتا ہے۔ (دل کی جانب اشارہ فرمाकر) اور جو تمہارے اندر ہیں وہ نہیں فکر کریں گے۔“ (وارث پاک)

ہے یاد مجھے نکتہ سلمان خوش آہنگ
دنیا نہیں مردان جفا کش کیلئے نجک

(اقبال)

جب نسبت خدا سے ہے، رشتہ خدا سے ہے، واسطہ خدا سے ہے، قول اقرار خدا سے ہے تو پھر غیر کے سامنے ہاتھ کو کیوں پھیلائے۔ خدا سے بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اقرار قبولیت کے بعد اس کی بھی حاجت نہیں ہے۔ اسی اقرار قبولیت کے بعد کسی عورت کا شوہر اگر ہزار کوں پر بھی رہتا ہے تو وہ اپنی بیوی کی خبر رکھتا ہے۔ تو کیا وہ اللہ جو تمہارے اندر ہیں وہ فکر نہیں کریں گے۔ کریں گے اور ضرور کریں گے، صرف یقین چاہئے۔ یقین حکم چاہئے۔ تقدیق کامل چاہئے۔ یقین اور تقدیق اعتماد اور روحانیت کی روح ہے۔ وہ اعتقاد بے کار جس میں یقین نہیں ہو، روح نہیں ہو۔ اسی طرح وہ روحانیت بے کار، جس میں تقدیق نہیں ہو، روح نہیں ہو۔ اعتقاد کو قائم رکھنا چاہتے ہو تو یقین پیدا کرو۔ روحانیت کے متوا لے بننا چاہتے ہو تو تقدیق کی دولت جمع کرو۔ فقیری بے تقدیق ایک کاغذ کا پھول ہے، ایک کاٹھ کی ہائڈی ہے، ایک ریت کا محل ہے۔ (حسین)



چار راہ نمبر ۱۵۰

”اگر سات روز کا بھی فاقہ ہو تو زبان پرنہ لائے اور اللہ سے بھی نہ کہے کیا وہ نہیں جانتے جو اپنے پاس ہیں۔“
(وارث پاک)

اسے واسطہ کیا کم و بیش سے
نشیب و فراز و پس و پیش سے

(اقبال)

نقیری کی راہ پر چلنے والے جاں باز سپاہیوں اور راہیوں کو ہدایت ہے کہ راہ نقیری میں اگر سات روز کا بھی فاقہ ہو تو زبان پرنہ لائے۔ اللہ سے بھی نہ کہے، کیا وہ نہیں جانتے جو اپنے پاس ہیں۔ تمہیں معلوم کیا کہ تمہارے مریض دل و دماغ کا علاج فاقہ ہے۔ یہ تو حکیم حاذق ہی جانتا ہے۔ مریض کو اپنے مرض کا علم نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے علاج کا۔ یہ کام حکیم کا ہے۔ اسی طرح تم راہی ہو، طالب ہو تمہارے ذمہ راستہ کی منزلیں ہیں۔ منزل کی کامیابی اور ناکامی سے تمہارا کوئی سر در کار نہیں ہے۔ چاہے منزلیں فاقہ مستی میں طے ہو جائیں یا آسودہ حالی میں۔ میر کاروان کو اس کا علم ہوتا ہے۔ پیر کامل کو خبر ہوتی ہے۔ معبد حقیقی جانتا ہے۔ گھوڑے کو کیا خبر کہ وہ سبک رفتار ہے یا کند رفتار۔ اس کی رفتار کی منزل کتنی ہے۔ مگر سوار اپنے گھوڑے کی رفتار سے بھی باخبر ہے اور اس کی منزل سے بھی یہی حال جنون عشق کا ہے۔ عاشق کو کسی چیز کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ خبر ہوتی ہے تو صرف اپنے جنون کی۔ اشارہ ہوا اور جنون کی سواری چل پڑی۔ شعع جعلی اور پروا نے جاں ثار ہونے کے لئے اردو گردنگھونے لگے۔ یہ سب بے اختیاری چیزیں ہوتی ہیں۔ اے علم و عقل کے پیانہ میں کیسے ناپا جائے۔ عشق سمندر ہے اور علم و عقل قطرہ، قطرہ سمندر کو کیسے ناپ سکتا ہے یہ کام تقدیق کا ہے جو نقیری کی پونچی ہوتی ہے۔ نقیر اپنی تقدیق

کی دولت کے ناتے، سات روز کے فاقہ کو بھی زبان پر نہیں لاتے۔ وہ اللہ سے بھی نہیں کہتے۔ انہیں یقین ہے کہ خدا کو سب معلوم ہے۔ محظوظ کو سب معلوم ہے۔ فقیر کو تصدیق ہے کہ فاقہ ہی اس کے مرض کا علاج ہے۔ یہ وہی علاج ہے جو نبی کریم ﷺ نے کیا، علی مرتضیٰ نے کیا، امام الفرقان نے کیا، امام شہداء نے کیا، اولیائے کرام نے کیا، فقراء عظام نے کیا۔ یہ فاقہ الفقر فخری کا پہلا زینہ ہے۔ یہ تصدیق آتے ہی فقیر، سکون اور راحت کی منزل میں چلا جاتا ہے اور سات روز سات منٹ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۵۱

”اپنی بستی میں رہ کر لا پرواہ رہنا مشکل ہے۔“ (وارث پاک)

آہ کہ کھو گیا تجھ سے فقیری کا راز
درنہ ہے مال فقیر سلطنت روم و شام

(اقبال)

فقیر جب تک راہ سفر میں رہتا ہے تو وہ جنون کے نشہ میں مست و غم منزل پر منزل طے کرتا جاتا ہے ہر منزل کی دشواریوں کو سہا جاتا ہے۔ کامیابیوں یا ناکامیوں کو راستے کی دھول اور گرد و غبار تصور کرتا ہے۔ مگر جب وہ منزلوں کو طے کر کے گھر لوٹتا ہے۔ اپنی بستی میں واپس آتا ہے اور اپنے گھر بستی میں بھی جب فاقہ، دکھ، درد، ذات، رسوانی وغیرہ کی زحمت گوارا کرنا پڑتی ہے تو فقیر گھبرا جاتا ہے۔ بے ہوشی میں فاقہ، مسٹی، دکھ، درد، ذات و رسوانی کا احساس معلوم نہ ہوتا تھا۔ مگر ہوش و حواس میں یہ سب چیزیں نشرت کی طرح چھپتی ہیں۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ بہت مشکل امر ہے۔ اپنی بستی میں رہ کر لا پرواہ رہنا مشکل ہے۔ مگر مشکل ہے ان کے لئے جو مقام حیرت میں پھنس جاتے ہیں۔ مشکل ہے ان کے لئے جو اپنی فقیری کا صد چاہتے ہیں۔ جنون عشق کی اجرت چاہتے ہیں مگر جو لوگ راضی بر رضا تسلیم و رضا کی منزل میں قدم رکھتے ہیں، وہ ہر حال میں بے پرواہ اور لا پرواہ ہوتے ہیں۔ ان کے لئے ہوش یا بے ہوش دنوں برابر ہے۔ عشق کی تفسیر ان کے یہاں یہ ہے۔ بے غرض و بے مطلب جو محبت ہے۔ وہ ایک آتش جگر سوز ہے۔ یہ ایک بے اختیار چیز ہے۔ اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے نہ اس کو سب سے تعلق ہے۔ یہ ایک آگ جس کے دل میں پیدا ہوئی۔ بد ن چھوڑنے کے وقت اس کی صورت معشوق کی ہوتی ہے۔ بس اسی جنون میں وہ بڑھتا جاتا ہے۔ بڑھتے بڑھتے فاقہ ہی اس کی خوراک ہو جاتی ہے۔ ایک دن وہ فاقہ کو کھایتا ہے اور اس طرح فاقہ ہمیشہ کیلئے فتا ہو جاتا ہے۔ فاقہ کے فنا ہوتے ہی فیض ولایت و فیض نبوت کا ظہور ہونے لگتا ہے یہ منزل راضی بر رضا اور راضی مولا کی منزل ہوتی ہے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۵۲

”جب فاقہ ہوں تو ضبط کرے۔“ (وارث پاک)

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھئے بتا تیری رضا کیا ہے

(اقبال)

پیٹ کو دوزخ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ جس طرح دوزخ کی آگ سب کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ اسی طرح پیٹ کی آگ ہے۔ دوزخ کی خوراک گندے اور گنہگار انسان میں۔ اسی طرح پیٹ کی اصل خوراک غصہ ہے۔ انسان اپنی جہالت کی بناء پر بجائے غصہ کھانے کے دنیا بھر کے خرافات پیٹ میں ڈال لیتے ہیں۔ چونکہ فقیر خدا کا عاشق ہوتا ہے۔ خدا اپنے عاشق کے پیٹ کی صفائی خرافات دنیا کو ترک کر کے کرتا ہے جیسے حکیم جلا ب دیکر آننوں کی صفائی کرتا ہے۔ مگر خدا کا علاج زرا لा ہے۔ وہ اپنے فقیر کو پہلے بھوکار کھاتا ہے، پیاس اس کھاتا ہے، دکھ اور درد دیتا ہے، ذلت و رسوانی دیتا ہے۔ جب پیٹ ان تمام چیزوں سے بھر جاتا ہے تو غصہ دیتا ہے۔ جس نے اس غصہ کو کھالیا یعنی ضبط کر لیا، اس کا بیڑا اپار۔ جس کو غصہ نے کھا لیا وہ رانمہ درگاہ۔ نہ دین کا نہ دنیا کا۔ اس لئے فقروں کو خاص طور پر ہدایت ہے کہ جب فاقہ ہوں یعنی غصے ہوں تو ضبط کرے یہ منزل پل صراط کی منزل ہے۔ جو فقیر اس پل صراط کو پار کر لیتا ہے اس کو دنیا ہی میں جنت مل جاتی ہے اور آخرت کا کیا پوچھنا۔ لازم ہے کہ ہر فقیر فاقہ میں ضبط سے کام لے۔ ضبط کرتے کرتے اتنا مضبوط ہو جائے۔ اتنا طاقتور ہو جائے کہ ایک دن فاقہ کو کچا چباؤ لے اور ہمیشہ کیلئے فتا کر دے۔ فاقہ کے فنا ہوتے ہی رحمت اور عنایت خداوندی کا ظہور ہونے لگتا ہے اور ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ ہر طرف عنایت ہی عنایت اور رحمت ہی رحمت نظر آتی ہے۔ (حین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۵۳

”مشائخ کی توجہ دینے کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر گرمی ہے، محبت ہے تو تجھے کام دے گی اور جس کے قلب میں
محبت نہ ہو اس پر کیا اثر ہو گا۔“ (وارث پاک)

مقام عقل سے انسان گزر گیا اقبال
مقام شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ

(اقبال)

علمائے ظاہر، محدث، مولوی، واعظ، خطیب، مفتی، حافظ جیسے بزرگ حضرات مشائخ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ سب علم و عقل کے رہی ہیں۔ جو راہ چلنے سے پہلے اپنی منزل جان لینا چاہتے ہیں۔ جو سب سے پہلے علت کا حال معلوم کر لیتا چاہتے ہیں۔ جو جنت کی منزل کو جان کر نماز روزہ، حج زکوٰۃ، خیر خیرات ادا کرتے ہیں۔ جو ہر کام یا ہر قدم کا انجام یا

حاصل دیکھ اور سمجھ لینا چاہتے ہیں۔ برخلاف اس کے فقیری کچھ نہیں جانتی ہے اور نہ جاننا چاہتی ہے۔ نہ منزل کی خبر ہے نہ انجام کی، نہ حاصل کی۔ وہ تو ایک آتش گھر سوز ہے۔ بے غرض دبے مطلب محبت ہے۔ نہ تو اسے دنیا کی فکر ہے اور نہ عقليٰ کی۔ نہ دنیا کی دولت اور راحت کا خواہاں ہوتا ہے اور نہ جنت کی ہوس ہوتی ہے۔ مشائخ کی منزل جدا اور فقیر کی منزل جدا۔ فقیر کامل کی توجہ ان ہی مشائخ پر اپڑ پیدا کرے گی۔ جن کے اندر کچھ بھی گرمی ہوگی۔ محبت ہوگی۔ عشق ہوگا اور جن کا دل محبت سے خالی ہوگا اس پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ عشق سمندر ہے اور علم و عقل ایک قطرہ فقیر۔ سمندر کو قطرہ کہاں جگہ دے سکتا۔ جب تک کہ قطرہ میں گرمی نہ ہو۔ قطرہ اگر سمندر کو اپنے اندر جگہ نہیں دے سکتا ہے تو آبخارہ بن کر سمندر میں وہ قطرہ پوست ضرور ہو سکتا ہے اور پھر سمندر کی طاقت کپڑ سکتا ہے۔ بے گرمی و محبت توجہ بے کار اور بے سود ہے۔ (حسین)



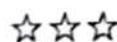
چراغ راہ نمبر ۱۵۳

”فقیر لاطع ہو کر رہے۔ تسلیم و رضا پر قائم رہے اور گندھا تعویز، دعا، بدعا نہ کرے۔ بس یہی فقیری ہے۔“
(وارث پاک)

اسی روز و شب میں الجھ کرنہ رہ جائے
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

(اتمال)

فقیر جب ساری منزل طے کر لیتا ہے اور فقیری جب کامل ہو جاتی ہے تو اسے فکر لاحق ہوتی ہے کہ اب وہ کیا کرے۔ فقیر کی زندگی کیا ہے۔ فقیر کو کیا کرنا چاہئے۔ ایسی ہی نازک گھری میں وارث پاک ہدایت اور رہنمائی فرماتے ہیں۔ ”فقیر لاطع ہو کر رہے۔ تسلیم و رضا پر پامِ رہے۔ گندھا تعویز، دعا بدعا نہ کرے۔ بس یہی فقیری ہے۔ کامیاب فقیروں کیلئے یہ ہدایت کیسا کام کرتی ہے۔ فقیری کو ایسی جملتی ہے کہ موتی کی آب اور ہیرے کی تاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ فقیر فطرت کا حکیم ہوتا ہے۔ شیع ہدایت ہوتا ہے۔ جس کو دیکھ کر بیٹکئے ہوئے راہی اپنا اپنا راستہ ٹھیک کرتے ہیں۔ قرآن کریم عمل کیلئے ظہور میں آیا ہے۔ گندھا اور تعویز کیلئے نہیں۔ خدا سب کے اندر ہے۔ سب کی آواز سنتا ہے۔ سب کی ضرورت جانتا ہے۔ اس کے حضور کسی کے حق میں دعا کرنا یادعا کرناحد درجہ نادانی ہے۔ فقیر کا یہ عمل خاص کر نظام قدرت میں دخل دینے کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ خدا ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ خیر و شر سب اسی کی طرف سے ہے۔ اسباب دنیا بہانہ ہے۔ فقیر یقین اور اتصالیت کے ساتھ اس پر عمل کرے۔ یہی تسلیم و رضا ہے۔ بے طلب غیب سے جو ملے اس پر صبر و شکر کے ساتھ قناعت کرے۔ طمع و حرص میں نہ پہنچنے۔ طمع وہ کرتے ہیں جن کے دل کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ فقیر آنکھ رکھتے ہوئے طمع میں کس طرح گھر کر سکتا ہے۔ لاطع رہنا لازم ہے۔ یہی چند اصول ہیں۔ جس پر عالم رہنے سے فقیری قائم رہتی ہے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۵۵

”دعا کرتا رضا و تسلیم کے خلاف ہے۔“ (وارث پاک)

یہ بندگی خدائی، وہ بندگی گدائی
یا بندہ خدا بن یا بندہ زمانہ

(اقبال)

خدا بھی اپنے کام سے غافل نہیں رہتا۔ وہ تو پھاڑ کے سینہ میں بھی بہت سے پوشیدہ جانوروں کی پرورش کرتا ہے۔ سمندر کے سینہ میں بھی ایک دنیا آباد ہے اور سب کی رکھوائی کرتا ہے۔ یہ کائنات دنیا سب اللہ نے اپنے شاہکار انسان کے لئے پیدا کیا ہے۔ ایسا شاہکار جس کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔ جس میں اپنی روح پھونک دی ہے۔ بھلا ایسے شاہکار یا ایسے اشرف الخلق ہوتے سے وہ ذات و سر اپار حیم و کریم ہے کیسے غافل رہ سکتی ہے۔ یوم الاست کے اقرار و قبولیت کے ناتے خدا ہر انسان سے اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں دعا کرتا تسلیم و رضا کے خلاف ہے۔ دعا کرتا تو مقدمہ کی یاد دہانی کے برابر ہے۔ ایسی باتوں سے خدا کو رنج ہوتا ہے اور خاص کر فقیر کی دعا پر تو اسے حد درجہ غصہ آتا ہے۔ کیونکہ فقیر تو خدا کے بہت ہی قریب رہتا ہے۔ راز حقیقت و راز وحدت جانتا ہے۔ فقیر کی اس نادانی پر خدا حیران ہوتا ہے۔ لازم ہے کہ فقیر کی کے حق میں دعا یابدعا نہ کرے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۵۶

”فقیر نہ دوست کے واسطے دعا کرتا ہے نہ دشمن کے واسطے بد دعا۔ کیونکہ دوست اور دشمن کا پردہ ہے۔ سب انہیں کا جن کا ہرشے میں جلوہ ہے۔“ (وارث پاک)

تیری قدمیل ہے تیرا دل
تو آپ ہے اپنی روشنائی

(اقبال)

فقیر دنیا کے تمام رشتہوں کو توڑ کر صرف ایک ہی رشتہ کو پکڑ لیتا ہے۔ وہ رشتہ خدا ہوتا ہے۔ خدا کا رسول ہوتا ہے۔ خدا کا قرآن ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سارے رشتے فقیر کے لئے حرف غلط ہیں، صفر ہیں۔ دوست اور دشمن کا پردہ ہے، روشنی اور تاریکی کا پردہ ہے، نور اور تار کا پردہ ہے۔ سب انہیں کا جن کا ہرشے میں جلوہ ہے۔ فقیر کو کسی کے جھگڑے میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے خوشی اور غمی اگلے بزرگوں کی نیکی اور بدی کا نتیجہ ہے۔ فقیر کیا جانے کہ انسان کی مصیبت میں خدا کی طرف سے کیا بدلہ دینا چاہتا ہے۔ اس پر فقیر کی دعا کہ خدا یا سانپ کو زندہ چھوڑ دے تاکہ اور کئی مخصوص اور بے گناہ کو ڈستا

رہے۔ یہ کتنی غلط دعا ہوگی۔ اس لئے فقیروں کو چاہئے نہ دوست کے واسطے دعا کرے اور نہ دشمن کے واسطے بد دعا۔ نادان اور غلط فہم انسان کو معاف کر دینا ہی فقیری ہے۔ فقیر سب کام خدا سے کرواتا ہے اور خود خدا خدا کرتا رہتا ہے۔ جس کی نظر دوست پر ہے اس کا کوئی دشمن نہیں۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۵۷

”فقیر کو کسی سے ناراض نہ ہوتا چاہئے۔ اس سے مطلب نہیں کہ اس سے کوئی خوش ہے یا ناخوش۔“ (وارث پاک)

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے ہیں
کھویا گیا ہے تیرا جذب قلندرانہ

(اقبال)

زمیں کے سینہ پر ان گنت لوگوں کی آبادی فقیر کی نگاہ میں معصوم اور نئے بچوں کی طرح ہوتی ہے اور فقیر بچوں کی کسی بھی حرکت پر چراغ پانیں ہوتے یا بچوں کو سمجھا دیتے ہیں یا ان کے کھیل کو دی جگہ سے چکے الگ ہٹ جاتے ہیں۔ خدا کے شیدائی کے لئے دنیا تنگ نہیں ہے۔ فقیر کا کوئی گھر نہیں اور سب گھر فقیر کے ہیں۔ فقیر کو کسی سے ناراض نہ ہوتا چاہئے۔ اس سے مطلب نہیں کہ کوئی اس سے خوش ہے کہ ناخوش۔ اس کا کام آگاہ کر دینا ہے، خبردار کر دینا ہے۔ آواز حق سنانے سے کوئی خوش ہے کہ ناخوش، اس سے فقیر کا کوئی مطلب نہیں۔ پاک صاف زندگی بر کرے۔ لاطع زندگی بر کرے۔ حق و الصاف کو گرنے نہ دے۔ حق بات کہنے سے پیچھے نہ ہٹئے۔ کوئی برا کہے یا بھلا۔ کوئی طعنہ دے یا کوئی سزا ہے۔ فقیر ان سب چیزوں سے بلند اور بالا ہو جائے یہی اس کی شان ہے اور یہی اس کی آن۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۵۸

”اس کائنات کا نام دنیا نہیں۔ غفلت کا نام دنیا ہے۔“ (وارث پاک)

کوئی بتائے مجھے یہ غیاب ہے کہ حضور
سب آشنا ہیں یہاں ایک میں ہوں بیگانہ

(اقبال)

غفلت تاریکی ہے اور بیداری روشنی، غفلت تار ہے اور بیداری نور، غفلت رات ہے اور بیداری دن، غفلت دنیا ہے اور بیداری عقبی، روشنی اور تاریکی، نور اور تار، دن اور رات، دنیا اور عقبی سب ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ روز است

کے اقرار قبولیت کے بعد انسان دنیا میں آتا ہے۔ آتے ہی سب سے پہلا کام وہ بھی کرتا ہے کہ اپنے وعدہ کو اپنے قول و قرار کو بھول جاتا ہے۔ فراموش کر جاتا ہے، خواب غفلت میں سو جاتا ہے اور ایسا سوتا ہے کہ مرتبے وقت بھی کلمہ زبان پر نہیں لاحہ ہے۔ اسی غفلت میں، اسی فراموشی، اسی جہالت، اسی تاریکی کی طرف اشارہ ہے۔ اس کائنات کا نام دنیا نہیں، غفلت کا نام دنیا ہے۔ انسان اللہ کا شاہ کار ہے۔ دنیا اور کائنات دنیا تو اسی کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس کی ساری چیز کا مالک اور وارث دنیا ہے۔ اپنی ہی چیز کو حاصل کرنے سے کیا فائدہ کیا حاصل۔ اگر نہ بھی چاہو گے تو بھی تمہارے گلے لئکا دی جائے گی۔ دنیا کی چیزوں سے بیداری یا باخبری کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ بیداری ہونی چاہئے۔ معبود حقیقی سے باخبری ہونی چاہئے اپنے آقا اپنے مالک خدا سے۔ چونکہ اکثر و بیشتر انسان دنیا میں آکر غافل ہو جاتا ہے اور روز است کا قول و قرار بھی بھول جاتا ہے۔ اس لئے اس غفلت کا نام دنیا ہے۔ جس کی نظری چمکدار چیزوں نے تمہیں اصلی ذات واحد سے غافل کر دیا ہے۔ نجات چاہئے ہو تو توبہ کرو۔ اپنا وعدہ پورا کرو اپنی زندگی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر گزارو۔ اسی پر ختم کروتا کہ اسی پر تمہارا حشر ہو۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۵۹

”فقیر کو بے لاء رہنا چاہئے۔“ (وارث پاک)

اگر کھو گیا ایک نیشن تو کیا غم
مقامات آہ و فناں اور بھی ہیں

(اقبال)

یہ دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں جاذب نظر ہیں۔ انسان اس میں آتے ہی اپنا ہوش و گوش کھوڈتا ہے۔ خواب غفلت میں سو جاتا ہے۔ معبود حقیقی کو بھول جاتا ہے۔ روز است کے اقرار قبولیت کو بھول جاتا ہے۔ خود پرستی و خونگمائی اور نفس پرستی میں پڑ جاتا ہے۔ نہ کلمہ یاد رہتا ہے اور نہ اپنا وعدہ، دنیا کا ہی ہو جاتا ہے۔ اپنی ضروریات زندگی اتنی بڑھاتی ہے کہ اس کے فراہم کرنے میں صبح سے شام ہو جاتی ہے۔ مگر غفلت کا پردہ آنکھ سے نہیں ہتا ہے۔ موت کے وقت بھی کلمہ یاد نہیں رہتا، وعدہ یا نہیں پڑتا، توبہ یا نہیں آتی۔ اسی وجہ سے وارث پاک فقیروں کی رہنمائی فرمائی ہے ہیں کہ فقیر کو بے لاء رہنا چاہئے۔ یہاں کی چیزوں سے، یہاں کی چمک دمک سے، یہاں کی شیطانی اور ابلیسی پھندے سے بے لاء رہنا چاہئے۔ ہوشیار اور خبردار رہنا چاہئے۔ روٹی اور پانی راحت و آرام ہوا اور آگ یہ سب کا انتظام خدا کے اختیار اور ذمہ میں ہے۔ اس نے کلمہ کے اقرار پر ضروریات انسانی کا فراہم کرنا قبول فرمایا ہے۔ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ روزمرہ دے رہا ہے اور آئندہ بھی ضرور دے گا۔ یقین محکم اور تصدیق کامل کی ضرورت ہے جو فقیر کی پونچی ہوتی ہے اس لئے فقیر کو دنیا کے تمام

نگے ہے ہے اگر رہنا چاہئے۔ (صیّن)

بہت بہت بہت

چراغ راہ نمبر ۱۶۰

”فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔“ (دارث پاک)

قیامت نہ کر عالم رنگ دبو پر
جن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

(اقبال)

محاجی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب یقین اور تصدیق ناپید ہو جائے۔ خود دار انسان کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا
فقیری میں سوائے خدا کسی انسان کا محتاج ہونا کافری ہے، زبردست گناہ ہے۔ فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ تو خدا کا بھی
محتاج رہتا نہیں چاہتا۔ ہمیشہ خدا ہمیں اپنا طرح طرح کا روپ بدل کر اسے بھاتا رہتا ہے اور فقیر مست ملک ایک ہی طرح
بینھا سکرتا رہتا ہے۔ فقیر پر جب خودی کی تیز دھار پڑھتی ہے تو وہ طرح طرح کے کرشے دکھانے لگتا ہے۔ کبھی خدا اور
کبھی خدا نہ۔ بس اس کی زندگی جگنو کی طرح ہو جاتی ہے۔ اندر ہمرا اور اجالا برابر کا شریک ہو جاتا ہے۔ فقیر دنیا کے سازو
سامان سے گھبرا تا ہے اس کی خوراک یاد خدا۔ اس کا پانی یاد رسول اس کی راحت یاد قرآن اور بس۔ بھلا ایسا فقیر کسی کا محتاج
کیے ہو سکتا ہے۔ (صیّن)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۶۱

”فقیر کو سوال حرام ہے۔“ (دارث پاک)

تو زندگی ہے پاسندگی ہے
باتی ہے جو کچھ سب خاکبازی

(اقبال)

عشق اول ہے اور عشق ہی آخر ہے۔ فقیر کے پاس بجز خدا کچھ نہیں رہتا۔ فقیر خدا کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے۔ فقیر
خدا کا زبردست نقاب ہوتا ہے۔ خدا اپنے بندوں کو فقیر ہی کے ذریعہ نوازتا ہے۔ مالا مال کرتا ہے۔ اس لئے فقیر کو سوال حرام
ہے۔ سوال وہ کرم ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ مگر فقیر خدا کو اپنا کر خدا سے خدائی لے لیتا ہے۔ خدائی لے کر بھی اگر وہ سوالی
ہے تو غنی کون ہے؟ سوالی کو گدا گر کہتے ہیں۔ بھیک منگا کہتے ہیں۔ فقیر بھی سوالی ہوتا ہے۔ مگر اللہ کے درکا۔ انسان کے درکا
نہیں اور جو بھیک خدا کے یہاں سے لاتا ہے وہ بھی مخلوق خدا میں بانت دیتا ہے۔ یہ ہے شان فقیری، جس کے متعلق ارشاد

ہنگے سے بے لाग رہنا چاہئے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۶۰

”فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔“ (وارث پاک)

قناعت نہ کر عالم رنگ دبو پر
چن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

(اقبال)

محاجی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب یقین اور تصدیق ناپید ہو جائے۔ خود دار انسان کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ فقیری میں سوائے خدا کسی انسان کا محتاج ہونا کافری ہے، زبردست گناہ ہے۔ فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ تو خدا کا بھی محتاج رہنا نہیں چاہتا۔ ہمیشہ خدا ہی اپنا طرح طرح کاروپ بدل کر اسے لبھاتا رہتا ہے اور فقیر مست ملگ ایک ہی طرح بیٹھا سکرتا رہتا ہے۔ فقیر پر جب خودی کی تیز دھار چڑھتی ہے تو وہ طرح طرح کے کرشمے دکھانے لگتا ہے۔ کبھی خدا اور کبھی خدا نہ۔ بس اس کی زندگی جگنو کی طرح ہو جاتی ہے۔ اندر ہمرا اور اجالا برابر کا شریک ہو جاتا ہے۔ فقیر دنیا کے ساز و سامان سے گھبرا تا ہے اس کی خوراک یادِ خدا۔ اس کا پانی یادِ رسول اس کی راحت یادِ قرآن اور بس۔ بھلا ایسا فقیر کسی کا محتاج کیے ہو سکتا ہے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۶۱

”فقیر کو سوال حرام ہے۔“ (وارث پاک)

تو زندگی ہے پاسندگی ہے
باتی ہے جو کچھ سب خاکبازی

(اقبال)

عشق اول ہے اور عشق ہی آخر ہے۔ فقیر کے پاس بجز خدا کچھ نہیں رہتا۔ فقیر خدا کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے۔ فقیر خدا کا زبردست نقاب ہوتا ہے۔ خدا اپنے بندوں کو فقیر ہی کے ذریعہ نوازتا ہے۔ مالا مال کرتا ہے۔ اس نے فقیر کو سوال حرام ہے۔ سوال وہ کرتا ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ مگر فقیر خدا کو اپنا کر خدا سے خدائی لے لیتا ہے۔ خدائی لے کر بھی اگر وہ سوالی ہے تو غنی کون ہے؟ سوالی کو گدا گر کہتے ہیں۔ بھیک منگا کہتے ہیں۔ فقیر بھی سوالی ہوتا ہے۔ مگر اللہ کے درکا۔ انسان کے درکا نہیں اور جو بھیک خدا کے یہاں سے لاتا ہے وہ بھی مخلوق خدا میں بانٹ دیتا ہے۔ یہ ہے شان فقیری؛ جس کے متعلق ارشاد

موجود ہے۔ الفقر فری بے مانگے ملے تو لے لے۔ یہ بھی اس لئے کہ پتہ نہیں کون دے رہا ہے، کیوں دے رہا ہے، اللہ کی عنایت سے منہ موڑنا یہ بھی پر لے درجہ کی تا شکری اور نادافی ہے۔ فقیرِ الامم رہے۔ راضی بردار ہے کسی سے کوئی سوال نہ کرے۔ اللہ اپنے پیارے عاشق کی سب ضرورت کو جانتا ہے اور اس کو پورا کرنے کی فکر بھی خود ہی کرتا ہے۔ اس بابِ دنیا کا بہانہ ہے۔ (حسین)



چار راہ نمبر ۱۲۲

”دنیا فساد کا گھر ہے اور الہ دنیا خدا سے دور رہتے ہیں۔ دنیا کی محبت بری چیز ہے۔“ (وارث پاک)

مجھے یہ ڈر ہے مقامِ ہیں پختہ کار بہت
نہ رنگ لائے کہیں تیرے ہاتھ کی خامی

(اقبال)

دنیا سے مراد غفلت ہے اور غفلت کے معنی تاریکی ہے۔ جہالت، فراموشی ہے۔ انسان دنیا میں آتے ہی مالکِ حقیقی کو بھول جاتا ہے۔ روزِ الاست کے وعدے کو فراموش کر دیتا ہے۔ اقرار و قبولیت اسے یاد نہیں رہتا ہے۔ یہاں کی نظری اور کھوٹی چیزوں میں اس طرح غافل ہو جاتا ہے کہ اس کی اصلی چیز ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔ مگر اسے خبر نہیں ملتی۔ وہ بیدار نہیں ہوتا۔ وہ اندر ہیرے سے روشنی میں نہیں آتا۔ وہ علم و عقل کا سہارا لے کر اللہ کا سہارا چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اپنے بازوں نے قوت کو مضبوط دیکھ کر اللہ کی طاقت کو بھول جاتا ہے۔ ہر انسان اپنی زندگی کے قائم شدہ چارٹ کو چھوڑ کر دوسرے کی چار لئے کا کردار ادا کرنے لگتا ہے۔ جس کا نتیجہ ڈرامہ میں خلل دنیا میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے وارث پاک فقیروں کی رہنمائی فرماتے ہیں کہ غفلت فساد کا گھر ہے اور الہ غفلت خدا سے دور ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی محبت بری چیز ہے۔ مالکِ حقیقی سے رشتہ جہاں ٹوٹا تو یہ ساری دنیا گھپ اندر ہیرا ہو جاتی ہے۔ اندر ہیرے میں فساد نہ ہوتا اور کیا ہو گا۔ رہنمی نہ ہو گا تو اور کیا ہو گا۔ عصمت اور آبروری نہ ہو گی تو اور کیا ہو گا۔ نجات چاہتے ہو تو خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ اپنے کلے اور وعدے کو یاد کرو۔ اپنی زندگی کو اسی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر گزارو۔ پچھلے گناہوں کی توبہ کرو۔ مرتبے دم کلمہ نہ بھولو تا کہ تمہارا حشر بھی اسی کلمہ پر ہو۔ (حسین)



چار راہ نمبر ۱۲۳

”حد بہت بری چیز ہے۔ حد میں سوائے نقصان کے فائدہ نہیں۔ حسد ہمیشہ ذلیل رہتا ہے۔ حد سے ایمان خراب ہوتا ہے۔“ (وارث پاک)

جگہ سے وہی تیر بھر پار کر
تھنا کو سینوں میں بیدار کر

(اقبال)

حد آگ کو کہتے ہیں جو حسد کے سینوں میں جلا کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا مرش ہے اور اسکی آگ ہے کہ حسد کی ساری خوشیاں، ساری راحت۔، سارا آرام، سکھ اور چین کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ یہی آگ ہے جس سے جنہم کی آگ سلکائی جاتی ہے۔ یہ اللہ کا قبھر ہے۔ یہ قبر اسی انسان کے اوپر نازل ہوتا ہے۔ جو عنایت خداوندی اور رحمت الہی کا منکر ہوتا ہے۔ حسد کو خدا پر بھروسہ نہیں ہوتا ہے۔ اس کو اپنے علم و عقل اور ہنر پر بھروسہ ہوتا ہے۔ جب علم و ہنر کے ذریعہ وہ زندگی میں ناکام رہتا ہے اور اس کے مقابلہ ایک انسان ظاہری علم و عقل و ہنر سے خالی ہوتا ہے۔ مگر یقین، اعتقاد، تصدیق کی دولت بے بہا سے اس کا دل بھرا رہتا ہے۔ جب وہ زندگی کے ہر قدم پر کامیاب اور با مراد نظر آتا ہے۔ تو حسد اس کا میاب انسان سے حسد کرنے لگتا ہے۔ اس حسد سے اللہ کی رحمت محسود پر اور زیادہ ہو جاتی ہے اور حسد کی ساری پونچی اس کی خود اپنی جلانی ہوئی آگ کی نذر ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ارشاد ہے کہ حسد بری چیز ہے۔ حسد میں سوائے نقصان کے فائدہ نہیں۔ حسد ہیش ذیل رہتا ہے۔ حسد سے ایمان خراب ہوتا ہے۔ نجات چاہتے ہو تو حسد چھوڑو۔ علم و عقل و ہنر کے کمزور ساتھی کو چھوڑ کر یقین۔ اعتقاد، تصدیق کی دولت سے خود کو آراستہ کرو۔ فیض خداوندی خود بخود تمہاری طرف بھی رجوع ہو جائے گی۔

(حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۶۲

”شیطان پر بھی لا جوں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ شیطان خدا کا رقبہ نہیں ہے۔ ان اللہ علی کل شیء قادر یہ۔“

(وارث پاک)

پوری کرے خدائے محمد تیری مراد
کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام

(اقبال)

اگر تیری محبت اور فقیری کی بلندی یہاں تک پرواز کر جائے کہ دشمن بھی تجھے دوست معلوم ہونے لگے اور اس کی دشمنی پر تجھے اس کی نادانی کی تصور نظر آنے لگے تو واقعی تو خدا اور رسول ﷺ کا سچا عاشق ہے۔ جانباز اور جاں ثار عاشق شیطان پر لا جوں پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ شیطان خدا کا رقبہ نہیں ہے۔ وہ تو فقیر کا ایک دلچسپ مذاق ہے اور دنیا کے ذرماں کا اولین ہے۔ شیطان کی غیر حاضری میں فقیر اپنی پورپ منازل کا امتحان کیسے دیتا۔ ہیر و کار کیسے ادا

ہوتا۔ ذرا مہم کمل کیسے ہوتا۔ یہ جناب شیطان ہی کی مہربانیاں ہیں کہ نیکی اور بدی کا درجہ معلوم ہوتا ہے۔ بہادر بھی کسی کی شکایت نہیں کرتا۔ شیطان کبھی تھہ کو مجبور نہیں کر سکتا۔ شیطان ہمیشہ رضا مندی کا سودا کیا کرتا ہے تو اگر گناہ کرنے نہیں چاہتا تو دنیا کی کوئی طاقت بھی گنہ گار نہیں بنا سکتی۔ سب سے پہلے اپنے فس کو قابو میں کرنے کی کوشش کر شیطان خود تیراس اساتھ چھوڑ دے گا۔ (حسین)



چارغ راہ نمبر ۱۶۵

”طالب کے واسطے صرف لفخت فیہ من رو جی، کافی ہے۔ اس لئے کہ خدا ہماری ملکیت میں ہے۔ ہم خدا کی ملکیت میں ہیں۔ کسی اور سے طلب کرنے کی حاجت نہیں ہے۔“ (وارث پاک)

فردو مال محمود سے درگزر
خودی کو نگہ میں رکھ ایازی نہ کر

(اقبال)

انسان میں جوسانی چلتی ہے۔ یہی ذات ہے، یہی نور ہے، یہی روح ہے، یہی آناتاب حقیقی کی کرن ہے۔ نور حقیقت کا ذرہ ہے۔ جب خدا ہماری ملکیت میں ہے ہم خدا کی ملکیت میں ہیں تو پھر ذرکس کا۔ جس کی نظر دوست پر اس کا کوئی دشمن نہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ جو رشتہ از لی ہے اور جو وعدہ یعنی اقرار قبولیت روزالست ہوا ہے۔ اس پر انسان کو برقرار رہنا چاہئے۔ وعدہ کے مطابق خدا کو ہر حال میں اپناوکیل کار ساز سمجھو۔ ہر حال میں اپنا مالک اور اپنا آقا تصور کرو۔ اسی کو اپنا سہارا اور مددگار جانو۔ جب تک یہ کلمہ، یہ وعدہ، یہ رشتہ قائم رہے گا، تمہیں کسی اور سے طلب کرنے کی حاجت نہیں ہو گی۔ خدا تمہیں تمام ضرورت کو پورا کرے گا۔ تمہاری راحت کا سامان مہیا کرے گا۔ یقین، محکم، تقدیق اور ایمان کمل کی ضرورت ہے اور بس۔ (حسین)



چارغ راہ نمبر ۱۶۶

”جب انسان اپنے دم پر قادر ہو جاتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم اس کے تحت آ جاتے ہیں۔ وحش، طیور سب مطبع ہو جاتے ہیں۔“ (وارث پاک)

جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود
کہ خالی نہیں ہے خمیر وجود

(اقبال)

دم سے مراد نفس ہے۔ انسان کا نفس اس کا ازی دشمن ہے۔ ایسا دشمن ہے کہ انسان کو جہنم کی آگ میں ڈھکیل دیتا ہے۔ دنیا کا سارا فساد نفس امارہ ہی کی بدولت ہے۔ بڑا ہی ظالم، بڑا ہی طاقتوز اخبارہ ہزار عالم کا راجہ اور مالک ہوتا ہے۔ وحش، طیور سب اسی راجہ کی ملکیت میں ہیں۔ مگر جو فقیر جانباز اور شیردل اپنے جانی کر دشمن یعنی نفس امارہ پر قادر ہو جاتا ہے اسے ہر مرکہ میں ٹکست فاش دیتا ہے، ہر منزل پر اس کی کمر توڑ دیتا ہے تو وہی نفس امارہ اس کا دوست ہو جاتا ہے۔ اخبارہ ہزار عالم اس کے تحت آجاتے ہیں۔ وحش و طیور سب مطیع ہو جاتے ہیں۔ انسان کو اللہ نے بہت بڑی طاقت دے رکھی ہے۔ اپنی صورت پر بنا کر انہا خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ انسان خدا کی تمام نعمتوں کو حاصل کرنے کا جو ہر رکھتا ہے۔ منuous میں دنیا اور کائنات کی سیر کر سکتا ہے۔ ایسی بھی منزل کا میابی کی آتی ہے کہ فرشتے بھی دست بدنداد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس لئے ارشاد ہے کہ خدا کے تلاش کرنے والے اپنے کو تلاش کر، اپنی خودداری کو تلاش کر، اپنی تصدیق کو حاصل کر، محبت کر، عشق کر، خدامت میں ہے۔ خدائی تم میں ہے۔ اپنے دم میں اپنے نفس میں خدائی تلاش کرو اور اسے حاصل کر کے با ادشاہت کر۔ یہ دنیا اور کائنات دنیا تیرے لئے ہے تو اس کا خلیفہ ہے، جائشیں ہے۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۶

"اگر طلب صادق ہے۔ دستار مولویت طاق پر رکھ دو۔"

پشت شوتا فیض حق فائز شود
ہر کجا پتیست آب آنجا رو دو
اور کفر و اسلام میں اس بات کا خیال کرلو۔

بکھر و با سلام یکسان بگر
کہ ہر اک زدیوان او وفتر یست

(وارث پاک)

فروزان ہے سینے میں شمع نفس
مگر تاب گفتار کہتی ہے بس

(اتمال)

یہ ارشاد خصوصیت کے ساتھ ان علمائے ظاہر کے لئے ہے جن کے دلوں میں طلب صادق موجزن ہونے لگے۔ اسکی ہی بزرگ ہستیوں کو ہدایت ہے کہ قبل اس کے کہ راہ عشق میں قدم رکھو، دستار مولویت جو علم و عقل کی فضیلت تصور کی جاتی ہے، اس کو طاق پر رکھ دوا اور ایک متبدی کی حیثیت سے عشق کی منزل پر گامزن ہو جاؤ۔ راہ عشق میں علم و عقل کی فضیلت

کوئی تقویت نہیں پہنچاتی ہے۔ بلکہ مضر ثابت ہوتی ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ ایسی بے معنی فضیلت کو طاقت پر رکھ دو۔ بھول جاؤ، فراموش کر دو، اپنے سینہ کو پاک کر دو راہِ عشق میں علم و عقل راستے کے کامنے ہیں۔ شیطان جس کو آسانی سے چن کر تمہاری کھنڈن منزل کے موقع پر تمہیں چجادے گا۔ ایسی چیز اپنے پاس مت رکھو جس سے کھنکا ہو یا تمہارا شیطان رقیب تمہارے خلاف استعمال کرے۔ عشق میں جنون چاہئے، تڑپ چاہئے، محبت بھرا دل چاہئے، وہ دل جو سمندر سے زیادہ وسیع اور عینیت ہو۔ وہ دل جو آفتاب سے زیادہ منور اور روشن ہو جس دل میں ایمان، یقین، اعتقاد اور تقدیق کا گزر ہو۔ ممکن ہو جہاں دل میں اصلی دولت، اصلی پنجی، اصلی نور نے گھر کیا ہو تو کفر و اسلام کی روشنی و تاریکی کا فرق جاتا رہے گا۔ مندر، مسجد، گرجا گا فرق جاتا رہے گا۔ جہاں جاؤ گے ایک ہی شان دیکھو گے۔ وہ شان خدا ہو گی۔ خدا کا نور ہو گا۔ خدا کا جلوہ ہو گا۔ باقی چیزیں انسان کی اپنی اپنی غلط آرزوؤں اور انسانوں کی تصویریں ہوں گی۔ چاہے ظاہری یا باطنی۔ خدا ان سب چیزوں سے پاک ہے اور بے عیب ہے۔ (حسین)



چانگ راہ نمبر ۱۶۸

”کافر بھی مثل مومن کے ہے اور واصل مقصود حقیقی۔ اگر چہ راہِ ول میں اختلاف ہے مگر محبت اہل بیت شرط ہے۔“ (وارث پاک)

اندھیرے اجائے میں ہے تابنا ک
من و تو سے پیدا من تو سے پاک

(اتمال)

کلمہ طیب۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کلمہ گو کو مومن کہتے ہیں اور غیر کلمہ گو کو کافر۔ مومن اسم ذات اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور ان کی عبادت نماز کے سامنے کوئی خاکہ کوئی مجسمہ نہیں ہوتا ہے۔ برخلاف کافر، اسم صفات اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور ہر صفت کا مجسمہ یا خاکہ بنایا کر سامنے رکھتے ہیں تاکہ ان کا تصور قائم ہو اور اسی ذات واحد کا ذکر کریں۔ بعض ان میں مجسمہ نہیں رکھتے ہیں مگر عبادت اسم صفات ہی کی ہوتی ہے۔

مومن اور کافر دونوں ایک ہی دیوان کے دفتر ہیں۔ ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں۔ جو خدا مومن میں ہے۔ وہی کافر میں۔ نجت نی من رو جی۔ مومن میں بھی ہے اور کافر میں بھی۔ دونوں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دونوں کا مقصد زندگی ایک ہے۔ دونوں واصل مقصود حقیقی ہیں۔ اگر چہ راہِ ول میں اختلاف ہے۔ دونوں کا لا الہ الا اللہ پر ایمان ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مومن محبوب خدا کو اللہ کا رسول مانتے ہیں اور کافرنہیں۔ محبت و عشق کی دنیا زانی ہوتی ہے۔ یہاں کسی چیز پر پابندی نہیں۔ اگر ایک کافر عاشق معبود حقیقی کے ساتھ محبت اہل بیت (حضرت علیؑ۔ حضرت بی بی فاطمہؓ۔ حضرت امام

حسن۔ حضرت امام حسینؑ اور ان کی آل اولاد) بھی اپنے سینہ میں اپنے دل میں رکھتا ہے تو وہ کافر بھی مثل مومن کے ہے۔ شرع شریف کا لحاظ رکھتے ہوئے وارث پاک اپنے کافر کو مومن نہیں کہتے ہیں بلکہ مثل مومن کے کہتے ہیں۔ یعنی درجہ میں برابر ہے، انعام و اکرام میں برابر ہے مگر گروہ مومن میں شامل نہیں ہے۔ یہ ایک علیحدہ گروہ ہے۔ جو مثل مومن کے ہے۔ علمائے ظاہر اس راز کو نہیں سمجھ سکتے۔ جب تک ان کے سینہ میں گری نہ ہو، محبت نہ ہو، عشق خدا نہ ہو۔ (حسین)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۶۹

”ہر ایک انسان پر فرض ہے کہ اپنی طبیعت اور نفس کو قابو میں رکھے انجام کار کا میا ب ہو گا۔ اگر نفس کی باگ ہاتھ سے چھوٹ جائے گی۔ تو اس وجود کو سزاوارد کی جائے گی۔

چوں قلم در دست غدار بود

لا جرم منصور بردار بود

یہ شعر پڑھ کر فرمایا کہ لفظ غدار سے نفس امارہ مراد ہے۔“ (وارث پاک)

ہوا ہے گو تیز و تند لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خروانہ

(اتقابل)

جو چیز فرض کی جاتی ہے اس کا کرنا لازم ہو جاتا ہے، نہ کرنے سے اس کو خستہ سزا دی جاتی ہے۔ ایسے ہی حکم کو حکم شریعت کہا جاتا ہے۔ اسی کا نام پابندی شرع شریف ہے۔ فقیری میں بھی جب تک فقیر شرع شریف کے پورے کے پورے درجات یعنی احکام کو طلنہ کرے۔ اس وقت تک اس کی فقیری اس کا عشق مکمل نہیں ہوتا ہے۔ اسی نظریہ کے مطابق اس ارشاد وارث کو ذہن نشین کر لینے کی ضرورت ہے کیوں کہ اس ارشاد کو فرض قرار دینے کی فضیلت حاصل ہے۔ طبیعت کو قابو میں رکھنے سے دنیا کی ہر دلعزیزی حاصل ہوتی ہے اور نفس کو قابو میں رکھنے سے اخخارہ ہزار عالم کی بادشاہت اور وحش و طیور کی اطاعت ملتی ہے۔ اسی کے برعکس نافرمانی کی صورت میں اگر نفس کی باگ ہاتھ سے چھوٹ جائے گی تو اس وجود کو سزا نے وارد کی جائے گی۔ حکم بجا آوری کی صورت میں جتنا بڑا انعام ہے۔ حکم عدولی پر سزا نے عبرتا ک۔ نفس کو قابو میں رکھنے کا طریقہ جوگ یعنی نفس کشی ہے۔ قرآن کریم میں اس کی تعلیم ہے۔ لِنْ تَالُوا لِبَرْحَتَ الْعَفْقُونَ مُمْتَاجِونَ۔ یعنی جس سے زیادہ محبت کرتے ہو اس کو ترک کر دو۔ ماتحجون سے انسان کی عافیت مراد ہے۔ جو کسی وقت ناپسند نہیں ہوتی۔ بعض اوقات انسان جان دینا بھی گوارا کر لیتا ہے۔ مگر عافیت کو ترک کرنا نہیں چاہتا ہے۔ بس فقیر کو چاہئے کہ سامان عافیت کو ترک کرے اور خیال عافیت کو دل سے نکالے اور خدا کی محبت میں خوشی سے تکلیف اٹھائے۔ اس جوگ کے ذریعہ نفس قابو میں رہے گا

اور کبھی اس کی ہاگ ہاتھ سے نہ پھولے گی۔ انجام کار فقیر کا میاں ہو گا اور اپنی مراد کو پہنچ گا۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۷۰

”انسان کو چاہئے کہ خدا پر بھروسہ رکھے۔ جب خدا نے اس کی ضروریات کا ذمہ لیا ہے تو برابر پہنچ گا۔ مگر تصدیق چاہئے۔ جب ذمہ دار ایسا اللہ ہے تو اندر یہ بیکار ہے۔“ (وارث پاک)

وہی سجدہ ہے لاٽ اہتمام
کہ ہو جس سے ہر سجدہ ہاتھ پر حرام

(اقبال)

وکھلی ہال اللہ وکیلا۔ جس نے اللہ کو اپنا مدگار ایمان کامل، یقین مُحکم اور تصدیق کے ساتھ مان لیا۔ اسے دنیا کے کسی بھی سہارے کی ضرورت نہیں کیونکہ تمام سہاروں، تمام قتوں، تمام دولتوں کا مالک اور قادر صرف خدا ہے۔ جب خدا نے روزِ است اقرار اور قبولیت کے بعد تمہاری ضروریات کا ذمہ لیا ہے تو برابر پہنچ گا۔ جب ذمہ دار ایسا اللہ ہے تو اندر یہ بے کار ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اپنی زندگی کی تھوڑی سانس کو بھی خدا کے حوالے کر دے اور اپنے پاس بجز یادِ خدا یا در رسول ﷺ یا در قرآن اور پکھنہ نہ رکھے۔ پھر دیکھے کہ اس کی کشتی کیوں کر اور کس طرح گرداب اور طوفان سے صاف نفع نکلتے ہے۔ جس کا اللہ مددگار اور کفیل ہو جائے پھر اس کو کون بگاڑ سکتا ہے۔ بے فقیری یہ تصدیقِ محال ہے۔ علم و عقل ایسے مقام پر پارہ کی طرح قهر تھرا تا ہے۔ یہ کامِ عشق کا ہے جس کی وسعتِ سمندر سے بھی زیادہ وسیع اور عمیق ہے۔ جس کی روشنی آنکاب سے بھی زیادہ منور ہے۔ عشق سمندر ہے، آنکاب ہے، علم و عقل اس سمندر کا ایک قطرہ یا اس آنکاب کا ایک ذرہ، تصدیق کی دولت، ایمان کامل کی دولت، یقین مُحکم کی دولت عشق میں سما سکتی ہے۔ علم و عقل ایک حقیر قطرہ، تصدیق، ایمان اور یقین کو اپنے اندر کھاں سما سکتا ہے۔ نجات چاہئے ہو تو اپنا وعدہ وفا کرو اور اپنا کلمہ یاد کرو۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ زندگی بھر اس کلمہ کو اپنے سینہ سے لگائے رکھو مرتبے وقت زبان پر لاوٹا کہ قبر میں بھی یہی کلمہ تمہارے ساتھ ہو اور حشر میں بھی یہی راہ نجات ہے پیارے۔ (حسین)



چراغ راہ نمبر ۱۷۱

”فقیری یہ ہے کہ ہاتھ کسی کے سامنے نہ پھیلائے۔ اللہ سے بھی بے پرواہ رہے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔ مجھ اتر ب الیہ من جبل الورید۔ وہ تو سب راحت و تکلیف دیکھتے ہیں۔“ (وارث پاک)

تری خاک میں ہے اگر شر رتو خیال نقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شیعیر پر ہے مدار ٹوٹی حیدری

(اقبال)

راہ فقیری میں خودداری ہے اور خودداری اصل فقیری ہے یہ اصول بالکل غلط ہے کہ فقیر یاد رویش کسی مخصوص جماعت ہی سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ فقیری ایک خصوصیت کی منزل فکر (سروج) سے تعلق رکھنے سے قائم رہتی ہے۔ مگر اس سروج کے لئے جس سے غلق خدا کا فائدہ ہو، زیادہ تر کامل فقیریز بر دست دنیاداری کا بوجھ اٹھائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ فقیر بھی کسی کام کا جس کو بال بچوں، خاندان اور وطن کی محبت سے لگاؤ نہ ہو۔

زندگی کی کسی بھی نیک منزل میں انسان کیوں نہ ہو۔ اس پر بغیر ارادہ ہی فقیری شروع ہو جاتی ہے۔ نیک چلن ہونا بھی فخر کی نشانی ہے اور جہاں منزل فکر شروع ہوئی نہیں کہ فقیری کی مردم مدد مسروحد دور ہی دور سے دکھائی دینے لگتی ہے۔ کسی بھی نیک منزل کو پانے کیلئے فقیر کو عجلت یا گھبراہٹ سے ہرگز کام نہ لینا چاہئے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے کہ ”نیکی نیک را اور بدی پیش را“ نیکی اور بھلائی کے راستے میں ہرگز ہاریانا کا ہی نہیں۔ کامیابی نصیب ہونے میں دری ہونا بد نصیبی نہیں بلکہ فقیری کے جذبے کو اور بھی زیادہ مضبوط بنانے کیلئے سنہرہ موقع ہے۔ جتنی تاخیر ہوگی کامیابی اتنی ہی مسٹحکم اور دری پا ہوا کرتی ہے۔ اسی لئے بندہ نواز وارث پاک ارشاد فرمائے ہیں کہ فقیری یہ ہے کہ ہاتھ کسی کے آگے نہ پھیلائے۔ اللہ سے بھی بے پرواہ رہے، ہاتھ پھیلانا، گڑ گڑانا، ٹکوہ کرنا یا بدل ہونا اس ہات کی دلیل ہے کہ اپنی بزرگی یا اپنی طاقت پر شک ہے اور فقیر کو کسی بھی نیک کام میں شک سے کام لینا سخت حرام ہے۔

فقیر وہ ہے جو نیک راہ میں چنان کی طرح اٹل ہو اور اپنی منزل پر سخت اصول کا نمونہ پیش کرتا جائے۔ اپنے نیک کام کی مزدوری کیلئے اللہ سے بھی بے پرواہ ہے جس نیک کام کو انجمام دینے کا بیڑا اٹھائے اس کو دل و جان لگا کر کامیاب بنانے میں اپنی فانی زندگی صرف کر دے اور یاد رہے بندہ چاہے جتنا بھی اللہ سے بے پرواہ رہے مگر اللہ بھی اپنے بندے سے بے پرواہ نہیں ہوتا اور فقیر کی تو شان ہی نرالی ہوتی ہے۔ (حسین وارثی)



چانگ نمبر ۱۷۲

”بڑی وضعداری یہ ہے کہ طریقِ عشق میں جو کرے وہ کئے چلا جائے۔“ (وارث پاک)

عشق بلند ہال ہے رسم و رہ نیاز سے
خُن ہے مست ناز اگر تو بھی جواب ناز دے

(اقبال)

وضعداری ہی کے انمول موتی سے عشق کو چارچاند لگتا ہے۔ وہ عشق جو وضعدار نہیں، وہ عشق کیا کرے گا۔ زمانہ تقدیر اور وقت کی ایک چال اس کے عشق کو ٹھنڈا کر کے رکھ دے گی۔ مگر، لوگ جو کہ عشق میں، اپنی وضعداری کے پابند ہوتے ہیں ان کو تقدیر کی ستونے ٹھوکریں بھی ایک ذرہ برابر طلب عشق سے الگ ہٹنے نہیں دیتیں۔ خدا کا عشق جب معصوم عاشق کے دل میں پیدا ہوتا ہے تو زمین و آسمان اس کا دشمن ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ خون کے رشتہ دار بھی دشمن اور جلا دکا کام

کرتا شروع کر دیتے ہیں۔ بھائی، بہن، ماں، باپ، سب رشتے دشمن ہو جاتے ہیں اور وہ لوگ کہ جو وضعداری کی پیشہ پر سوار ہو کر اللہ کے بھروسے اپنے عشق کو چھوڑ دیتے ہیں، ایک دن عشق کا پودا بڑا ہو کر جب پھل اور پھول لے آتا ہے تو غیر سے غیر، اجنبی سے اجنبی طالب کا ایسا دوست ہوتا ہے کہ خون کے رشتہ دار بھی اپنی دشمنی پر شرمند ہو کر بھلانی کے طلب گار ہو جاتے ہیں۔ اللہ کا عاشق ایک اللہ کی طاقت کے سامنے جھکتا ہے اور تمام دنیا کی طاقتیں عاشق پر دردگار کو سلام کرنے لگتی ہیں اور بڑے سے بڑے غلط فہم لوگ لا جواب دوست کا روپ بننا کر دنیا والوں کے سامنے آ جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بابا حضور دارث پاک بلا علاں صد الگار ہے ہیں کہ ”بڑی وضعداری یہ ہے کہ طریق عشق میں جو کرے وہ کئے جائے۔“ درویشوں کے عشق کی ناؤ کو لنگر نہیں ہوتا۔ عشق کے ناؤ کا لنگر پہلے ہی توڑ کر اپنے عشق کی کشتی کو اللہ کے نام پر اللہ ہی کے حوالے کر دیتے ہیں اور ایک دن ساحل خود ہی دہن بن کر ان کے قدموں کو سلام کرتا ہے اور وہی منزل اللہ دارث۔ دارث اللہ کی ہو جاتی ہے اور بس۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۷۱

”ایک مرتبہ ایک صاحب سے فرمایا کہ دس آدمیوں کو روٹی دے کر کھائے۔“ (دارث پاک)

اُمرا نفے دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملتِ بیضا غربا کے دم سے

(اقبال)

یہ اشارہ اہل زر کیلئے ہے۔ دولت، شیطانی چکر بھی چلاتی ہے اور دولت سے ایسے ایسے نیک کام بھی کئے جاتے ہیں کہ شیطان کو بھی غش آ جاتا ہے اور وہ بھی پریشان ہو جاتا ہے! اب یہ فرض دولتند پر نازل ہوتا ہے۔ بڑی سے بڑی نیکی کو بھی امراء اپنی دولت کے سہارے زندہ کر سکتے ہیں مگر روزمرہ کی زندگی میں ان کی شان از حد قابل احترام ہوتی ہے جو کم از کم دس آدمی کے ساتھ اپنے دستِ خون پر روٹی تناول فرماتے ہیں۔ پیٹ کی آگ کے سامنے ہر چیز جھک جاتی ہے۔ بھوک اور مجبور عزت دار کو اگر بغیر ذلیل کئے ان کی روٹی کا سامان کر دیا جائے۔ چاہے ایک وقت ہی کا سامان کیوں نہ ہو۔ ان کے جسم کے ایک ایک روئیں کے بد لے ایک ایک فرشتہ کی ہمدردی شامل ہو جاتی ہے۔ سفید پوش کی امداد نصیب والوں کو کرنی میسر ہوتی ہے۔ گداگر ہر جگہ میں گے گرفتار سفید پوش مشکل سے ہاتھ آتا ہے۔

بھوکے انسان کی دعا بعض وقت بڑی سے بڑی مصیبت کے پھاڑ کو بھی پاول بنا کر اڑا دیتی ہے اور پھر کون جانے کہ کس کے بھیس میں کون آ کر روٹی کھا جائے۔ کسی کی ایک نظر ہی ساری زندگی کے لئے کافی ہو جاتی ہے انسان کو چاہئے کہ کبھی جانور کی طرح الگ کھانا نہ کھائے۔ اگر ایک روٹی کے چار نکڑے ہوں تب بھی۔ جو لوگ روٹی چراچپا کر

کھاتے ہیں، وہ نیک اور رتمل ہو ہی نہیں سکتے۔ روٹی اور پانی بھی پوشیدہ جگہ پر الگ تھا۔ کھانا چاہئے بلکہ چار بھائیوں کو کھلا کر خود پانی پی لے۔ جتنا بھی پانی پیئے گا، پیٹ میں وہ سب دو دھن بن کر سخت کونیا یا فائدہ پہنچاوے گا کیونکہ خدا اوس کا حال جانتا ہے اور جو اپنے بھائی بہنوں یا کسی کا بھی حق مار کر بریانی یا کوکو ان کھاتے ہیں، ان کے چہرے پر خدا کی یہی پھنسکاری برتی رہتی ہے اور مرنے کے بعد بھی ان کی صورت مکروہ ہی وکھائی دیتی ہے۔ نیکی کے کام میں اقصان ہی فائدہ ہے اور بدی کے کام میں فائدہ ہی عذاب جان اقصان ہوتا ہے جو زرع کی آخری بھگی کے وقت پتے چلتا ہے جبکہ قوبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوتا ہے۔

وارثیوں اور کل انسانوں کو چاہئے کہ کھانے کے وقت مالک، تو کر، بڑا چھوٹا، اونچ ذات، نیچ ذات کا فرق نہ رکھے۔ تمام انسان مل کر ایک شامل بھائیوں اور دوستوں کی طرح مسکراتے مسکراتے کھانا کھائیں۔ خوشی ہے حلال کمائی کھانا بھی عبادت ہے۔ (حسین وارثی)



چاوغ راہ نمبر ۲۷۱

”پیر بہت ہیں مرید بہت مشکل سے ملتا ہے۔“ (وارث پاک)

اس چمن میں پیرو ببل ہو یا تلمذِ غسل
یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

(اتبال)

پیر بہت ہیں مرید بہت مشکل سے ملتا ہے۔ ایک ذرا غور کرنے کی جگہ ہے۔ جب خدا ہے تو اس نے اپنی تمام رحمتیں روزاول سے ہی بکھیر کر رکھدی ہیں۔ جس طرح آسمان سے بارش آتی ہے تو اپنے شامل ہزار ہانعمتوں کو برسا کر رکھ دیتی ہے۔ کھیت جاگ اٹھتے ہیں۔ کھیتوں اور باغوں میں ان گنت قسم کی نعمتیں، پھل، پھول اور انچ انسانوں اور جانوروں کیلئے مہیا ہو جاتی ہیں۔ سورج نکلتا ہے تو اندھیرا غائب ہو جاتا ہے اور خدا کی کروڑوں رحمتیں سورج کی کرنوں کے ساتھ شامل ہو کر دنیا والوں کے لئے موجود ہو جاتی ہیں۔ چاند اٹھتا ہے تو اس کی روشنی اور شنڈک سے لاحساب تھنے سنار پر اجاگر ہو جاتے ہیں۔ پھاڑ کے سینہ میں اور پھاڑوں کی چوٹیوں پر انگشت جڑی بوٹی انسانوں کے کام کیلئے نہ جانے کتنی ہی رحمتیں آدمیوں کا انتظار کرتی رہتی ہیں۔ زمین جو سراپا اللہ پاک کی محبت اور عنایت کا کھلاشبود ہے اپنے ذرہ ذرہ میں رحمتیں لے کر ماں کے آنچل کی طرح ہر دقت اپنی متاؤ کے لئے کران انسانوں کی ضرورتوں کے سامان کو لئے بیٹھی رہتی ہے۔ ریگستان اپنے ریزہ ریزہ میں اللہ کا محبت والا ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہوا ہے۔ گہری گہری کان اپنے کلیعے میں ہیرے، جو ہرات، سونے، چاندی زمانہ بھر کی قیمتیں چیزیں لے کر اپنا فرض ادا کر رہی ہے مگر یہ سب کس کے لئے؟ طالب کیلئے کھو جنے والوں کے

لئے؟۔ یہ سب تلاش کرنے والوں کے حصہ میں آتی ہیں۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنے والے سوائے ٹکوہ کرنے کے اور کچھ نہیں جانتے۔ اسی طرح خدا رسول ﷺ، قرآن حکیم یہ سب کس کے لئے ہیں؛ طالب کے لئے سب کچھ موجود تھے۔ مگر افسوس کہ طالب کا ہی ملتا مشکل ہوتا ہے۔ کس قدر حضرت اور امام کے ساتھ بندہ نواز وارث پاک اپنے پچھوں کیلئے ارشاد فرماتا ہے ہیں کہ "جیر بہت ہیں مرید بہت مشکل سے ملتا ہے" اگر مرید میل جائے تو پیر اپنے مرید کو اپنے کاندھے پر ایک مخصوص بچہ کی طرح اٹھائے پھیریں۔ مگر مرید کہاں؟ سب کے سب حصہ وہوں کے غلام، سب کو لاٹج ہے۔ لاٹج سے کوئی دل خالی نہیں۔ لاٹج صرف زرہی کا نہیں ہوتا۔ کوئی کام، کوئی نام، کوئی مجذہ کوئی کچھ، کوئی کچھ اس لاٹج کے بازار سے کوئی نہ کوئی سودا کرنا چاہتا ہے۔ جیر ملتا آسان ہے مگر مرید ملتا دشوار ہے۔ کاش لاکھوں میں ایک بھی سچا مرید میل جائے تو سب کا بیزہ پار ہو جائے۔ (حسین دارثی)



چانگ راہ نمبر ۱۷۵

"مرید ہوتا چاہئے۔ مرید ہو تو پیر کے سینے پر سوار ہو کر حاصل کر سکتا ہے۔" (وارث پاک)

پیر حرم نے کھا سُن کے مری رُونداد
پختہ ہے تیرگی لفاظ، اب نہ اسے دل میں تھام

(اتآل)

مرید ایک پیاس ہے اور پیر سمندر شیر میں، مرید ایک تمنا ہے اور پیر حاصل، مرید ایک کھونج ہے اور پیر ایک منزل،
مرید ایک سوال ہے اور پیر کامل جواب، مرید ایک آواز ہے اور پیر ایک لباس از نعم، مرید ایک شاگرد ہے اور پیر استاد کامل، مرید
ایک راہی ہے اور پیر ایک نیک راہ ایک منزل مقصود، مرید بیٹا ہے اور پیر باب، مرید غلام ہے اور پیر آقا، مرید دماغ ہے اور
پیر دل، مرید جسم ہے اور پیر روح۔

مرید اور پیر کے لاکھوں رشتے ہیں۔ کیا خوب بابا وارث پاک ارشاد فرماتا ہے ہیں اور نامزاد بھائیوں اور بہنوں
کی کھلی ہوئی دشیری فرماتا ہے ہیں کہ اگر مرید ایک ذرا سا بھی دوراندیش ہو تو ہمت سے کام لے کر کیا سے کیا ہو جائے۔
مرید اور پیر کی دوری کیسی نہ شمع سے پرواہ دور ہوا ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے پھر پیر مرید سے کیونکر دور ہو سکتا ہے۔ پیر اپنی محبت
سے مرید کے ہی بس میں ہو جاتا ہے اور شمع ہدایت بن کر اپنے مرید کو سفر زندگی کی ہر منزل سے پار اتا رہتا ہے، پیر کے
سامنے ذرا خوف کھانا خفت کمزوری ہے اگر مرید واقعی کامل مرید ہے اور اس میں لاٹج، کمزوری یا مطلب پرستی نہیں ہے تو وہ
بتوں ببا حضور جب اور جہاں چاہے۔ خد کر کے، پھل کر کر روضھ کر اپنی آرزو پوری کر سکتا ہے اگر پیر سے ذرا خوف آتا ہو تو
یقین کرو کہ کچھ نہ کچھ کمزوری ابھی باقی ہے اور اگر یقین ہو کہ تمہاری مریدی صاف آئینہ ہے تو بسم اللہ کر کے پیر کا ہاتھ تھام ادا

اور بھائے نہ دو۔ کامیابی تمہاری مشی میں ہے پیر کو دل سے پیار کرو، دماغ سے دنیاداری اور دکھاوا ہوتا ہے۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۶۷

”پیر کو رکی مرید بہت ملتے ہیں مگر مراد قسم سے ہاتھ آتا ہے جیسے خواجہ حضرت ابوسعیدؓ کو حضرت غوث پاک۔“

خواجہ عثمان ہاروئیؓ کو خواجہ معین الدین چشتیؓ۔ حضرت بابا صاحبؓ کو حضرت سلطان نظام الدین اولیاء محبوب الہیؓ اور حضرت علاؤ الدینؓ صابر کو حضرت شمسؓ اور حضرت محبوب الہیؓ کو حضرت امیر خسرؓ اور حضرت مخدوم بھاریؓ کو مولا ناظم فخرؓ۔ (وارث پاک)

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب، ایک کلیم سر بکف

(اقبال)

پیر اور مرید۔ یہ ہیں وہ قابل سلام ہستیاں جنہوں نے قطرہ کو سمندر کیا اور سمندر کو قطرہ (چانگ راہ کو پڑھنے والے مسلم بھائی اور بہنوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب کبھی وہ ارشاد نمبر ۶۷ کو پڑھیں تو مندرجہ خدار سیدہ ہستیوں کو فاتح ضرور پڑھیں۔ غیر مسلم بھائی اور بہنوں کو لازم ہے کہ دل سے ان بزرگوں کو احترام اور سلام بھیجیں) غور کریں کہ ان گنت پیر بھی پیدا ہوتے ہیں اور ان کے بے شمار مرید بھی ہوتے ہیں مگر ان میں زیادہ تر پیر اور مرید کی ہستی ایک بکری اور بھیڑ کے رویز سے زیادہ بلند نہیں ہوتی۔ وقت گزرنے پر نہ بکریاں رہتی ہیں اور نہ ہی چڑوا ہے۔ مگر یہ وہ مرید ہیں جنہوں نے قطرہ کو سمندر کر کے پھر سمندر کو قطرہ میں پیوست کر دیا۔ یہ وہ ہستیاں ہیں وہ جلیل القدر مرید ہیں جن سے پیر کا نام آسان کی بلند کو چھوڑ رہا ہے، پیر مرید کی محبت سے قیامت تک قابل فخر احترام حاصل کرتے رہیں گے۔ کون بھول سکتا ہے خواجہ حضرت ابوسعیدؓ کو آپ کے مرید تھے حضرت غوث پاک جنت مکانی خواجہ عثمان ہاروئیؓ۔ آپ کے مرید تھے حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتیؓ۔ حضرت بابا صاحب۔ آپ کے مرید تھے حضرت علاؤ الدین صابر۔ حضرت شمس تبریزؓ حضرت نظام الدین محبوب الہی۔ آپ کے مرید تھے حضرت امیر خسر۔ حضرت مخدوم بھاری۔ آپ کے مرید تھے مولا ناظم فخرؓ جنت مکانی.....! کون روحانیت کی شمع ان پروانوں کا دیدار کرنے کیلئے آج تک نہیں تڑپتی ہے اور قیامت تک بے چین نہیں رہے گی۔ آفریں ہے ایسے پیر اور آفریں ہے ایسے مرید کہ جنہوں نے نہ صرف پیر ہی کو خوش کیا بلکہ خدا اور رسول گو بھی ان مریدوں نے اپنے قریب تر رکھنے کا شرف حاصل کیا۔

ہمارے بندہ نواز حضرت وارث علی شاہ دیوی شریف بھی بلا شک ایک چانگ راہ ہیں۔ ان کے ارد گرد بھی ان گنت پروانے جاں نثار ہو رہے ہیں مگر وہ کون ہے قطرہ جو سمندر میں پیوست ہے اور کون ہے وہ قطرہ جس میں خود سمندر

جدب ہو گیا ہے.....؟ یہ ایک راز ہے جو خدا کے حکم سے ساری دنیا کو بہت جلد بتا دیا جائے گا۔ وارث پاک کی شمع ہدایت بھر کر خود اپنے پروانہ کو اجاگر کر دے گی۔ انشاء اللہ اور بس۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۷۱

”آدمی ہونا چاہئے۔ آدمی ہونا بہت مشکل ہے کسی قدر سکوت کے بعد ارشاد ہوا، آدمی اسی وقت ہوتا ہے جب لطیفہ قلب ذاکر ہو۔ اس لئے کہ لطیفہ قلب حضرت آدم کے زیر قدم ہے اور معیت اور اقربیت حاصل ہے۔ وحی معمکم اسمان کلتمنہن اقرب الیہ من جبل اور ید۔ جب معیت ہو گئی تو تقرب حاصل ہو گیا۔ یہی وجہ تکمیل ہے۔“ (وارث پاک)

نکت سے یہ کبھی آشنا نہیں ہوتا
نظر سے چھپتا ہے لیکن فنا نہیں ہوتا

(اقبال)

یہ آدمیوں کا اتنا بڑا میلہ خاندان درخاندان، ملک درملک، یہاں تک کہ دنیا کے چھپے چھپے پر آج آدمی ہی آدمی کی آبادی دکھائی دیتی ہے۔ اس بستی یا آبادی کا دوسرا نام ہی انسانوں کی دنیا ہو کر رہ گیا ہے۔ جس قدر آدمیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، اسی قدر سکون قلب ختم ہوتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ آدمی آدمیت سے بھی دور نکل کر حیوانیت کے درجہ کو بھی چھاند کر بے شری، بے حیائی، خود غرضی اور گناہ کے سمندر میں دن رات غرق ہوتا جا رہا ہے۔ عقل، سمجھ، طاقت، دولت اور سارے ساز و سامان کے ہوتے ہوئے بھی پا گل اور وحشیوں کی طرح ایک دوسرے کو مارڈا نا چاہتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیوں اتنی تعلیم کے بعد بھی آدمی سے آدمیت غائب ہو گئی ہے؟ کیوں مرد عورت استاد، شاگرد بڑے اور چھوٹے کے دلوں سے عزت، احترام اور پاکیزگی ختم ہوتی جا رہی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ساری دنیا دماغ اور عقل کی دیوانی ہو گئی ہے اور عقل، انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ حضرت آدم نے بھی عقل کی بات مان کر اپنی حد سے گزر کر گیہوں کھالیا تھا۔ یعنی مرد اور عورت کی عظمت کو اپنی عقل کے ذریعہ جانے کی کوشش کی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنت سے دنیا میں اتار دینے گئے اور بہابرس روتے ہی رہے اور انہیں کوئی علاج نظر نہیں آیا۔ آخر دل نے آواز دی کہ عقل کو چھوڑ کر دل کی دنیا کی طرف آؤ اور سب سے پہلے اپنے آپ کو پہچان کر خدا کو پہچانے کی کوشش کرو۔ عبادت کروتا کہ روٹھا ہوا خدا خوش ہو جائے اور تمہیں سکون نصیب ہو۔ آخر کار حضرت آدم نے بھی دل کی بات سنی اور اس قدر عبادت کی، اس قدر عبادت کی کہ پروردگار کو آفریں کہنا پڑا۔ یہ دنیا چاہے کتنی ہی ظاہری ترقی کر لے مگر غیر ممکن ہے کہ اس کو چین و نصیب ہو۔ ایک دن اس کو دل کی بات پر چل کر خدا کو پہچانا ہی ہو گا۔ جب ہی سکون قلب کی دولت میر ہو گی۔ یہی حضرت آدم نے بھی کیا تھا اور حضرت آدمی کو بھی یہ کرنا ہو گا۔ (حسین وارثی)



چانگ نمبر ۱۷۸

"مقام حیرت میں نقراب رسول پڑے رہتے ہیں۔۔۔"

چہ شبہا نشم در بن دیر کم
کہ حیرت گرفت آستینم کہ قم
اس کے بعد منزل فیض ولایت و فیض نبوت کاظھور ہوتا ہے۔ (وارث پاک)
حیراں ہے، بوعلی کہ میں آیا کہاں سے ہوں
روی یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کدھر کو میں

(اقبال)

"مقام حیرت" روحانیت کے ان گنت درجے ہوا کرتے ہیں۔ عبادت یا تقویٰ جب زور کرتا ہے تو عابد ذاکر ہو جاتا ہے اور پھر وہ ذکر بھی کرنا شروع کر دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح نئے پرندے کو آسمان کی زبردست وسیع فضا میں اڑنا آگیا ہو۔ نیا پر، نئی اڑان کو ہر فقیر یا ذاکر انوکھی اور ایک لا جواب اڑان خیال کرنے لگتا ہے مگر اس کو نہیں معلوم ہے کہ اس دنیا میں کروڑوں فقیر، ذاکر، مولوی، ملا، حافظ، واعظ، خطیب اپنی اپنی بولیاں بول کر اڑ گئے مگر خدا کے اتنے بڑے روحانیت کے آسمان میں ان کی اڑان کا پتہ تک نہ چلا۔

ہمارے بہت سے فقیر، ملا اور مولوی اپنی عبادت کے گھمنڈ میں اپنے اشراز وہ مریدوں اور لوگوں میں سارا سارا دن اور ساری ساری رات بس ذکر کرتے رہتے ہیں، وہ بھول کر بھی نہیں دیکھتے کہ ان کے م مقابل جو حلقة گوش ہیں ان کی عمر کیا ہے۔ ان کی عقل کی رسائی کہاں تک ہے۔ ان کا فضل و اعمال کیا ہے۔ ان کی زندگی کا نظریہ کیا ہے۔ ان کے دل کی بیماری کیا ہے۔ ان کے دوست و احباب کیسے اور کس درجے کے ہیں۔ واعظ کی عظیں اور ناصح کی تلقین حلقة گوش سامعین کے کانوں کے پردوں سے نکلا کر دل کی گہرائیوں تک بھی پہنچتی ہیں یا یہ کہ صرف ایک کان سے داخل ہو کر اور دوسرے کان سے نکل کر وسیع فضا میں زائل ہو جاتی ہیں۔ ان باتوں کو بھول کر ہمارے واعظ اور فقیر خیال نہیں کرتے بس تقریر ہی کرتے جاتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ محو حیرت ہو کر دم بخود پیر، فقیر یا مولا نا کا منہ ہی دیکھتے رہ جاتے ہیں اور مولا نا یا تقریر کرنے والے بس اپنے ہی دل کے انکارے کو نہیں کرتے رہتے ہیں۔ مگر ان ہی بولنے والوں کے سامنے اللہ ایک سوال جب لا کر رکھ دیتا ہے تو سارے سوالوں کا جواب دینے والا شخص اہو کر رہ جاتا ہے۔ زبان، خاموش، دل و حضر کے لگتا ہے بولی ختم، عقل غائب، کھانا پینا ختم، راحت آرام کافور ہو کر اڑ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ یا تو پاگل یا سوچتے سوچتے موت، جانتے وہ منزل کیا ہے؟ وہ ہے مقام حیرت، مقام حیرت سے نکلنا پل صراط پار کرنا ہے۔ مقام حیرت کا سفر وہی پار کر سکتا ہے جو مرضی مولا کے سامنے کوئی دلیل کوئی سوال کھڑا نہ کرے۔ قطرہ سمندر میں جذب ہو جائے تو بیڑہ پار، حیرت میں قید ہونا تادانی ہے۔ مقام حیرت کے بعد ہی منزل فیض ولایت و فیض نبوت کاظھور ہوتا ہے۔ پیارے۔ (حسین وارثی)

چراغ نمبر ۱۷۹

"جب ماسواللہ کچھ نہ رہا تو فقیر ہو گئے۔" (وارث پاک)

کافر ہے مسلم تو نہ شاہی نہ فقیری
مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی

(اقبال)

کامیابی کیلئے تصدیق کی ضرورت ہے۔ داڑھی یا جھٹاداری کی قید نہیں۔ جب ماسواللہ کچھ نہ رہا تو فقیر ہو گئے۔
دنیادار اور فقیر میں کیا فرق ہے۔ دنیادار ماسواللہ ہی میں الجھار ہتا ہے۔ وہ اس قدر دنیاداری کی معمولی معمولی چیزوں میں
قید ہو جاتا ہے کہ اگر اس کا دل چاہتا ہے پھر بھی اللہ کے نام پر ایک نماز بھی نہیں پڑھ سکتا۔ دنیادار جیتے جی مرار ہتا ہے اور
جہاں کہیں بیماری اور نقصان آیا نہیں کہ ایک فربی کی طرح ہر سانس اللہ کی رث لگادیتا ہے اور جہاں کہیں تکلیف کم
ہوئی نہیں کہ پھر وہ مالک کوفراموش کر کے اپنے نفع، نقصان کے جھوٹے پر جھوٹے لے لگتا ہے اور جب اس جھوٹے کی رسی ٹوٹ
کر جھوٹے والے کو قبر کے اندر ہیرے اور گہرے غار میں پٹکتی ہے تو چہرہ سیاہ، خmost اور خدا کا قبر برنسے لگتا ہے۔ اس کے
بر عکس فقیر جو خدا کے سوا سوتا چاندی، روپیہ پیسہ، زر، زمین، یہاں تک کہ پھٹا کرتے اور گندی سی تہد کے سوا کچھ نہیں رکھتا،
موت کے بعد ہی اس کا چہرہ مسکرانے لگتا ہے۔ ہر طرف سے خوشبو خوبصورت پھول اور عطر میں اس کی میت با کر قبر میں اتاری
جاتی ہے اور موت کے بعد بھی لوگ مقبرہ بناؤ کر لو بان، اگر تی، ان گنت چراغ جلا کر اپنی اپنی الجھنوں کو ختم کرنے کی ترکیب
سوچتے رہتے ہیں۔ امیروں کا کیا ذکر، مغلیہ سلطنت کے کتنے ہی جلیل القدر بادشاہ کے سینکڑوں مزار آج بھی ہندوستان
میں موجود ہیں مگر ان پر کوئی چراغ نہیں جلاتا۔ مگر خواب غریب نواز سے لیکر درجہ درجہ تمام ہی روحانیت کے رہبروں کے
مزارات پر قیامت تک میلے اور رونق رہے گی۔

یہ ہے دلیل ماسواللہ جب کچھ نہ رہا تو فقیر ہو گئے۔ فقیری سب سے بڑا درجہ ہے۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۱۸۰

"عشاق بے خود غیر مکلف ہیں اور دنیادار مکلف ہیں۔" (وارث پاک)
شیشہ دہر میں مانندِ نَبَّ نے نَبَّ ہے عشق
زُوج خورشید ہے خون رُگ مہتاب ہے عشق

(اقبال)

مست ملگ عاشقوں کی بھی عجیب زرالی دنیا ہوا کرتی ہے۔ عقل اپنی نگست پر سرگوں ہو کر زمیں بوس ہو جاتی

ہے۔ دماغ کا ایک ایک خانہ ایک بار یک رُگ حیران ہو کر ہارے ہوئے سپاہی کی طرح فرار ہو جانا چاہتی ہے اور عقل نقروں کے دماغ سے ہمیشہ کیلئے نکل کر بھاگ جاتی ہے۔ عقل ہر دور میں ہر زمانہ میں نقیر کی حالت کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوا کرتی ہے کہ یہ عاشق خدا، اس قدر اللہ پاک کے نشہ میں سرشار ہو گیا ہے کہ اس کو دنیا کی کسی بھی چیز سے لگاؤ نہیں رہا۔ یہاں تک کہ زنِ زمین اور زریٹ کو چھوڑ کر الگ ہٹ گیا اس پر طرہ یہ کہ کھانے اور پانی سے بھی زیادہ سے زیادہ دریٹک بے پرواہ رہتا ہے۔ نہ آرام نہ نیند نہ سکون۔ آخر اس کی زندگی گزرے گی کس طرح؟ مگر جب نقیر یا سچا عاشق خدا کے عشق میں کامران ہو کر مسکراتا ہے تو اس کی مسکراہٹ کا ساتھ دینے کے لئے آسمان کے ستاروں کے ساتھ ساتھ زمین کے ذرات تک خوشی سے چک اٹھتے ہیں تو عقل پھر حیران ہو کر سر بخود ہو کر نقیر یا عاشقتوں کے پیر دبانے لگتی ہے اور دنیا دار صبح سے لے کر شام تک سہارا ہی سہارا بنا تارہتا ہے۔ روپیہ کا سہارا، مکان کا سہارا، کار و بار کا سہارا، زمین کا سہارا، یہاں تک کہ جو روپیہ بیٹھی ناتی، پوتے غرض رشتہ دار سے لے کر نوکر چاکر تک کا سہارا، اس کا حشر کیا ہوتا ہے؟ مرنے کے بعد ان کا جنازہ پڑا رہتا ہے اور دنیا دی سہارا بے زن زمین اور زر کے چکر میں پڑے رہتے ہیں۔ بعد موت قبرستان میں دفن ہوتے ہیں کروڑوں کروڑ ہستیوں کے مزارات بے نشان ہو کر ختم ہو جاتے ہیں مگر جو عاشق خدا کے عشق میں بے سہارا ہوتے ہیں، ان کے ہی مزار پر چراغ روشن ہوتے ہیں اور قیامت تک باوقار رہتے ہیں۔ اللہ کا سہارا سرچا، باقی سب سہارے جھوٹے اور فریب نظر ہوتے ہیں۔ (حیمن وارثی)



چراغ راہ نمبر ۱۸۱

”جس قدر ہمارے مرید ہیں ہماری اولاد ہیں جس کو جس قدر ہمارے ساتھ محبت ہے اسی قدر اپنے بھائیوں سے اتفاق۔ جو لڑکا اپنے باپ سے محبت کرے گا اس کو بھائی سے اتفاق ہو گا۔ (وارث پاک)

ہم آہنگی سے ہے محفل جہاں کی
اسی سے ہے بھار اس بوستان کی

(اقبال)

احرام پوش کو وقار سے دور رہنا چاہئے۔ اگر ان کو بندہ نواز وارث پاک سے محبت ہے تو ان کی نظر میں تمام دارثی برابر ہونے چاہیں۔ عبادت کی زیادتی یا کمی بڑائی کی دلیل نہیں ہے۔ اب کون جانے کسی کا ایک ہی سجدہ منظور بارگاہ ہو گیا ہو۔ جس طرح پیر اپنے نیک مدرس کو اپنی اولاد خیال کرتا ہے اسی طرح مریدوں کو بھی سے بھائی اور بھنوں کی طرح رہنا چاہئے۔ نصیحت کرنا استاد یا پیر کا کام ہے۔ شاگرد اور مریدوں کو باہم محبت کے درجے سے باہرنہ جانا چاہئے۔ جس طرح ایک ایک خاندان میں والدین کے کئی لڑکے اور لڑکیاں ہوا کرتی ہیں۔ شریف خاندان کے لڑکے اور لڑکیاں اپنے بھائی اور

بہنوں سے لڑتے نہیں۔ یہ غیر ممکن ہے کہ خاندان میں سب آدمی ایک ہی دل و دماغ کے ہوں ان میں بھدار بھی ہوتے ہیں اور نادان بھی، نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی، روپے کمانے والے بھی ہوتے ہیں اور ناجائز خرچ بھی کرنے والے ہوتے ہیں پھر بھی گھر کی بات باہر نہیں جاتی اور تمام بھائی بہن مل کر صلح اور مشورہ سے خاندان کی گاڑی کو بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ چلاتے ہیں۔ وہی نالائق اور بدترین اولاد ہے جو اپنی ظاہری اچھائی اور بناولی شرافت کا ذھول پیٹ کر کسی کو اچھا اور کسی کو برا کہہ کر محلہ والوں کی نظر میں خود بھی تماشہ بنتا ہے اور سارے خاندان کو بر باد کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کو نہ تو اپنی محبت ہے اور نہ ہی ماں باپ سے محبت۔ لڑاکے خاندان کے لوگ کتنے کی فطرت رکھتے ہیں۔ دوسرے کے پاؤں چائیں گے مگر اپنے بھائی کو دیکھ کر چلانے لگتے ہیں جس بھائی اور بہنوں کو اپنے خون سے محبت نہیں وہ جانور ہیں، جس مرید کو اپنے پیر سے محبت نہیں وہ بہر دیا ہے۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۱۸۲

”گیارہویں شریف کے متعلق فرمایا کہ ”مقام ہو“ ایک عجیب مقام ہے بحساب ابجدہ کے ’۱۵ اور و کے ۶ ہوتے ہیں پانچ اور چھل کر گیارہ ہوئے حضرت غوث پاک کی یہی منزل تھی۔ انتہا یہ کہ گیارہویں والے میاں مشہور ہو گئے۔ (وارث پاک)

پھر ک ائمہ کوئی تیری ادائے 'ما غرفنا' پر
تراز تبرہ بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں

(اقبال)

حضرت غوث پاک اور ”مقام ہو“ فقیہ اللہ کی منزل سب منزلوں سے زیادہ دشوار گزار ہوتی ہے۔ جو برگزیدہ ہستیاں فقیہ اللہ کا درجہ حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ انہیں عام منزلوں کو طے کرنے کے بعد ”مقام ہو“ پر اپنی ساری کائنات کو لانا ہو گا اور مقام ہو کے مقابلے میں نہ دنیا، نہ ماں، نہ باپ، نہ بھائی، نہ بہن، نہ بیٹی، نہ بیٹا، نہ عقل، نہ شہرت، نہ آرام، نہ آرزو، نہ شکایت، نہ تعریف، یہاں تک کہ نہ اپنے جسم کی پروادا، نہ تندرتی پر خوشی اور نہ ہی یماری کا غم، انتہا یہ کہ اپنے آپ کو بھی تن من کے ساتھ فراموش کر کے رکھ دینا ہوتا ہے۔ جب آکر ایک منزل ”ہو“ بنتی ہے۔ جہاں کچھ نہیں سوائے اللہ کے۔ ایک قطرہ اور ایک سمندر کے سواباتی تمام چیزیں ناپید ہو گئیں اور اور پھر ایک وقت یا آئے گا کہ ذا کرذ کر میں پرانہ شمع میں قطرہ سمندر میں ضم ہو کر رہ جاتا ہے۔ ذرہ ریگستان میں لاپتہ ہو کر صرف ایک مقام ”ہو“ چھوڑ کر اللہ پاک میں سما جاتا ہے اور یہ بھی مقام ہو۔ ۵۔ اور ۶۔ ملکر گیارہ ہوا۔ دونوں طرف ایک ہی ایک کا ہندسہ رہ گیا ہے ایک اور ایک مل کر گیارہ ہو گیا اگر ایک الگ رہتا تو وہ ایک ہی ہوتا گیارہ نہیں ہو سکتا تھا۔

غوث پاک کو اللہ نے گیارہ کی عنایت فرمائی (ھ) اور (و) ھد اور وحدت دلوں کا میل ہو گیا۔ مقبول غوث پاک کی یہ انتہا ہے کہ آپ گیارہوں والے بیان مشور ہو گئے۔ ”مقام ہو“ اللہ پاک کی خصوصیت والی عنایت ہے۔ بیان کب کو بالکل گنجائش نہیں۔ یہ وہی چیز ہے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چانغ راہ نمبر ۱۸۳

”کسی نے عرض کیا کہ حضور تہتر فقوں سے (۷۲) بہتر ناری ہیں اور ایک ناجی اور ہر فرقہ اپنے کوتاہی کہتا ہے تو وہ کون سافرقہ ہے۔ ارشاد ہوا کہ جو حصے سے الگ ہو وہی ناجی ہے اور جو حسد میں ہو وہ بہتر میں شامل ہ۔ ح۔ س۔ و۔ کل ۷۲ بہتر ہوئے۔“ (وارث پاک)

دنیا کو ہے پھر مرکہ روح و بدن پیش
تمذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا

(اقبال)

غور سے پڑھو، بندہ نواز وارث پاک ارشاد فرمار ہے ہیں کہ فرقہ مذہب اور قوم نہیں اور بیان فرقہ سے مراد گروہ سے ہے، آدمی یا انسان کا اگر ایک گروہ قائم کرو تو ان میں گناہ یا برائی یا بر بادی کے ۲۷ بہتر درجے سامنے آئیں گے۔ شراب پینا، جو اکھیلنا، چوری کرنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، امانت میں خیانت کرنا غرض دنیا کے جتنے بھی گناہ ہیں۔ وہ سب کے سب ایک دوسرے میں ہیں، کسی میں کچھ اور کسی میں کچھ۔ کوئی کسی ایک گناہ کا مرٹکب ہے تو دوسرا کسی اور گناہ میں پھنسا ہوا ہے مگر تمہیں سن کر تجھ ہو گا کہ بڑے سے بڑا نیک انسان بڑے سے بڑا پرہیز گزار، پیر، فقیر، سادھو، مولوی، حکیم، قاضی، شاید ہی کوئی دل ایسا ہوا جس میں حسد کا لہلہتا ہواز ہریلا درخت نہ ہو خود دیکھ لو۔ بندہ نواز وارث پاک اعلان فرمار ہے ہیں کہ ۲۷ بھی انسان ایسا نہ ہو گا جس کا سینہ حسد کی آگ سے خالی ہو گا۔ ہمارے بہت بڑے بڑے نامی گرامی فقیر اللہ سے شکایت کرتے ہیں کہ میں نے ساری زندگی تیری مرضی پر اپنی زندگی کے کارروائی کو چلا یا پھر بھی تو میری ہمت افزائی نہیں کرتا ان کو چاہئے کہ وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ وہ ناجی ہیں یا ناری۔ ح۔ س۔ و۔ میں شامل ہیں یا ۲۷ بہتر ہیں، تو سارا حساب صاف ہو جائے گا جس دل میں حسد کی آگ ہے وہاں عبادت ایک ڈھونگ ہے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چانغ راہ نمبر ۱۸۳

”جو نشیب و فراز میں رہے گا اس کو خدا نہیں ملے گا اور جو اس سے نکل جائے۔ اس کی نجات دنیا ہی میں ہو جائے۔“ (وارث پاک)

جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال دبر زدُ الائیں پیدا

(اقبال)

جو شیب و فراز میں رہے گا اس کو خدا نہیں ملے گا۔ نشیب و فراز، اونچائی و نیچائی، بلندی و پستی، ہوتا نہ ہونا، یقین
اور شک و شبہ یعنی دو تاو پر پاؤں کے برابر ہے۔

اکثر گناہ کے سمندر میں غوطہ لگانے والے بھی توبہ کر کے، عبادت کر کے، تھوڑی ہی مدت میں، چالیس چالیس
ہر س کے عبادت گزاروں کو بھی اپنی گرد میں چھوڑ کر اور کامیاب ہو کر دنیا کو حیرت بنا جکے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ
گناہ کی گندی منزل میں تھے تو ان کو نیکی کا خواب و خیال تک نہ ہوتا تھا کیونکہ ان کی منزل ایک تھی۔ چاہے گناہ ہی کی کیوں
نہ ہو مگر جب اس نے گناہ کے بھیانک غار کو دیکھ کر توبہ کی تو بھی ان کی منزل ایک ہی رہی۔ پہلے وہ گناہ سے شیطان کو خوش
کرتے تھے اور اب توبہ استغفار کر کے اللہ رسول اور قرآن کو سینہ سے لگا کر مثل پروانہ تن، من، دھن کی بازی لگا کر حق اللہ
حق اللہ حق اللہ کی تسبیح پڑھنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنی عبادت اور اپنی تصدیق کے ذریعہ اللہ کی رحمتوں کے باول کو برسا
کر ساری دنیا کو محیرت کر کے رکھ دیا اور بہت سے ڈھونگی اور یقین کے کنز و رو بزدل فقیر موچھ داڑھی بڑھا کر سفید ہو گئے
مگر راہ طلب میں گداگر کے گداگر ہی رہے۔ جانور بھی ان سے اچھا ہو گا۔ مگر ان کا وجود ایک ڈھونگی سے اوپر نہ اٹھ سکا۔
ایسے ہی لوگ نشیب و فراز میں قید رہتے ہیں اور جو اس سے نکل گیا۔ وہ کامیاب ہو گیا وہ دنیا میں ہی سرخرد ہو کر زندہ جاوید ہو
گیا۔ (حسین دارثی)

☆☆☆

185

”پیر کی صورت ہر وقت سامنے رہے وہی صورت ہر جگہ نظر آنے لگے گی۔ یہی فنا فی الشیخ ہے۔“ (وارث پاک)
اُذل و آخر فنا، باطن و ظاہر فنا
نشیش ٹھن ہو کہ نو، منزل آخر فنا

(اقبال)

یہ اشارہ دنیا دار بھائیوں کی طرف ایک حکیم حاذق کا کام کرتا ہے۔ یہ بات قابل قبول ہے کہ دنیا داری کے
گندے راستے پر انسان کا پاؤ غلطی سے بھی ادھر ادھر پڑتا ہی رہتا ہے جو لوگ جہنم کے زندہ کیڑے ہیں، جو دنیا میں
آدمیوں کی شکل بنائ کر زمین کی مخصوص گود پر ریک رہے ہیں ان کے بارے میں تو کچھ کہنا نہیں ہے کیونکہ ان کیلئے جہنم کی
زبردست آگ کا لے اجگر کی طرح بے چینی سے ان کا خیر مقدم کرنے کیلئے تیار ہے۔ ان کا حشر تو اخیر عمر تک دنیا میں ہی

نامہر ہونے لگتا ہے اور اسی دنیا میں ان کو خدا کے قبھر کا اندازہ ہونے لگتا ہے اور موت کے بعد جو کچھ گناہ گار کے ساتھ ہونے والا ہے اس کا اندازہ لگانا انسان کے بغضہ فکر میں نہیں ہے۔ مگر وہ بھولے بھالے لوگ، وہ دنیا دار جن میں سے اکثر بڑے بڑے نقیر اور درد لیش بھی ہوتے رہتے ہیں، یا اشارہ دارث پاک کا ان ہی نیک بخت بھائی اور بہنوں کی طرف ہے کہ پیر کا تصور ہر وقت اپنی نظر کے سامنے رکھو جہاں بھی رہو یہ یقین کرو کہ ہمارا پیر ہماری تمام حرکتوں کو بغور دیکھ رہا ہے۔ زندگی کی بھول سے اگر برے سے برے راستوں پر بھی چلے جاؤ گے تو جہاں پیر کا تصور آیا نہیں کہ تمہارے قدم برے راستوں سے بٹ کر اچھے راستوں پر آ جائیں گے۔ راہی ہوتا گناہ نہیں۔ منزل کرنا گناہ ہے اور جہاں بھائی اور بہن اپنے پیر کا تصور ہر وقت کرتے ہیں وہ کسی طرح بھی گنہگار نہیں ہو سکتے ان کا پیر ہر وقت ان کو بچائے گا۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چماں راہ نمبر ۱۸۶

"اسم ذات صرف اللہ ہے باقی صفات ہیں۔" (وارث پاک)

ما بیوی اللہ کے لیے آگ ہے محبیر تری
ٹو مسلمان ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

(اقبال)

اسم ذات صرف اللہ ہے۔ انسان کو جتنا رب دیا گیا ہے، اتنا ہی یہ شیطان کی راہ میں چل کر مردود ہوتا جا رہا ہے۔ صرف ایک اللہ کی ہستی جو قائم ہے اور دائم ہے۔ اس اٹل فیصلہ پر جہاں سورج، چاند، آسمان، زمین، درخت یعنی کل کائنات دل کی انتہائی گہرائیوں سے سر بخود ہے۔ صرف حضرت انسان ہی ایک ایسے خلق ہیں کل کائنات کے بیچ کہابھی تک اس نقطے کی گہرائیوں میں غوطہ کھارہ ہی ہیں، کہیں ڈوب رہے ہیں اور کہیں غرق، کہیں تباہ و بر باد ہورہے ہیں۔ کسی نے خدا کا بینا بنادیا، کوئی پتھر، درخت، آگ، پانی کو پوچنے لگا، کوئی سرے سے خدا ہی سے ہے مسکر ہو کر رہ گیا۔ اللہ کی ہستی کو تسلیم نہ کرنے کی سزا ہر روز اور ہر گھری اک کوول رہی ہے۔ خدا صاف صاف کہہ رہا ہے کہ "جو کچھ ہوں، میں ہوں، مجھے مان جا۔ ہر چیز تمہیں سلام کرنے لگے گی، مگر نہیں، یہاں یہ ہے کہ میں سب کو سلام کروں گا، سب کے سامنے سر جھکاؤں گا، سب سے ذلیل ہوتا رہوں گا، مگر ایک تیری ہستی کو نہ مانوں گا اور اللہ کمزور بندے کی کمزوریوں پر تقهہ لگاتا ہے، افسوس کرتا ہے اور لعنت بھیجا ہے۔

اس کھلی گمراہی کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا کہاں سے کہاں جا چکی۔ نہ ماں، نہ رہی، نہ باپ، نہ بھائی، نہ بھائی رہا اور نہ ہی بہن، بہن۔ سارے آدمی پاگل کتوں کی طرح ایک دسرے سے لڑ رہے ہیں۔ ذات الگ مسکرا رہی ہے اور صفات الگ جنگ کر رہی ہیں۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۸۷

"ہو۔ ذات نہ صفات، ایک میدان ہے۔" (وارث پاک)

سروری زیبا فقط اُس ذات بے ہتا کو ہے

حکرائ ہے اک وہی، باقی بُتان آزری

(اقبال)

"ہو" ہے، نہ اس کی تفصیل ہے اور نہ ہی لہر انی۔ ذات واحد کی حکمت دلیل اگر ہوتی ہے تو صرف "ہو" سے۔ اللہ سے ساری تعریف شروع ہوتی ہے اور قیامت تک اس کی شان کے کرشمے چکتے اور روشن ہوتے رہیں گے۔ مگر بہت سے نقیر اللہ کے وجود کو تو مانتے ہیں مگر اللہ سے پہلے کا حال بھی جانا چاہتے ہیں اور یہیں سے منزل حیرت کی پہلی سیڑھی شروع ہوتی ہے۔

اللہ سے پہلے بھی اللہ تھا اور اس سے پہلے بھی اللہ تھا، وہ زمانہ صرف "ہو" کا تھا۔ ایک میدان، ایک خاموشی ایک سکوت، ایک حدامکان، ایک سلسلہ درسلسلہ، خاموشی ہی خاموشی پھر اس خاموشی نے ایک آواز پیدا کی، ایک حرکت نے پھر جنم لیا پھر تعمیر نے اپنا کام شروع کیا پھر فرشتے، جن وجود میں آئے، پھر ہوا، آسمان، زمین، چاند، سورج، ستارے، سمندر، پھاڑ اور جنگل بنے، پھر زندگی نے جنم لیا کروڑوں کروڑوں برسوں کے بعد حضرت آدم کی باری آئی۔ اماں حوا تشریف لا کیں۔ پھر انسانیت کے پردے سے پیغمبروں کا ظہور ہوا، پھر ولی، قطب، درویش، نقیر آئے اب پھر روحانیت، انسانیت سے آدمیت اور شیطانیت کی طرف لوٹ رہی ہے اور یہی سلسلہ پھر "ہو" پر آ کر خاموش ہو جائے گا۔ "ہو" پہلے بھی تھا اور بعد میں بھی سب "ہو" ہی ہو کر رہ جائے گا۔ صرف ایک میدان اور طویل خاموشی۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۸۸

"سرمد رضا و تسلیم کے بندے تھے۔ سردے دیا اور اف نہ کی، نہ فتویٰ دینے والے رہے نہ سلطنت رہی۔ مگر ایک

سرمد کی جگہ ہزار سرمد پیدا ہو گئے۔" (وارث پاک)

یوندی سے بھی آگاہ، شریعت سے بھی واقف

پوچھو جو تصوف کی تو منصور کا ثانی

(اقبال)

بادشاہ اور نگزیب نے مولویوں اور مفتیوں کی رائے سے سرمد کو قتل کروادیا۔ آج بھی جمعہ مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر

سرمد کے مزار مبارک پر چراغاں اور فاتح خوانی ہوتی رہتی ہے مگر اور نگزیب بادشاہ کی بادشاہت، ان کا جاہ جلال، ان کے

مولوی، ملا اور مفتی سب ختم ہو گئے۔ یہاں تک کہ مغلیہ سلطنت کا زوال بھی سرمد کے خون کی آگ سے شروع ہوا اور جل کر ناپید بھی ہو گیا۔

بادشاہ بار بار بنتا ہے اور فقا ہو جاتا ہے مگر فقیری بادشاہت ایک بار بھی ہے اور قیامت تک زندہ رہتی ہے۔ بادشاہ اور سلطنت فقیر کا مذاق ہے، ایک کھیل ہے۔ جب فقیر خوش ہوتا ہے تو اللہ سے کسی دلچسپی والا منظر طلب کرتا ہے۔ پھر خدا فقیر کو خوش کرنے کیلئے ایک آدمی کو ایک قائم حکومت میں بادشاہ بنادیتا ہے۔ اس کی سلطنت قائم کرادیتا ہے اور جہاں اللہ کی بادشاہت کے سامنے آدمی کی بادشاہت شروع ہوتی ہے۔ اس ڈرامہ اور کھیل کو دیکھنے کیلئے بڑے بڑے جید فقیر، ابدال، درویش جمع ہو جاتے ہیں اور انسان کی بادشاہت اس کی جھوٹی شان و شوکت اور اس کے غرور کو دیکھ دیکھ کر فقیر قہقہہ لگاتے ہیں اور خوب خوش ہوتے ہیں۔ سرمد بھی اور نگزیب کی مغرب حکومت کے ایک تماشائی تھے۔ دولت سے مولوی اور مفتی خریدے گئے مگر فقیر کا سودا نہ ہوسکا۔ سرمد نے سردیدیا اور راز کو راز کھا گیا۔ آپ رضاو تسلیم کے بندے تھے۔ حکومت ختم ہو گئی، فتویٰ دینے والے ختم ہو گئے، مگر ان گنت سرمد آج بھی ہیں اور قیامت رہیں گے۔ (حسین دارثی)



چراغ راہ نمبر ۱۸۹

”جانتے ہو حج مقبول کس کا نام ہے۔ پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ عشق اپنے معشوق سے مل جائے یہی حج مقبول ہے۔“ (وارث پاک)

ہے بقاءِ عشق سے پیدا بقا محبوب کی
زندگانی ہے عدم نا آشنا محبوب کی

(اقبال)

حج مقبول محبوب خدا حمد بحقیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس طرح کیا کہ آنکھیں رکھتے ہوئے لوگ اندھے ہو کر رہ گئے۔ خانہ کعبہ کی زنجیریں ہلتی کی رہ گئیں اور حسن و عشق کا ملاب پ ہو گیا۔ شبِ معراج میں رحمۃ اللعالمین نے حج مقبول کر کے ہر ایمان والوں کیلئے راستہ بنا کر دکھا دیا ہے۔ اسلام کے زندہ پروانے ہر برس حج ادا کرنے خانہ کعبہ کو جاتے ہیں اور سات بار طواف کعبہ بھی کرتے ہیں۔ جس دل کو آگاہی رسول ﷺ اور هو الظاهر هو الباطن کا تماشہ دیکھنا ہے اور اگر وہ اپنے دل میں نور ایمان، روح میں عشق خدا اور عشق رسول ﷺ رکھتے ہیں تو ان کو طواف کعبہ کے ایک سے ساتوں پھیرے میں ساتوں طبق کا جلوہ نظر آتا ہے۔ سنگ اسود بھی ایک منزل ہے۔ ایک حد احترام ہے۔ اس راز کو فقیر، درویش، قطب ابدال، غوث، شہید یا وہ برگزیدہ ہستیاں دیکھ سکتی ہیں جو طواف کعبہ کے ساتھ ساتھ دل کی آنکھوں سے کام لیتی ہیں۔ یہ ارشاد دارث پاک بندہ نواز کا انتہائی راز اپنے سینے میں رکھتا ہے کہ جانتے ہو حج مقبول کس کا نام ہے۔ پھر خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ عاشق اپنے معشوق سے مل جائے یہی حج مقبول ہے۔

اگرچہ فقیر ہے تو اس کو طواف کے ساتوں پھیرے میں رحمۃ اللعالمین کا دیدار ہو گا اور جہاں دیدار ہوانہیں
ماشیت معموق سے مل گیا۔ اس کو حج مقبول نصیب ہوا اور اللہ کا جلوہ بھی۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۱۹۰

”خاندان قادریہ سے جن کو نسبت ہے ان پر جادو ٹونے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔“ (وارث پاک)

علم کے حیرت کدرے میں ہے کہاں اس کی نمود!
گل کی چتی میں نظر آتا ہے رازِ ہست و بود

(اتبال)

خاندان قادریہ سے جن کو نسبت ہے ان پر جادو ٹونے کا اثر نہیں ہوتا، پہلے ہی دیکھئے کہ خاندان قادریہ ہے کس جلال اور کس عظمت کا حقدار..... خاندان قادریہ حضرت غوث پاک عبد القادر جیلانی سے شروع ہوا۔ حضرت عبد القادر جیلانی کا دوسرا نام آپ جانتے ہیں کیا ہے، گیارہویں والے بابا۔ جنہوں نے ”منزل ہو“ پر فتح یابی اور کامرانی حاصل کی ہے۔ ”منزل ہو“ کیا ہے۔ فنا فی اللہ ”اللہ باقی من کل فانی“ کے چلا کش، بھلا جس خاندان کو فنا فی اللہ ہونے کا شرف ہے اس پر جادو ٹونا تو کیا اگر وہ واقعی سچا ہے اور خاندان قادریہ سے تعلق رکھنے کا جائزہ دعویٰ کرتا ہے تو اس پر اگر مصیبت کا آسمان بھی گر پڑے، پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھا اٹھ کر اس کو فنا کرنے کیلئے ٹوٹ ٹوٹ کر بر سر پڑے پھر بھی خاندان قادریہ کے لوگوں کا ایک روایا تک نہیں فنا کر سکتے..... مگر سوال یہ ہے کہ زبانی جمع خرچ کرنے سے کیا ہوتا ہے، اولاد ہی ہے جو اپنے باپ کے نقش قدم پر چلے اور بزرگوں کی عظمت اور ان کی شان کا ثبوت اپنے ایک ایک عمل سے پیش کرے۔ ہمارے بہت سے بھائی اور بھینیں جن کی نسبت واقعی ایسے ایسے جلیل القدر خاندان اور ایسے ایسے نامی گرامی بزرگ ہستیوں سے قائم ہے اور وہ لوگ زبانی اور وہ بھی بہت فخر یہ انداز سے اپنی نسبت اور اپنے خاندان یا اپنے والدین کا حوالہ بھی دیتے ہیں اور ہے بھی ج کہ ان کو یہ عظمت حاصل ہے مگر یہ سب ہوتے ہوئے بھی وہ ذمیں دخوار رہا کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے کو برہم نہیں پہچانتے۔ اپنے عمل کو درست نہیں کرتے۔ اگر فی الواقع وہ اپنے عمل کو درست کر لیں، بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں۔ نیک سیرت، نیک فطرت اور نیک عادت ہو جائیں تو ان پر دنیا کا کوئی جادو کوئی ٹونا، کوئی فریب اور کوئی دھوکا نہ چل سکتا ہے اور نہ اٹڑ کر سکتا ہے۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۱۹۱

”جو شخص نماز نہ پڑھے ہمارے حلقة بیعت سے خارج ہے۔“ (وارث پاک)

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی جاپ، میرا ہجود بھی جاپ

(اقبال)

جو شخص نماز نہ پڑھتا ہو وہ پابندی وقت پر رہ ہی نہیں سکتا اور جو خدا کو ہی بھول سکتا ہے وہ پھر پیر کی ہدایت اور ان کی بزرگی کا قائل ہو ہی نہیں سکتا۔ نمازی سُنگ سے لے کر رات تک اپنے آپ کو باضور رکھنے کی کوشش کرتا ہے، ناممکن ہے کہ نمازی اپنے پیر کو رسوا کرے۔ مرید کا بدھن ہوتا ہی پیر کی رہبری کی کمزوریوں کی کھلی دلیل ہے۔ نیک نمازی پیر و مرشد کا پیارا بیٹا اور پیاری بیٹی کی جگہ پاتے ہیں۔ پاک و صاف جسم پر فرشتوں کی طرف سے بھی مبارکبادی آتی ہے۔ جیسا کہ گندے لوگوں کو شیطان ہر وقت اپنے قریب سے قریب تر رکھتا ہے۔

مرید ہو جانا ایک دن کا کام اپنے کو وارثی کہنا اور لکھنا بھی ایک نام کی خاطر ہے مگر پیر کے حلقة میں نام پیدا کرنا اور اپنے پیر کے حلقة عافیت میں رہنا اور بات ہے۔ بغیر نماز کے یہ ہونا ممکن ہی نہیں۔ اس لئے پاپا حضور وارث پاک بالا علان ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص نماز نہ پڑھے ہمارے حلقة بیعت سے خارج ہے۔

نماز خدا کو خاص احترام کے ساتھ یاد کرنے کا راستہ دیتی ہے اور مسجد میں خدا جانے تمہاری صفات میں کیسے کیسے چھپے ہوئے خدا کے نیک بندوں سے واسطہ پیدا کرتی ہے۔ ”السلام علیکم و رحمۃ اللہ“ اگر تم کہتے ہو تو جواب میں تمہیں بھی یہی نیک دعا و مرسوں کی زبانی نصیب ہوتی ہے۔ ایک نہ ایک دن تمہارا مقصد بھی کسی نہ کسی عف کسی نہ کسی نماز میں پورا ہو جائے گا۔ لازم ہے کہ تازندگی نما پڑھتے جاؤ تاکہ خدا و رسول کے ساتھ ساتھ پیر کا حلقة عافیت بھی نصیب ہوتا رہے اور دین دنیا و نوں میں با مراد اور کام رہو۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغِ راہ نمبر ۱۹۶

”نماز ضرور پڑھنا چاہئے یہ نظام عالم ہے اگر یہ چھوڑ دی جائے گی تو عالم کے انتظام میں خرابی آجائے گی۔“
(وارث پاک)

ہے تری شان کے شایاں اُسی مومن کی نماز
جس کی بکبیر میں ہو معزکہ نُود و نبود

(اقبال)

یہ تمام اشارے خصوصیت سے مسلمان مریدوں کیلئے ہیں اور جاہل سے جاہل مسلمان بُدکار سے بُدکار مسلمان خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ نماز کس طرح تمام نظامِ قوام رکھتی ہے۔ پانچ وقت کی نماز میں خاص طور سے خدا کی محبت

چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ سورج نکلنے سے پہلے سے لے کر رات تک تھوڑے تھوڑے گھنٹوں کے بعد نماز کا وقت آتا رہتا ہے۔ نمازی کو مہلت ہی نہیں ملتی کہ وہ شیطان کی بر باد لا جپوں کی طرف جائے اور بر باد ہو۔ جب بھی نظام زندگی میں کمی محسوس ہونے لگتی ہے، اس سے پہلے کہ انسان بر بادی کی طرف جائے، اس کو نماز کا وقت دکھائی دیتا ہے اور پھر وہ تو بکر کے اللہ کے حضور جانماز پر کھڑا ہو جاتا ہے اور یادِ خدا میں محو ہو جاتا ہے، آج جو مسلمانوں کی قوم کے کچھ مرد اور عورتیں نیکی کے راستے سے بہنک کر برائی کی طرف چلے گئے ہیں، آپ غور سے دیکھئے اور معلوم کیجئے تو آپ کو پتہ چل جائیگا کہ وہ لوگ نماز کے پابند نہیں ہیں۔ جہاں نماز چھپی وہیں عالم کے نظام میں فرق آ کری رہے گا۔

ہر روز کا مشاہدہ ہے اور یہ کھلا ہوا ثبوت ہے کہ برے سے برے لوگ جب بھی توبہ و استغفار کر کے نماز کے پابند ہو جاتے ہیں ان کی ساری برائی ختم ہو جاتی ہے ان کی بے قرار زندگی میں قرار آ جاتا ہے۔

اللہ بہت بڑا رحم والا ہے جہاں اس کے بندے مرد ہوں یا عورتیں، لڑکے ہوں یا لڑکیاں، نماز ادا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس دن سے اللہ اپنا خاص رحم و کرم کا ہاتھ اس کے بے قرار دل پر رکھنے لگتا ہے اور ایک مدت کے بعد وہی برے لوگ قابل فخر ہو جاتے ہیں اور دنیا ان کو عزت و احترام سے دیکھتی ہے۔ بھائیو اور بہنو! نماز ضرور پڑھ یہی راہ نجات ہے۔ (حسین وارثی)



چانغ راہ نمبر ۱۹۳

”نمازو ہی ہے جو حضور کے قلب کے ساتھ ہو۔ پھر ایک بار یہی فرمایا ہے کہ نماز برا بر پڑھے جائے اگر تمام عمر میں ایک بھی سجدہ ادا ہو گیا تو کل نمازیں بن گئیں۔“ (وارث پاک)

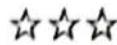
تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سُرور
اسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر!

(اقبال)

نمازو ہی ہے جو حضور قلب کے ساتھ ہو۔ حضور قلب اور بات ہے اور نماز پڑھنا اور بات ہے۔ بہت سے نادان نماز کو صرف اتنا ہی خیال کرتے ہیں کہ بس چند رکعت پڑھ لیا۔ قیام، رکوع، وجود کر لیا بس نماز ہو گئی۔ جس طرح صرف زبانی کلہ پڑھنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔ اسی طرح صرف قیام، رکوع وجود کر لینے سے نماز نہیں ہوتی جب تک حضور قلب کے ساتھ نہ ہو۔ بھلا بتاؤ کہ منہ زبانی نماز پڑھنے والا نمازی کیونکر ہو سکتا ہے۔ نماز بھی پڑھتے ہیں، جھوٹ بھی بولتے ہیں، سود بھی کھاتے ہیں، یہاں تک کہ زنا، شراب اور جوئے سے بھی پرہیز نہیں، مگر نمازی بھی ہیں۔ بد نظر، بد دل، بد ماغ سب کے سب یہی کہتے ہیں کہ ہم پانچوں وقت نماز پڑھتے ہیں۔ نیک اور خدا اور رسول ﷺ کی رحمتوں کے دارث ہونے کیلئے حضور قلب کی ضرورت ہے۔ جو لوگ اپنے گناہ کو نماز کی آڑ میں چھپا رکھتے ہیں ان کا شمار بھی

شیطانوں سے کم نہیں۔ مگر ایک نہ ایک دن جب ان کو اپنے فریب کا پتہ چل جائے گا اور دل سے شرمند ہو کر حضور قلب کے ساتھ چہاں ایک سجدہ بھی کر لیں گے تو بقول بندہ نواز وارث پاک ان کی کل نمازیں بن جائیں گی اور ساری زندگی کی گندگی کا ساتھ ہمیشہ کیلئے چھٹ جائے گا۔ بھائیو اور بہنو، ہر حال میں نماز کو قائم رکھو۔

”یہی نیک را اور بدی پیش را۔“ کامتا شہی تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ انشاء اللہ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۱۹۲

”جمع کی نماز میں سنت مکان پر پڑھ کر جانا سنت ہے“ (وارث پاک)۔

یہ ایک سجدہ جسے ٹو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

(اقبال)

نماز ہی نظام ہے اور اگر غور سے دیکھو تو انسانیت بھی نماز ہی سے قائم رہتی ہے۔ نماز اور انسانیت دونوں ایک جامع لفظ ہے۔ نہ انسانیت کی مکمل تشریح ہو سکتی ہے اور نہ ہی نماز کی کوئی تعبیر کر سکتا ہے۔ آپ اس طرح سمجھ لیں کہ انسانیت ایک بخوبی میں ہے اور نماز میں وہ طاقت ہے کہ وہ اس بخوبی میں کو ہموار کر کے اس قابل بنا سکتی ہے کہ وہ زمین ایک زبردست کھیت بن کر انسانوں کی اہم ضرورتوں کے رزق کو مہیا کر دے اور بس۔ نماز سے انسان روحانیت، انسانیت یاد دنیا داری جہاں کہیں بھی جانا چاہے، ایک پاک اور شفاف راستہ بنائے گے۔ اسی لئے وارث پاک بندہ نواز نے ارشاد فرمایا ہے کہ جمع کی نماز میں سنت مکان پر پڑھ کے جانا سنت ہے، سنت نماز کو دوبارہ سنت کی طاقت اس لئے دی گئی ہے کہ دھری سے چار گنی یہی کاثواب پڑھنے والے کو ملتے۔

اللہ کی نماز کروڑوں کروڑ برس سے پڑھی جا رہی ہے۔ اللہ کا وجود اس کی عبادت سے ہمیشہ قائم رہا اور قائم رہے گا۔ اب اس نقطہ کی طرف ذرا غور سے دیکھئے، اللہ کا سجدہ مسجد کا محاجن نہیں وہ تو لوں کے اندر بھی جو لوگ عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اس کو بھی بہت ہی خوشی سے پسند کرتا ہے۔ مگر پر نماز پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ عورتیں معصوم بچے اور بچیاں، والیں، نوکر گناہ کا غلبہ نہ ہوا اور وہ ہر روز اللہ کے سجدہ کو دیکھ کر اپنے دل میں شوق پیدا کریں کہ ان کے فانی جسم سے بھی اللہ کا سجدہ تحفہ بن کر مالک کون و مکان کو شب دروز پہنچتا ہے۔ مگر پر سنت پڑھنا بہت ہی نیک عمل ہے۔ اس سے شیطان کی طاقت نہ ہوتی ہے اور نیک ارادوں کا دہ مگر مسکن ہو جاتا ہے۔ وضو کا لوتا، جانماز، تسبیح، قرآن شریف، عبادت اور نمازوں سے اولاد نیک رہتی ہے۔ مگر کی نماز میں ایک زبردست فلاج پوشیدہ ہے بھائیوں اور بہنوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ اس نعمت سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۱۹۵

”پیدل مسجد جانے سے ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔“ (وارث پاک)

تری نماز میں باقی جلال ہے، نہ جمال

تری اذان میں نہیں ہے ہری سحر کا پیام

(اقبال)

یہ لفظ بھی ایک گہرائی رکھتا ہے۔ جمال یا عالم سب ہی اس لفظ کو اپنی اپنی عقل سے ٹھیک ہی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سیدھی سادی زبان میں آپ اس لفظ کو یوں خیال کیجئے کہ ثواب فائدہ ہے اور عذاب نقصان کوئی ثواب کو نیکی اور عذاب کو بدی خیال کرتا ہے، یہ بھی درست ہے مگر جائے فکر تو یہ ارشاد ہے کہ بندہ نواز وارث پاک نے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ ”پیدل مسجد جانے سے ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔“ نماز آقا اور بندے کی ملاقات کا ذریعہ ہے۔ خدا اور انسان کی حد بندی کا ایک منہر اور دلوaz منظر ہے۔ حاکم اور مملوک کی قربت ہے۔ عابد اور معبد خالق اور مخلوق کی نزدیکی ہے۔ حقیقت منتظر کی جیسی نیازی ہے۔ اس اہم ملاقات، قربت اور نزدیکی میں انسان کو ہرگز ہرگز نہ بھولنا چاہئے کہ وہ ایک مٹی کا پتلہ ہے، مٹی سے بنتا ہے اور مٹی ہی میں اس کو اور لوگوں کی طرح پھر جانا ہے۔ انسان کو کبھی اپنی نوعیت اور بساط نہیں بھولنا چاہئے۔ آدم سے لیکر، پیغمبروں سے لیکر پیر فقیر ہم سب کے سب، مٹی کی ہی دولت ہیں اور مٹی میں ہی سا کرفنا ہو جانے والے ہیں۔ اب ایسی حالت میں زندگی کے چندوں جو ہمیں کسی خاص مصلحت سے ملے ہیں۔ اس کو پورا کر کے فورا ہی مٹی میں پھر پوست ہو جانا ہے۔ اب اگر اس چندروزہ زندگی میں آپ بادشاہ ہوں یا وزیر، اربوں یا کروڑوں روپیے کے مالک ہوں یا پھر دنیاوی مال و دولت جانے کسی بھی طرح آپ پر برس رہی ہو کبھی اللہ کی بڑائی سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ آپ جب بھی مسجد نماز کے خیال سے جائیں تو بالکل اللہ کے نیک بندے اور قابل بھروسہ غلام کی شکل میں اللہ کے گھر حاضر ہوں۔ مسجد اللہ کا گھر ہے۔ جب زندگی میں ہی اللہ کے گھر جانے کا سیقت نہ سیکھا تو پھر حشر کے میدان میں جب اللہ نظرؤں کے سامنے آجائے گا تو اس وقت کیونکہ آپ باری تعالیٰ کے جلال کے سامنے رو برو کھڑے ہونے کی تاب یا ہمت پاسکیں گے، لازم ہے کہ مسجد پیدل جائیں اور راستے میں اپنے دل و دماغ اور ناچی ہوئی نظرؤں کو قابو میں رکھنے کی طاقت اور عادت پیدا کریں۔ یہ عادت آداب مجلس کا سیقت سکھاتی ہے۔ یہ بہت ہی دشوار کام ہے مگر ہمت مرداں مدد خدا۔ نظرؤں پر قابو پانے اور دل بناتا ہے اور روشن دلی ایک نور ہے ایک نیکی ہے ایک ثواب ہے ایک عبادت ہے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۱۹۶

”جمع کی نماز کے بعد بہت سے لوگ چار رکعت ظہر کی پڑھ لیا کرتے ہیں یہ بھک کی بات ہے اور ہمارے یہاں

اذ ان ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اُس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

(اقبال)

نماں تو کسی طرح بھی شک کو دھل دینا ہی نہیں چاہئے۔ جو لوگ نماز پڑھنے کے بعد بھی شک رکھتے ہیں ان کی نماز کوئی درجہ نہیں رکھتی، ظہر کی نماز یوں دل چاہے تو ضرور پڑھو گر شک کو جہاں دھل ہو گیا اس کے معنی یہی ہوئے کہ اگر نماز جمعہ منظور نہیں ہوئی تو نماز ظہر کام کر جائے گی۔ مسجد میں خانہ خدا میں رہ کر شک کرنا ضمیر کی از حد کمزوری کی دلیل ہے خصوصاً فقیر کو شک لانا ہی نہیں چاہئے..... ہمارے ہندہ نواز وارث پاک کی تعلیم کا پہلا سبق ہی زبردست اعتقاد سے شروع ہوتا ہے۔ جس کو اعتقاد نہیں وہ دین کا کام ہو یاد نیا کا، روحانیت کا طالب ہے یا کسی بھی درجہ کا طلب ہے اس کا کوئی کام بھی نہیں بن سکتا۔ نماز، روزہ تو اعتقاد ہی کی ٹھوس بندش پر قائم کیا جاتا ہے۔ اگرچا اعتقاد نہیں تو وہ چاہ فقیر بن ہی نہیں سکتا۔ اگر نماز میں ہی شک نے گھر کر لیا تو روحانیت اور فقیری کے طوفانی راستہ پر فقیر شک ہی نہیں سکتا۔ زبردست یقین رکھنے والا ہی تلاش حق میں کامیابی کا سراغ لگا سکتا ہے..... طالب کو پہاڑ کی طرح اٹل اور لو ہے کی دیوار کی طرح سخت ہونا ہی چاہئے۔ جب کہیں وہ روحانیت کی منزل در منزل سے گزرتے ایک نہ ایک دن وہ اپنے نیک مقصد میں کامیاب ہو کر خود مسکرا لائے گا اور دنیا محوجرت ہو کر ششد رہ جائے گی۔ شک و شبہ کامیابی کو ناکامی کا مخوس لباس پہنا کر غارت کر دیتا ہے۔ (حسین دارثی)

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۱۹۷

"نماز روزہ اور چیز ہے ایمان اور ہے نماز تو رکن اسلام ہے اگر لا کھرو پیکی کی چیز رکھی ہو تو اس کا بھی خیال دل میں نہ لائے یہی ایمان ہے۔" (وارث پاک)

ثبتِ زندگی ایمانِ حکم سے ہے دنیا میں

کہ الہامی سے بھی پائندہ تر لکلا ہے تورانی

(اقبال)

کلمہ "نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ" یہ سب ارکان اسلام ہیں بغیر اس کو ادا کئے ہوئے انسان اپنے کو مسلمان نہیں بن سکتا۔ کلمہ پڑھ لینے سے طلقہ اسلام میں داخل ضرور ہو جاتا ہے مگر اسے مسلمان بننے کیلئے روزہ، نماز اور اسلام کے تمام فرائض کا ہیرو کار ہونا ہی ہو گا مگر آپ کو پڑھ کر تعجب ہو گا کہ یہ اہم کام انسان تبلیغ، کوشش، استاد اور نصیحت سے کر سکتا ہے مگر ایمان کا قائم کرنا یہی سب سے بڑی خدمت اسلام ہے۔

نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ادا کرنے کے بعد بھی ایک انسان بے ایمان ہو کر بے قصور انسانوں کو برپا دکر کے رکھ دیتا ہے۔ دنیا اس کی ظاہری نیکی سے دھوکہ کھا جاتی ہے اور وہ ارکان اسلام ادا کرنے کے بعد بھی اتنا ذلیل اور اتنا بھیا مکہ جاتا ہے۔ خدا کا قہر اس کی بھروسے والی شکل پر منڈ لاتا رہتا ہے۔ اور ایک دن جب خدا کا فیصلہ نازل ہو جاتا ہے تو بڑے بڑے فقیر، مولوی، ملا اور پیر ذلیل سے ذلیل، گنہگار سے گنہگار آدمیوں کے ہاتھوں جانوروں کی طرح مار کھاتے ہیں، ذلیل ہوتے ہیں اور گھر سے باہر کر دیتے جاتے ہیں۔ بڑی نماز یہ ہے کہ انسان ایماندار ہو اگر وہ ایماندار ہے تو وہ سچا نمازی بھی ہے اور سچا روزہ دار بھی۔ اگر اس میں ایمان نہیں تو وہ انسانوں کی دنیا میں ایک ذلیل چور کا دل لے کر ارکان اسلام کی آڑ میں چھپا ہوا ہے جو موقع پاتے ہیں نیک دل، معصوم بھائی بہنوں کو شکار کرتا ہے اور اللہ کا قانون ایک زبردست پاہی کی طرح اس کو گھیرا ڈال دیتا ہے۔ ایک دن وہ دین یاد نیا میں اپنے مجرم کی سزا ضرور پائے گا۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۱۹۸

”ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حضور تعزیہ داری وغیرہ تو منوع ہے نہ کرنا چاہئے۔ تیور بدلت کر ایک پر جوش لہجہ میں ارشاد ہوا کہ سنانا لوگ چاہتے ہیں کہ فاتحہ درود بند ہو جائے مگر نہ یہ بند ہوا ہے اور نہ کبھی بند ہو گا۔“ (وارث پاک)
 گو سکون ممکن نہیں عالم میں اختر کے لیے
 فاتحہ خوانی کو یہ ٹھہرا ہے دم بھر کے لیے

(اقبال)

ہمارے بہت سے مسلمان ہر زمانہ میں یہ آواز بلند کرتے ہیں کہ تعزیہ داری بند کرو، فاتحہ درود بند کرو۔ ہر قوم کی ایک اپنی عادت ہوتی ہے اور وہ اپنی عادت سے مجبور ہو کر ایک نہ ایک دن پوری نسل کو برپا دکر کے رکھ دیتی ہے۔ جیسے عیسائیوں کی عادت ہو گئی ہے کہ اپنی عام خوبیوں کے ساتھ بے شرمی اور بے حیائی سے پر ہیز نہیں کرتے۔ آج صرف اس بے شرمی کی لعنت نے ساری قوم کو بلندی سے اٹھا کر پستی کی ذلت میں لا پھینکا ہے۔ ان لوگوں نے بے شرمی کی ایسی ایسی مثال قائم کی ہے کہ دنیا کے ابتدائی دور میں جبکہ آدمی انسان نہ بنا تھا تو ایسے ایسے گناہ اور وہ بھی اتنے فخر کے ساتھ کبھی نہ ہوئے تھے جتنا کہ آج اور اب ہو رہے ہیں بالکل یہی حالت ہمارے مسلمانوں کی ہے کہ جب کبھی کوئی گروہ اپنی تنظیم کی کوشش کرتا ہے تو کوئی تعزیہ داری کا جھگڑا کھڑا کر دیتا ہے اور کوئی فاتحہ درود کو لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ فی زمانہ عام مسلمانوں کا کام رہ بھی کیا گیا ہے۔ اکثریت ارکان اسلام سے دور ہو گئی ہے۔ کوئی اپنی تنظیم کرنا نہیں چاہتا کوئی بھی یہ نہیں چاہتا کہ وہ سو فیصدی مسلمان ہو جائے۔ ہمیشہ دوسروں پر نکتہ چینی کی جو بربی عادت مسلمانوں میں پڑ گئی ہے، اس کی وجہ سے ان کی تنظیم کی صورت میں مکمل ہو ہی نہیں سکتی۔ جو لوگ خود ذلیل سے ذلیل کام کرتے ہیں وہی لوگ پھر دوسروں پر نکتہ چینی اور بے جا

اعتراف کرنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ تھی وجہ ہے کہ بندہ نواز وارث پاک انجینئر جلال کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”سماں والوں چاہتے ہیں کہ فاتحہ درود“ تقریبہ داری بند ہو جائے نہ یہ بند ہوا ہے اور نہ کبھی بند ہو گا۔ پہلے آپ اپنی تنظیم کریں تنظیم اسلام کی روح ہے۔ روح آتے ہی مردے جسم میں جان اور حرکت آجائے گی۔ اسلام کی خزان میں پھر سے بھار آ جائیگی اور باغِ اسلام کے ہر درخت، ہر شاخ، ہر پتہ، ہر پھول اور ہر پھل سرسبز اور شاداب ہو جائیں گے۔ (حسین وارث)

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۱۹۹

”کسی کا حق مارنا بہت برا ہے انسان کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔“ (وارث پاک)

میں تو اس بارِ امانت کو اٹھا تا سرِ دوش

کامِ درویش میں ہر تنخ ہے مانندِ بُنات

(اقبال)

جس طرح نیکی کے ان گنت راستے ہیں بالکل اسی طرح گناہ کے بھی ان گنت راستے ہیں۔ ایک گناہ ذاتی ہوتا ہے جس کی سزا خود کرنے والے پر آتی ہے، وہ خود اس آگ میں جل جاتا ہے مگر دوسروں پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا جیسے کوئی اپنی کمائی ہوئی دولت سے جو اکھیلے۔ ایک دن وہ شخص اپنی ساری دولت کو جوئے میں ہار کر گدا گر ہو جائے۔ مگر ایک گناہ یہ ہے کہ کسی کے ہرے بھرے گھر کو بر باد کر دینا یا اپنی شیطانی حرکت سے خراب کر دینا یا کسی نیک لڑکے یا لڑکی کو اس کی ترقی کے راستے سے الگ کر کے بر بادی کے راستے پر ڈال دینا یا کسی کی کامیابی کو ناکامی سے بدلنے کی کوشش کرنا، امانت میں خیانت کرنا، احسان کا بدلہ تکلیف دے کر لپورا کرنا، کسی کا حق مارنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب مثالیں ان گناہوں کی ہیں جن کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے۔ اسی لئے بابا بندہ نواز وارث پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ ”کسی کا حق مارنا بہت برا ہے۔ انسان کو اس کا خیال رکھنا چاہئے“ بظاہر یہ اشارہ اور ارشاد دنیا دار کی طرف مبذول ہے مگر روحاںیت کے پرواتے بھی اس سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ جب پروردگارِ عالم انصاف کی کری صدارت پر جلوہ افروز ہو گا تو شاید زانی گنہ گار کو وہ اپنے رحمت والے ہاتھ سے معاف بھی کر دے مگر جو کسی کا حق مارتے ہیں ان کا انعام اور سزا قابل عبرت ہو گی۔

کسی کا حق مار دینا ایک منکر کا کام ہے اور ایک معمولی کوشش کا نتیجہ ہے مگر جس کا حق مارا جاتا ہے اس کی زندگی بر باد، اس کی اولاد کی زندگی پر بجلی اور قیامتِ ثوٹ پڑتی ہے اس کی بیوی کی زندگی پر مردی اور ماں وی کے بادل امنڈ کر ان کے بے گناہ جیون کو بر باد کرتے رہتے ہیں۔

تو بکر و اور اللہ پر بھروسہ رکھو کسی کا حق نہ مارو۔ جس کا حق مارا جاتا ہے اس کے دل سے آئٹھتی ہے اور دل کی آہ ایک دن ضرور خدا کی بجلی بن کر تمہارے بال بچوں پر بھی بر سے گی۔ جس طرح آج تم کسی کو مجبور بنا کر اس کی مجبوری اور بے

کسی پر برس رہے ہو اسی طرح قدرت کی بے آواز لالہ ایک دن تھاری بھی آں داولاد پر سے گی اور قدرت قبہ لگائے گی۔ مظلوم کا ساتھ تو خدا کے ساتھ ساتھ نیک اور حمدل انسان بھی دیتے ہیں مگر اللہ کے مجرم سے شیطان بھی کوئی دور رہتا ہے اس کی آں داولاد کی زندگی سے لیکر موت اور قبر تک لعنت اور عبرت ایسی برستی رہتی ہے۔ ہر چور اور بدمعاش جرم کرنے وقت خدا اور خدا کے انصاف اور اس کے آنے والے قبہ کا یا تو مذاق اڑاتا ہے یا اس زندہ حقیقت پر اس کو یقین نہیں آتا مگر جس وقت قبہ خدا شروع ہو جاتا ہے تو شداد، فرعون، ہامان اور نمرود جیسی زبردست طاقت بھی المدد، الامام، الحفظ کرتی ہی رہ گئی۔ مگر ان کو نہ مددی، نہ امان اور نہ حفاظت۔ اللہ کے قبہ سے ڈرنا اور کسی کا حق نہ مارو۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۰۰

”عبادت صرف نماز ہی نہیں ہے۔ اپنی خانہ داری میں ضروریات کی چیزیں لاد دینا، بیوی کی کفالت، پچوں کی دلداری، غلام دلوٹی کی پرورش، حوانی ضروری سے فارغ ہونا، کھانا اور کھلاتا سب عبادت ہے۔“ (وارث پاک)

سوداگری نہیں، یہ عبادت خدا کی ہے

اے بے خبر! جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

(اقبال)

ہمارے بہت سے مسلمان نماز، روزہ، حج ادا کرنے کے بعد اپنے آپ کو ہر طرح سے فارغ البال خیال کرتے ہیں اور عام ذمہ داریوں سے اپنے آپ کو بری الذمہ تصور کرتے ہیں مگر جہاں ان کے سامنے زکوٰۃ اور خیرات کا سوال پیدا ہو نہیں کہ بغفل جھانکنے لگتے ہیں۔ ہر جگہ سوداگری ہر جگہ سیاست بازی چل رہی ہے۔ نماز اور رسول ﷺ سے کے پیارے نماز اس لئے ادا کر دی جاتی ہے کہ کوئی خرچ نہیں اور نام ہوتا ہے۔ نماز کا حوالہ دیکر بہت ساد نیا داری کا کام آسانی سے ہو جاتا ہے۔ روزہ اول تو بہت ہی کم لوگ رکھتے ہیں اور پھر جو رکھتے بھی ہیں تو زیادہ تر نام و نمود کی خاطر، حج ہمیشہ نیک کمائی پر قبول ہوتا ہے۔ چوری، بے ایمانی، حق تلفی، دھوکے سے کمائی کی دولت کا حج کیسا۔ صرف ایک سیاہی ہوئی مگر حج بھی اس لئے ادا کر لیا جاتا ہے کہ نام کے ساتھ الحاج یا حاجی صاحب لکھ دیا جائے لوگ نام سے کم یاد کریں۔ حاجی صاحب زیادہ کہا کریں۔ یہ سب کام و کھانا اور نام و نمود کی خاطر ہے۔ اصلیت اور عبادت کی اور ہی بات ہے۔ یہ دنیا بھروسے کا ایک میلہ ہو گئی ہے۔ ایسا ایسا بھیں اور ایسی ایسی شکلیں بنا کر ایسا ایسا بھیاں ک اور ذلیل کام کر رہے ہیں کہ شیطان بھی شرمندہ اور ششدہ ہے۔ ابلیس اپنی اس کامیابی پر فخر محسوس کر رہا ہے اور قبہ لگا رہا ہے۔ پروردگار عالم مسلمانوں کی اس پستی اور فریب بازی کو دیکھ کر حیرت و افسوس ظاہر کر رہا ہے جہنم کی آگ جوش سے بجزک بجزک کراپنے نامی گرامی بھائی اور بہنوں کا انتظار کر رہی ہے۔

عبادت وہ ہے جو حضور قلب سے ہواں میں نام و نمود کا دور سے بھی واسطہ نہ ہو۔ لوس کا کوئی انکاؤنٹر ہو۔ آقا کے حکم کی بجا آوری دل کی گہرائی سے ہونی چاہئے۔ اس نظریہ سے جو بھی کام کیا جائے وہ سب عبادت ہے بقول بالا حضور بنده نواز وارث پاک عبادت صرف نماز ہی نہیں ہے۔ اپنی خانہ داری میں ضروریات کی چیزیں لاد دینا، یوں کی کفالت، پھوں کی دلداری، غلام ولوٹی کی پرورش، حوانج ضروری سے فارغ ہونا، کھانا اور کھلانا سب عبادت ہے۔ ”سبحان اللہ اس سے زیادہ اور کیا چراغ راہ چاہتے ہو۔ خوب دل سے عبادت کرو۔ خوش رہو اور اللہ کی جنت کے حقدار ہو جاؤ۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۰

”صحابہ“ کے متعلق فرمایا چاروں صحابہ کو درجہ درجہ اپنے درجہ پر مانے۔“ (وارث پاک)

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرائشیں کیا تھے

جهاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

(اقبال)

محمد ﷺ۔ فاطمہ۔ حسن۔ حسین۔ علی۔ عثمان۔ ابو بکر۔ عمر۔۔۔۔۔ اسلام اور اسلام کی چوحدی ان ہی لوگوں سے قائم ہے اور ان سے ہی قیامت تک جگہتی رہے گی۔ جس طرح دنیا میں رہ کر، آسمان، زمین، چاند، سورج سے انسان الگ نہیں رہ سکتا اور غیر ممکن ہے کہ یہ چاروں چیزیں دنیا کی کسی بھی چیز پر اپنا اثر نہ رکھتی ہوں۔ بالکل بھی حالت چاروں صحابہ کی ہے۔ اسلام کی حکمت میں ان حکیموں کو کسی بھی درجہ پر نظر انداز کیا ہی نہیں جا سکتا اور کوئی ان بزرگ یہ ہستیوں کو کسی موقع پر فراموش نہیں کر سکتا ہے۔

اکثر دنیا دار، مطلب پرست، تنک نظر اور تنک دل ان اصحاب کیلئے لڑتے اور فساد کرتے ہیں یہ بہت بڑی بھول ہے۔ ان جلیل القدر اور مایہ ناز ہستیوں کے بارے میں کوئی پسند اور ناپسند کا سوال پیدا کر کے بلا وجہ بخش کے طوفان میں پرواز کرنا انتہائی بد نصیبی اور بے وقوفی کا کام ہے۔ اس سے کوئی حاصل نہیں۔ سوائے نقصان کے، اسی لئے بنده نواز وارث پاک ایسے ہی گمراہ بھائی اور بہنوں کو چراغ راہ دکھلارہ ہے ہیں اور بالاعلان ارشاد فرمارہے ہیں کہ ”چاروں صحابہ کو درجہ درجہ اپنے درجہ پر مانو۔“ حضرت ابو بکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ حضرت علیؓ لکنی آسان منزل ہے اور کتنا بڑا اور صحیح فیصلہ ہے کہ کسی سے بھی بیزاری ہ ا تھمارہ کرو۔ کسی کی بزرگی کو کم خیال نہ کرو۔ تم مسلمان ہو اور وہ چاروں صحابہؓ تمہارے لئے بہت ہی قابل قدر اور قابل فخر ہستیاں ہیں۔ ان کی روٹیں ہر وقت تم پر اپنی محبت سلامتی اور رحمت کی دعا بر ساتی رہتی ہیں۔ خبردار کبھی کسی صحابہؓ کو نہ فراموش کرو اور نہ ہی ان کی ذات با برکت کے متعلق کوئی نہ کہنے والی بات کہو۔ ہر انسان کو

اپنی اوقات میں ہی رہنا چاہئے۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات نہ ہونا چاہئے۔

حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کرم اللہ وجہ، کو ہم لوگ صرف حدادب احترام اور سلام مجھ سکتے ہیں۔ یہ وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جو حضرت محمد ﷺ سے برآ راست مشورہ لینے اور حضور سرکار مدینہ کی شیخ نبوت پر بار بار قربان ہونے کا فخر رکھتی ہیں۔ ان چاروں صحابہ کو سرور کائنات حد درجہ پیار کرتے تھے اور انہیں بزرگوں نے نبی کریمؐ کے ہر حکم کی تعییں کرنے میں پاک تک نہ جھپکا کی۔

خبردار! چاروں صحابہ کو درجہ بدرجہ احترام کرو۔ اس میں کسی ایک کے خلاف نہ بولو۔ ورنہ خدا کے قہر کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔ اللہ توبہ ہے۔ نخت حدادب کی جائے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۰۲

”کل نبی آدم کا شمارامت محمدی میں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ پر نبوت کا اور قرآن پاک پر صحائف آسمانی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس لئے اب نہ کوئی نبی ہو گا اور نہ کتاب نازل ہو گی۔ پس اگلی چھلی سب امتوں کا شمارای امت میں ہے۔ بجا آوری حکم سب پر یکساں ہے۔ جو پیر و ہیں وہ راہ پر ہیں۔ بقیہ منکر گراہ، لیکن امت کی حیثیت سے سب ایک ہیں۔ باعی رعایا بھی اسی بادشاہ کی کہلائے گی جس کی وہ ہے۔“ (وارث پاک)

کی محمدؐ سے وفاتؐ نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

(اقبال)

سبحان اللہ۔ وارث پاک کی بھی کیا عنایت ہے۔ اس ارشاد کو بار بار پڑھئے اور بندہ نواز کی بندہ نوازی پر بجا طور سے فخر کیجئے اور ان کی روح مبارک پر لاکھوں اور کروڑوں سلام و درود بھیجئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کل نبی آدم کا شمارامت محمدی میں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ پر نبوت کا اور قرآن پاک پر صحائف آسمانی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس لئے اب نہ کوئی نبی ہو گا اور نہ کتاب نازل ہو گی۔ پس اگلی چھلی سب امتوں کا شمارای امت میں ہے۔ بجا آوری حکم سب پر یکساں ہے جو پیر و ہیں وہ راہ پر ہیں بقیہ منکر گراہ، لیکن امت کی حیثیت سے سب ایک ہیں۔ باعی رعایا بھی اسی بادشاہ کی کہلائے گی۔ جس کی وہ ہے۔ آفریں اور صد آفریں۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں سے فقراء۔ درویش، قطب اور ابدال ایک رحمت کا سمندر، محبت کا طوفان، بھائی چارگی اور رداداری کی چادر کو دراز اور وسیع کر کے تمام امت محمدی کے منکر اور کافر رعایا جن کو تم اپنا دشمن خیال کرتے ہو اور جن سے نفرت کرتے ہو۔ ان کو وہ لوگ اپنا پیارا بھائی۔ اپنی پیاری بہن اور لادلا بیٹا اور بیٹی مان کر ان کے اواس اور گھبرائے ہوئے دلوں میں اتر کر ان نفرت بھرے دلوں میں ہمدردی اور پیار کا پھول کھلا دیتے ہیں۔ اسلام کی تبلیغ

نہ تو بادشاہوں نے کی اور نہ ہی مولوی اور ملاوی نے سمجھ معمون میں اگر اسلام کی تبلیغ ہوئی ہے تو فراہمے۔ بادشاہوں نے خون کی ندی روایا کی اور مولویوں نے فلرت کا زہر بیانی بیویا ہے۔ اب نقیروں نے پھر انہا کام سنجال ایسا ہے۔ ایک دن یہ ساری دنیا کو مسلمان کر کے ثابت کر دیں گے اور محبت اور پیار سے ہاتھی گراہ۔ ملکر اور کافر رہا یا بھی وفادار اور ایماندار ہو سکتی ہے۔ محبت میں ایمان ہے پیارے۔ (حسین دارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۰۳

”من عمل صالحًا للنفسه و من اسع فطيمها۔ کوئی اپنی زبان اور دل کو کسی دوسرے کے واسطے کیوں خراب کرے۔“ (وارث پاک)

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
معراج و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

(اقبال)

زبان، دل اور نظروں سے ہی عبادت کی جاتی ہے اور یہی طالبِ کو مطلوب سے ملتی ہے۔ راہِ عشق میں اور راہ طلب میں زبان، دل اور نظریں بہت بڑا بڑا کام اور بہت بڑی بڑی جنگیں فتح کرتی ہیں۔ فقرا ہوں یا لا تک اور نیک دنیادار، ان کو ہمیشہ اپنی زبان، اپنے دل اور اپنے دماغ اور اپنی نظروں پر بھر پور قابو رکھنا چاہئے۔ جس نے بھی ان طاقتؤں کو اپنے تالع مان لیا، سمجھ لو کہ جس منزل پر بھی وہ ہو گا اپنا جواب نہیں رکھے گا۔ وہ کامیاب انسان ہے اور اس کی کامیابی کو خدا بھی مان لے گا کیونکہ خدا ان کو ہی پیار کرتا ہے اور نوازتا ہے جو اپنی زبان، اپنے دل، اپنی نظر اور اپنے دماغ کو اللہ کی راہ میں لگا رکھتے ہیں اور ان پر بھر پور قابو رکھتے ہیں۔ زبان اور دل انسان کے جسم میں سب سے زیادہ قیمتی ہے۔ اس کی قیمت دنیا کی کوئی دولت ادا نہیں کر سکتی اور پھر بالکل اس کا الٹ یہ ہے کہ زبان اور دل کو جس قدر تم گراوے گے یہ گرتے ہی جائیں گے۔ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اس کی قیمت پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملتی۔ یہاں تک جھوٹی زبان والے گندے لوگ اور ذلیل دل والے نالائق آدمی یا عورت کو کوئی بھی نیک انسان اپنے قریب بیٹھنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ لوگ جانوروں کو بھی پیار سے بلا لیتے ہیں کیونکہ وہ بے زبان ہے اور زبان والے گندے لوگوں کو اکثر جانوروں جیسی بھی عزت نصیب نہیں ہوتی۔ اگر اپنے آپ کو بنانا چاہتے ہو تو اپنی زبان اور اپنے دل کو بناؤ۔ اگر چاہتے ہو کہ لوگ پیار و محبت سے تم سے ہمکلام ہوں تو زبان میں شیریں بیانی پیدا کرو۔ ہر دلعزیز بننا چاہتے ہو تو اپنے دل کو دلوaz بناؤ اور بابا حضور بنده نواز وارث پاک کے اس اشارہ کو اپنی زندگی کی ہر منزل پر چراغ راہ کا کام تو انشاء اللہ سفر زندگی کی ہر منزل تھمارا قدم چوئے گی۔ (حسین دارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۰۳

”مجلس سماں میں ”حال قال“ کے متعلق اوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا خدا کی رحمت ہے، بہت اچھا ہے، بہت اچھا ہے۔ مگر حال لانا حرام اور حال لانے والا مردود۔“ (وارث پاک)

هم آنکلی سے ہے محفل جہاں کی
ای سے ہے بہار اس بوستان کی

(اتہآل)

”حال“ ایک زندہ حقیقت ہے اور پھر ذکر رسول ﷺ اور ذکر خدا یا ذکر حسن، حسین، فاطمہ، علیؑ۔ ایسے ذکر تو مقدر والوں کو نصیب ہوتے ہیں اور پھر اس چودھویں صدی میں۔ اس شیطانی اور بالبسی زمانہ میں واقعی وہ ماں، باپ، بھائی، بہن، بزرگ، فقیر درویش حدود رجہ تقدیر والے ہیں جن کو اس فانی زندگی میں اس موجودہ گندی دنیا میں مجلس سماں میسر ہو جائے۔

مجلس سماں میں جہاں بڑے بڑے خوش گلوگوئے اور قوال دل کی انتہائی گہرائی سے نعمت شریف کی لے لگاتے ہیں۔ راگ الات پتے ہیں تو انسان تو انسان چند اور پرند بھی مست و بے خود ہو جاتے ہیں۔ پرانہ رسول ﷺ اور شیدائے نبیؑ، اللہ اور اللہ کے رفیق اور محبوب کی شان میں جو محمد یا نعمت پڑھی جاتی ہے اور اس کی دلنواز اور دلکش لے کوں کر مست و سرشار ہو جاتے ہیں اور اپنی زندگی سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ جسم کا رواں، رواں جاگ امتحات ہے اور عشق رسول ﷺ پر فدا ہونے کیلئے تڑپے لگتا ہے۔ اسی حالت بے قراری کو وجہ دیا ”حال و قال“ کہتے ہیں۔ یہ کیفیت بے اختیاری اور غیر ارادی ہوتی ہے اس میں اختیار اور ارادہ کو خل نہیں۔

جب یہ کیفیت مخصوص جانوروں پر طاری ہو جاتی ہے تو حضرت انسان کا کیا پوچھتا۔ جس کے دل میں خدا کا جلوہ ہوا س دل کا وجد میں آنا بالکل ممکنات کا درجہ رکھتا ہے اکثر مجلس سماں میں بیٹھ کر ان گنت غیر مسلموں نے جامِ اسلام کو فخر یہ نوش فرمایا ہے۔

روحانیت کے طالب اور جانباز پروانوں کا کیا کہنا۔ جب عشق مجازی میں مجنوں کو صرف لیلی کا نام ہی کیفیت کا دریا لاسکتا تھا تو طالب مولا اور طالب رسول ﷺ کیلئے کیفیت کا سمندر آ جاتا بالکل امکان کے درجہ سے تعلق رکھتا ہے۔

بہت سے قوال، بہت سے گوئے، بہت سے نعمت و حمد خواں حضرات کی جماعت میں بڑے بڑے فقیر اور بڑے بڑے ولی چپے رہتے ہیں۔ ان میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبت والے گلے سے، درد بھری آواز سے اور سوز جگر سے جس کو چاہیں شمع روحانیت پر بے شمار پروانے کی طرح دیوانہ دار پنچاہر ہو کر زندہ جاوید کر دیں۔ مجلس سماں کی کیفیت ایسی ہوتی ہے کہ بہت سے پوشیدہ ولی اور فقیر بھی کبھی کبھی بے تاب اور بے قرار ہو کر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس نیک مجلس میں اگر کوئی بد بخت انسان نقلی ”حال قال“ لائے اور بہر و پئے کا کام کرے تو بقول بنده نواز وارث پاک ”حال“ لانا حرام ہے اور

حال لانے والا مردود۔ وہ ایک قابل نفرت انسان ہے، ڈھونگی ہے۔ بھائیو اور بہن خبردار اس بری عادت اور فعل بد سے پرہیز کرو، بناوٹ سے دور رہو اور حقیقت کو اپناؤ۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۲۰۵

”محنت و ریاض سے دوسرے قسم کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مزدور کی مزدوری ضائع نہیں ہوتی۔ جو علم و عقل سے تعلق رکھتے ہیں۔ من تو شدم تو من شدی۔ یہ کام عشق کا ہے اور عشق پر کسی کا زور نہیں بلکہ عشق کا سب پر زور ہے تمام عالم میں عشق کی نمود ہے اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

بلبل و گل را ہوئے دیگر است
من یمند انم کدامے دلبرست

(وارث پاک)

میں انتہائے عشق ہوں، تو انتہائے حُسن
دیکھے مجھے کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

(اتبال)

دنیا کے اور شوق کے ساتھ ساتھ لوگوں کو روحاں نیت کی راہ پر چلنے کا بھی شوق پیدا ہو جاتا ہے اور کسی پیر، فقیر، کسی کتاب اور کسی رہبر کی تلاش شروع ہو جاتی ہے اور تھوڑے ہی دنوں کے اندر ان کو سب کچھ بھی جانتا ہے۔ داڑھی بھی بڑھ جاتی ہے، شب بیداری بھی شروع ہو جاتی ہے اور اللہ کی محبت اور اس کی جدائی میں آنسو بھی نکل پڑتے ہیں، بھوک، پیاس، در بدر کی خاک سب کام ایک خاص اہتمام اور ایک جوش اور محبت کے ساتھ شروع بھی ہو جاتا ہے۔ لوگوں میں یہ بات بھی پھیل جاتی ہے۔ خاندان کے لوگ اور قریبی رشتہ دار اور دلی دوست دشمن بھی بن جاتے ہیں۔ مگر یہ سب ڈھونگ، بناوٹ اور سجادوٹ، عماری اور مکاری کتنے دنوں لئے؟ برس دو برس حد سے حد چار برس۔ اس کے بعد وہی فقیر، وہی ساک، وہی درویش یا تو کسی لڑکی کے عشق میں دیوانے ہو جاتے ہیں یا کسی زبردست گناہ کے مرتكب ہو جاتے ہیں۔ جن اور شیطان کو قابو کرنے والے خود ابلیس کے بیٹے ہو کر رہ جاتے ہیں یا نہیں تو ان میں جوفطرت کے نیک لوگ ہوتے ہیں وہ بدل ہو کر خدا کو تلاش کرتے کرتے ہستہ ہار کر گھر واپس چلے آتے ہیں اور پھر دنیا دار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس قسم کی عبادت سے لوگوں کو دنیا داری خوب اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے اور اللہ ایسے نیک اور بدل انسان جو کہ گناہ کی منزل سے دور رہ کر دل چھوٹا کر کے گھر واپس چلے آتے ہیں ان کی مزدوری بھی ضرور دیدیتا ہے۔ رب العزت کی شان رحمانی و رحیمی کا تقاضا یہی ہے کہ وہ مزدور کی مزدوری ضرور دیدے۔ کسی کی محنت و ریاض رائیگاں کیسے جاسکتی ہے مگر عشق ایک وہی چیز ہے۔ اس کو کسب، ریاض و محبت سے دور کا واسطہ نہیں، یہ کی نہیں جاتی ہے بلکہ ہو جاتی ہے یا یوں سمجھ کر یہ پروردگار ز عالم کی ایک خاص

الخاص عنایت ہے۔ جس کو بخش دے۔ یہ ایک آتش جگر سوز ہے۔ تن من سب کو جلا کر کہ دیتی ہے بقول وارث پاک عشق پر کسی کا زور نہیں بلکہ عشق کا سب پر زور ہے تمام عالم میں عشق کی نہود ہے۔ من تو شدم تو من شدی۔ یہ کام عشق کا ہے۔ یہ درجہ فنا فی الشیخ و فنا فی اللہ والوں کا ہے۔ اس درجہ کے فقیر، درویش، قطب، ابدال اور ولی اللہ۔ چاند تارے سے کسی طرح کم نہیں ان کی بلندی سب کی نظر وہ میں نہیں آ سکتی ان بزرگوں کو جانے اور پہچانے کیلئے دل کی آنکھ کی ضرورت ہے فقیر کو پرکھنا بھی ایک فقیری ہے۔ یہ کام ہر کے بس کا نہیں۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۰۶

”قیامت کے دن ہم اپنے مریدوں کو خدا کے رو برو پیش کر دیں گے کہ تیرے اتنے بندوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں وہ رحیم و کریم ہے یقین ہے کہ ضرور حرم و کرم فرمائے گا۔“ (وارث پاک)

کوئی یہ پوچھے کہ واعظ کا کیا گزرتا ہے
جو بے عمل پہ بھی رحمت وہ بے نیاز کرے

(اتقال)

ہر جید فقیر و پیر اپنے مرید کو ہر حال میں ترقی کے راستہ پر دن دوئی اور رات چونگی ترقی کی منزل پر دیکھنا چاہتا ہے۔ پیر ساری زندگی وقف کر دیتے ہیں، اپنے مریدوں کی حالت سدھارنے میں اور صحیح رہنمائی میں، ان کی عبادت، ان کی دعا ان کی نماز ساری کی ساری اپنے مریدوں کیلئے ہوا کرتی ہیں، ماں اپنے بچوں اور شیر خوار نوہماں والوں سے غفلت کر سکتی ہے مگر پیر کا سایہ عافیت اور نظر عنایت اپنے مریدوں سے کبھی اور کسی وقت دور ہو ہی نہیں سکتی۔ اکثر فقیر و پیر اپنے مریدوں کی خاطر اپنی جان تک نچاہو کر دیتے ہیں۔ اپنے مرید کو خطہ سے نکال کر خود اپنی جان دے دیتے ہیں۔ پیر پر بہت زیادہ ذمہ داریاں ہوا کرتی ہیں۔ اس راز کو مرید کسی بھی طرح نہیں سمجھ سکتا۔ مرید ہوتا شوق کی بات ہے مگر پیر ہوتا جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔ اب خود اپنی آنکھوں سے آپ پڑھ سکتے ہیں کہ بندہ نواز وارث پاک ارشاد فرمار ہے ہیں کہ قیامت کے دن ہم اپنے مریدوں کو خدا کے رو برو پیش کر دیں گے کہ تیرے اتنے بندوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں وہ رحیم و کریم ہے یقین ہے کہ ضرور حرم و کرم فرمائے گا۔ اب ذرا سا وارثی بھائی اور بہنوں سے مخاطب ہوتا ہوں کہ کیا ہم سب اس لاٽ ہیں کہ اپنے پیر مرشد حضرت جناب بندہ نواز وارث پاک دامن تحام کر ہم لوگ پروردگار عالم کے رو برو کھڑے ہونے کے قابل بھی ہیں کہ نہیں۔ کیا ہمارے گناہ، ہماری ذلتیں اور توبہ بھنگی ہمارے ساتھ ساتھ ہمارے رہبر، پیر مرشد ثوارث پاک کو بھی شرمندہ نہ کر دیگی۔ کیا پروردگار عالم کو تجھ نہ ہو گا کہ اتنے قابل رہبر اور اتنے زبردست، جید فقیر سید وارث علی شاہ کے مرید اور اس درجہ گنہگار، اس قدر ذلیل اور اس قدر ناکارے۔ میں اپنے بھائی اور بہنوں سے اتحا کرنا

ہوں کے سلسلے وہ اپنے عمل کو نجیک کریں پھر یہ مرشد کا ہاتھ تھانے کی لاج رکھیں۔ جب دامن ہی چاک چاک ہے تو رحمت کا پھول انخواہ گئے کس طرح۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چارٹ راہ نمبر ۲۰

"اگر یہ یا یہودی کو مرید کرتے وقت فرماتے تھے دیکھو موسیٰ کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ، محمد رسول اللہ، کسی کو برانہ کہنا اور حرام نہ کھانا۔" (وارث پاک)

نفر کا مقصود ہے عقبِ قلب و نگاہ
علم نقیہ و حکیم، نفر صح و کلیم

(اقبال)

بندہ نواز وارت پاک کے مرید مسلمان کم اور غیر مسلم زیادہ ہیں۔ ہندو مسلمان، سکھ، عیسائی، یہودی یہاں تک کہ لامہ بہ ناستک دہریہ بھی۔ جس نے بھی دل سے وارت پاک سے محبت کی، وہ حلقة مرید میں شامل ہے۔ یہاں نہ بہ اور لمت کی قید نہیں۔ یہاں جو کچھ ہے وہ محبت ہے اور محبت میں ایمان ہے اور ایمان میں خدا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لامہ بہ، ناستک دہریہ لوگ بھی وارت پاک کی قربت میں اپنے بیمار دل کو پر سکون پاتے تھے اور آج بھی ان کے ارشادات ان کیلئے شیعہ ہدایت کا کام کرتے ہیں اور دل حزیں کو سکھ چلیں اور آرام پہنچاتے ہیں۔

اگر یہود اور یہودیوں کو مرید کرتے وقت آپ فرماتے تھے "دیکھو موسیٰ، کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ، محمد رسول اللہ، کسی کو برانہ کہنا اور حرام نہ کھانا۔ یہودی حضرت موسیٰ کو ماننے والے ہیں اور حضرت عیسیٰ اور محمد رسول اللہ کے منکر ہیں۔ اسی طرح عیسائی حضرت عیسیٰ روح اللہ کے ماننے والے ہیں۔ یہ لوگ حضرت موسیٰ کو پیغبر مانتے ہیں مگر محمد رسول کے منکر ہیں۔ برخلاف اس کے مسلمان تینوں پیغبروں کو درجہ بدرجہ مانتے ہیں۔ ان تینوں نہ ہوں کے ماننے والوں میں اسی بات کا جھگڑا ہے اور اس جھگڑے سے یہ دنیا دوزخ کا نمونہ نہیں چلی جا رہی ہے۔ ایسے موقع پر بندہ نواز وارت پاک کی کس قدر قابل عزت صلح کن اور فائدہ مند ہدایت ہے اپنے ان مریدوں کیلئے جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے ماننے والے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ دیکھو ان تین پیغبروں میں کسی کو برانہ کہو۔ غور کیجئے آپ عیسائی کو نہیں سکتے ہیں کہ تم حضرت محمد رسول ﷺ کو بھی مان اور نہ ہی یہودی مرید کو تلقین کرتے ہیں کہ تم حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد رسول ﷺ کو بھی مان لو۔ آپ صرف یہ فرماتے ہیں کہ ان کو برانہ کہو۔ جھگڑا برا کہنے میں ہے۔ برائی نفترت اور عداوت پیدا کرتی ہے۔ جو محبت کی منافی ہے اور آپ کا مسلک محبت ہے۔ اس لئے آپ اپنے مریدوں کو محبت کی تلقین کرتے ہیں۔ محبت آتے ہی نفترت دور ہو جائے گی اور نفترت کے دور ہوتے ہی جھگڑا ختم اور جھگڑا ختم ہوتے ہی یہ دنیا پھر جنت مکان بن جائے گی۔ یہ ہے شیعہ ہدایت بندہ نواز

دارٹ پاک کی۔ جس پر اگر مسلمان، عیسائی اور یہودی، ہندو بود، سب کے سب عمل کرنے لگیں تو صرف اس ایک شیخ ہدایت سے اس ظلمت کردہ دنیا میں چار چاند لگ جائے گا۔ دنیاۓ بیکار کو آرام، سکھ اور چین نصیب ہو جائے گا۔ اسی طرح حرام نہ کھانے کا فلسفہ بھی ایسا تیر بہدف نہ ہے کہ اگر آج حرام کا نقصان اور حلال کا فائدہ معلوم ہو جائے تو شیطان کا سارا کار و بارہی خنثیا ہو جائے۔ تھوڑی تھوڑی صد اور تھوڑی تھوڑی لاٹھ پر ساری دنیا کی بربادی اسی حرام سے ہو رہی ہے۔ فقیر روزاں ہی سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں اور قیامت تک کہتے رہیں گے کہ حرام نہ کھاؤ۔ حرام سارے فساد کی جڑ ہے۔ حرام کھانا جب تک نہ چھوڑ دے گے، سکھ اور چین نصیب نہ ہو گا۔ تھوڑی تھوڑی دری کی بے ہوشی اور آتشیں لذتیں تمہیں جہنم کی آگ کی طرف لے جا رہی ہیں۔ ظاہری آنکھ بند کرو اور دل کے پٹ کھولو۔ توبہ کرو اور حرام کھانے سے پرہیز کرو پیارے۔

(حسین دارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۰۸

پیشہ در سے بیت کے وقت فرماتے تھے کہ ”ہاتھ کے پچ رہنا ظلم نہ کرنا۔ درزی سے، کپڑا نہ چڑانا۔ دکاندار سے پورا تو لنا۔“ (دارٹ پاک)

جانا ہوں آہ، میں آلامِ انسانی کا راز
ہے نوائے ٹکوہ سے خالی مری فطرت کا ساز

(اقبال)

مرید کرنا یا مرید ہونا کیا ہے یہی کہ جیر یعنی کامل بزرگ، ہمدرد اور دوراندیش، خدار سیدہ رہبر کا حکم سننا اور اس پر ایمانداری سے عمل کرنا۔ تجارت پیشہ لوگوں کو مرید کرتے وقت بندہ نواز فرماتے تھے کہ ہاتھ کے پچ رہنا، ظلم نہ کرنا۔ بس اور تجارت کا بھید ہی کیا رہتا ہے جو کار و باری ہاتھ کا سچار ہے گا یعنی روپیہ کے لینے اور دینے میں ایماندار رہے گا تو اس کی تجارت ختم ہو ہی نہیں سکتی۔ جو لوگ صرف لینا جانتے ہیں روپیہ دینے سے ان کی جان نکلتی ہے بس بھلوکہ یہ تاجر نہیں بلکہ چور ہے۔ جس کی زندگی دو یا چار سال سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔ ”ظلم نہ کرنا“، اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ اپنے ملازمین کے ساتھ یہی سلوک اور انصاف نہیں کرتے۔ ان کے برے وقت میں بجائے ساتھ دینے کے اور بھی زیادہ ان کو پریشان کرتے ہیں۔ جس تجارت کا نوکر خوش نہیں بھلوکہ رہا زکی بات رازہ ہی نہیں رہ سکتی۔ نوکر ہی کار و بار کی عزت بھی ہے اور ذلت بھی۔ اس لئے حکم ہے کہ ظلم نہ کرو۔ یہ بھی ایک عجیب بیکاری ہے کہ درزی کبھی کاٹ کر بچا ہوا کپڑا خریدار کو واپس نہ کریگا۔ یہ عمل یوں تو بظاہر کوئی بھی اہمیت نہیں رکھتا مگر غور سے دیکھو گے تو کار گیر ہمیشہ ہی پریشان رہے گا۔ اچھے سے اچھا کار گیر ہمیشہ مالی حالت میں پریشان رہے گا۔ اس کی وجہ بھی ہے کہ وہ دوسرے کی چوری یا دوسرے کے مال کو ضرورت سے

زیادہ لے کر خراب کر دیا اور خدا کسی کے فعل عمل سے غافل نہیں رہتا۔ ایک دن اس کی حلال کی کمائی بھی برکت سے خالی ہو جاتی ہے اور وہ تازہ زندگی اداس اور مصیبت میں پھنسا رہتا ہے۔ رکاندار خواہ سونے کا ہو۔ غل کا ہو یا ساگ بھاجی کا۔ اگر اس کے ہاتھ میں ترازو ہے تو وہ کم ہی تو لئے کی کوشش کر دیگا۔ کبھی قیمت کے لحاظ سے مال پورا دینے کی ہمت نہ کر دیگا اور یہی لائج اس کی دین و دنیا بر باد کر کے رکھ دیتی ہے۔ جو لوگ خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ایمانداری سے قدم اٹھاتے ہیں اور رسمیت ہی دیکھتے ترقی اور شہرت کے مالک ہو جاتے ہیں۔ ہر جگہ انسان کو خدا سے طلب کرنا چاہئے۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۰۹

”مرید کو کامل یقین کرنا چاہئے۔ مرید ہوتا چاہئے۔ مرید ہوتا چاہئے۔“ (وارث پاک)

جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پر رُوح الامیں پیدا

(اتقابل)

انسان کی طاقت اور خدائے پاک کی رحمت لاحساب ہے۔ جس طرح اللہ پاک کی محبت پھول سے لے کر کانٹوں تک چھپی ہوئی ہے۔ باغ سے لے کر صحرائے اپنی اپنی بلندی پر نماز کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت انسان بھی خدا کی طاقت کا ایک اجاگر مظہر ہے۔ حضرت انسان میں اس قدر طاقت، اس قدر خوبیاں چھپی ہوئی ہیں کہ انسان تو انسان فرشتوں تک کو انسانی عبادت کی رسائی پر تجب ہوتا ہے۔

بڑے سے بڑے جن، بڑے سے بڑے فرشتوں کے گروہ کے گروہ ایک مست ملگ، ایک فقیر، ایک مجدوب کی عبادت پر حیران اور ششدراہ ہو جاتے ہیں۔

اللہ پاک نے حضرت انسان اور خصوصاً تو حیدر پرست لوگوں کی رسائی لامدد و درکھی ہے۔ جس دن آدمی کو خود اس کی قیمت کا اور اس کی طاقت کا صحیح انداز ہو جائے گا۔ اس دن یہ دنیا واقعی جنت نشان کا نمونہ ہو جائے گی۔ جہاں انسانوں کے مغروروں سے ”میں“ اور ”تو“ کا جھگڑا ختم ہوانہیں کر دنیا اور جنت میں کوئی فرق باقی نہ رہے گا اور اس شیطانی دنیا کو ایک دن خدا پرست لوگوں کا دورا پنی ہی زندگی میں دیکھ کر فتا ہونا پڑے گا۔ یہ دنیا ہمیشہ شیطانوں ہی کی حکومت میں نہیں رہے گی۔ بلکہ اس پر ایک روز انسانوں کی بھی حکمرانی ہو گی۔ اسی لئے وارث پاک پیشین گوئی فرماتے ہیں کہ ”مرید کو کامل یقین کرنا چاہئے مرید ہوتا چاہئے۔ مرید ہوتا چاہئے۔“ مرید ہوتا چاہئے۔ میں کے ذہیر سے بھی حاصل کر سکتا ہے۔ شرط صرف طلب کی ہے۔ مرید بھی طالب ہوتا ہے اگر سچا طالب یعنی عاشق ہے تو روحانیت تو روحاں نیت، وہ منی کے ذہیر سے بھی حاصل کر سکتا ہے اگر یقین

نہیں تو خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتی کی قبر پر جا کر دیکھ لے کر حاصل کرنے والے مٹی کے ڈھیر سے اپنا اپنا دامن بھر رہے ہیں کہ نہیں۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۱۰

”ہر جگہ ایک ہی شان دیکھے۔ جگہ جگہ بیعت ہونا مریدوں کا کام نہیں ہے۔ جگہ جگہ بیعت ہونا مردوں کا کام نہیں ہے۔ ہر جائی عورتوں کا شیوا ہے۔“ (وارث پاک)

یقین افراد کا سرمایہ تغیر ملت ہے
یہی ڈوٹ ہے جو صورت گر تقدیر ملت ہے

(اتمال)

جلد باز اور یقین کا کھوٹا انسان دنیا میں کچھ نہیں کر سکتا۔ جس کو یقین نہیں اس کو ایمان نہیں اور جس کو ایمان نہیں اس کو پھر کچھ بھی نصیب نہیں۔ ایمان ہی پر سب کا دار و مدار ہے ایمان ایک سچا موتی ہے جو ہر رنگ میں اپنی ایک نمایاں شان رکھتا ہے اس پر بہار و خزان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اسی طرح مریدی ہے۔ سب سے پہلی توبات تو یہ ہے کہ مرید کہتے کس کو نہیں اور پیر کا کیا مقصد ہے۔ مرید ہونا ایک اقرار ہے، ایک فیصلہ ہے، ایک اٹل منزل ہے کہ میں فلاں حضرت کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ زندگی ان کی ہی ہدایت پر گزاروں گا۔

پیر ایک اٹل قانون، ایک زندہ حقیقت، ایک شمع ہدایت ہے جو مرید کی تاریک سے تاریک زندگی کی منزلوں میں کسی نہ کسی طرح اپنی روشنی والی شمع کو لے کر پہنچ ہی جاتا ہے۔ مگر بہت سے نالائق لوگ بجائے اپنی تاریکیوں اور کمزوریوں کو دور کرنے کے، اپنے پیر مرشد میں ہی کمی دیکھنے لگتے ہیں اور بے یقینی کے گھوڑے پر سوار ہو کر زندگی بھر جگہ جگہ بیعت ہوتے رہتے ہیں در در کی خاک چھانتے پھرتے ہیں۔ انگنت بزرگوں کا ہاتھ چوتے رہتے ہیں مگر ان کو کسی پر بھی یقین نہیں ہوتا۔ وہ کسی کو بھی سچا اور کامل پیر خیال نہیں کرتے۔ سب کے اندر ان کو کھوٹ دکھائی دیتا ہے کیوں کہ ان کا یقین کمزور، ان کا دل بیمار اور بے ایمان ہو چکا ہے جب دل ذلیل ہو جاتا ہے تو وہ نہ گھر کا ہوتا ہے اور نہ ہی مذہب کا۔ سر اپا ہر جائی ہو کر رہ جاتا ہے یقین کے اندر خدا ہے اگر یقین نہیں تو مریدی بے کار۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۱۱

”یہاں دولی کا گزر نہیں۔“ (وارث پاک)

میں باغیب ہوں، محبت بھار ہے اس کی
ہنا مثالیِ ابد پاندار ہے اس کی

(اقبال)

ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن، ایک طالب، ایک مطلوب، ہر جگہ ایک ہی ایک ہے، ایک سب کے ساتھ ہے
اور سب ایک ہی کے ساتھ رہتے ہیں۔ عاشق ایک، معمشوق ایک، راز ایک، نیاز ایک، دنیا ایک، دین ایک، جنت ایک، جہنم
ایک، زندگی ایک، موت ایک، خوشی ایک، غم ایک، آرزو ایک، تمبا ایک۔ جہاں ایک پرستکری ہے وہاں سارا کام ایک زبردست
رازو نیاز کے ساتھ کا میابی کی منزل بہت ہی خاموشی اور بہت ہی ہنر کے ساتھ طے کر رہا ہے۔

جب تک طالب لاشریک کو لاشریک ہی مان کر راہ مولا میں مست متوا لے کی طرح جھوم جھوم کے تلاش حق کو
جاری رکھتا ہے تو راہ بھی ملتی ہے اور کامیابی بھی اور جہاں لاشریک کے سامنے کسی کو شریک قائم کیا گیا یا قائم کرنے کی ناپاک
کوشش کی گئی بس اس منزل پر فساد شروع ہو گیا۔ راز، بھیشہ، یکائی سب کی سب ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ واحد کو وحدانیت ہی کی
راہ پر دیکھا جاسکتا ہے۔ واحد ہمیشہ الگ رہتا ہے۔ اس کو کسی بھی شریک یا سلسلہ کی ضرورت نہیں۔ سارے سلسلے اور سارے
راستے صرف ایک ہی سے بنتے ہیں۔ مگر وہ ایک پھر بھی الگ کا الگ ہی رہا، یہاں تک کہ بندہ نواز وارث پاک آج بھی فرم
رہے ہیں اور یہ آواز آپ کی قیامت تک گونجتی رہے گی کہ طلب مولا میں دولی کا گزر نہیں۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۱۲

”وہ مرید کیا جو پیر کو جانچ کر مرید نہ ہو، وہ پیر کیا جو وقت پر کام نہ آئے، وہ پیر مثل اس درد کے ہے جو تکلیف وہ
ہوتا ہے۔“ (وارث پاک)

یہ محبت کی حرارت، یہ تمدن، یہ نمود
فصلِ گل میں پھول رہ سکتے نہیں زیرِ حجاب

(اقبال)

دل کا سودا کسی طرح بھی جانچ کی ترازو پر نہیں چڑھ سکتا۔ یارا اور حساب سے کوئی واسطہ نہیں۔ عشق تجارت نہیں
جہاں نفع اور نقصان دیکھا جائے۔ عشق کا سودا کبھی کبھی نقصان کی ہی منزل پر نفع کی بر سات کر کے رکھ دیتا ہے۔ دل کا کھیل
قبل از وقت کسی طرح بھی جانچ نہیں جاسکتا۔ دل والے ہمیشہ وقت پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی لئے وارث پاک نے ارشاد
فرمایا ہے کہ وہ مرید کیا جو پیر کو جانچ کر مرید نہ ہو۔ پیر باپ ہوتا ہے۔ پیر مرید کو جانچ سکتا ہے کیونکہ اس نے منزل طے کی

ہے مگر مرید جو مل ایک بچہ کے ہے اپنے پیر کو کس طرح پر کھسکتا ہے۔ اب رہ جاتا ہے سوال پیر کے اپنے فرض کا اور اس کی منزل کا تو پیر کو ہر منزل پر فطرت کا حکیم حاذق ہونا لازمی ہے تاکہ مرید کو ہر حال میں اس کی ذات با برکت سے فائدہ ہی فائدہ پہنچا رہے۔ زندگی کی ہر منزل پر خواہ وہ مادیت کی ہو یا رو حانیت کی۔ پیر ایک زبردست دوست اور باپ کی طرح اپنے مرید کا بازو تھام کر منزل مقصود کی جانب بڑھاتا ہی چلا جائے۔ مرید کے بہکتے ہوئے قدموں اپنی طاقت سے روک دے، مرید کے ہر آڑے وقت میں کام آئے۔ شمع ہدایت اور چراغ راہ کا کام دے۔ ورنہ پیر خود ایک فریب ہے۔ ایک زندہ دھوکا ہے۔ جو برسوں برس سے اپنے مرید سے ایک سودخور کی طرح پیسہ وصول کر کے اپنی ضرورت زندگی کو پورا کرتا رہا ہے۔ وہ ایک چھوت کا بیمار ہے جو اپنے مرید کو گھیرے ہوئے ہے مگر مرید کو اتنا یاد رکھنا چاہئے کہ پیر خدا نہیں ہے جو خدا کے کام میں حصہ لے بلکہ پیر ایک رہبر ہے، ایک شمع ہدایت ہے، ایک چراغ راہ ہے، ایک صلاح کار ہے، صرف تمہیں منزل کا راستہ بتائے گا، باقی کام پر ورد گار عالم کا ہے۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۱۳

”مریدی دل سے ہوتی ہے اور دل مسلمان ہوتا ہے۔“ (وارث پاک)

جلا سکتی ہے شمعِ کشہ کو موجِ نفس ان کی
اللہ! کیا مجھا ہوتا ہے الہ دل کے سینوں میں

(اتآل)

بہت سے لوگ کسی کو دیکھ کر یا کسی کو کامیاب اور فیضیاب ہوتے دیکھ کر لایج، طبع اور حرص کی بنا پر مرید ہو جاتے ہیں یا پھر مصیبت اور تکلیف سے گھبرا کر کسی پیر کا دامن تھامنا چاہتے ہیں۔ یہ سب حرکتیں وقتی ہو اکرتی ہیں۔ وقت، تقدیر، زمانہ کے نشیب و فراز سے نگ آ کر آدمی طرح طرح کی ہونی اور ان ہونی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ حقیقت کو اس سے ذرہ برابر کا سروکار نہیں۔ دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بقول بندہ نواز وارث پاک یہ سب دھوکا ہے، بھول ہے، نادانی ہے، غلط فہمی ہے۔ مریدی دل سے ہوتی ہے اور دل مسلمان ہوتا ہے۔ پیر کی نظر میں امیر، غریب، بچہ، بوڑھا، جاہل، عالم کا سوال نہیں ہوتا۔ یہاں سوال صرف دل کا ہے وہ دل جو مسلمان کا دل ہو۔ مسلمان کے دل سے مراد مسلم قوم نہیں بلکہ وہ دل جو ہر حالت میں سچا اور نیک ہو، وہ دل جس میں سوائے مالک کون و مکان کے اور کسی کا گزر نہیں، وہ دل جو سوائے اللہ پاک کے اور کسی سہارے کا محتاج نہ ہو، بس وہی دل اصلی مرید بھی ہے اور اصلی طالب بھی۔ ایسے ہی دل میں خدار ہتا ہے۔ اس دل کو ہی چاہا مرید مانا ناپڑتا ہے۔ وہی دل طالب بھی ہے اور اسی دل کو دیدار یا بھی نصیب ہو گا۔ باقی دل رو حانیت اور نیکی کے راستے پر مزدوری کر رہے ہیں۔ ان کی مزدوری مل جائے گی اور انہا انہا راستے لیکر الگ ہٹ جائیں گے مگر مسلمان دل دنیا سے لے کر

آخری تک، تبر سے لے کر قیامت اور حشرتِ میرید ہی مرید رہتا ہے۔ قطرہ نور، سمندر نور میں پیوست ہو جاتا ہے۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۱۳

”نشیات اور عملیات کے متعلق فرمایا کہ سب وابیات خرافات ہیں میرے یہاں تو محبت ہی محبت ہے اور محبت کی تعریف یہ ہے کہ ”حب الشی و یعمی و یصمہ۔ جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو خدا اس کا ہو جاتا ہے۔ (وارث پاک)

یقینِ حکم، عملِ ہیم، محبتِ فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

(اقبال)

نشیات اور عملیات، گنڈا، تعریز، گھر یا نمودھنا، دکان باندھنا، کسی پر جادو چلانا، کسی سے لڑائی کروانا، بچ پیدا کرانے کی دعا، شادی توڑنے یا شادی کروانے کی دعا، غرض جس قدر بھی شیطان کے ذلیل گھر ہیں وہ سب کا سب ہمارے نقیر، مولوی، درویش کے پاس ملے گا کس قدر شرمناک اور قابل نdamت ہیں وہ لوگ جو بڑی بڑی داڑھی بڑھا کر طرح طرح کا ذخونگ رجا کر، پریشان لوگوں کو اور زیادہ پریشان کرتے ہیں۔ جہاں جاؤ بس ایک ہی قسم کے بہروپے نظر آتے ہیں جیسے غیب کی باتوں کے بتانے اور قدرت کے کاموں کے کرنے کا نعوذ بالله ان لوگوں نے نحیکے لے رکھا ہے۔ ان ہی احتوں اور شیطانی فطرت لوگوں کی وجہ سے ایسی ایسی برائی، ایسی ایسی بدناہی، ایسی ایسی گنہگار تصویریں دیکھنے اور سننے میں آتی ہیں کہ روح بے قرار ہو جاتی ہے۔ دنیا میں شرابی، جواری اور زانی اگربرا کرتے ہیں یا گناہ کے مرکب ہوتے ہیں تو اس کی خرابی اور ذمہ داری ان کی اپنی جان پر پڑتی ہے۔ یہاں بھی وہ ذلیل درسو اور تکلیف میں رہتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی ان کا حشر پر اگنده ہی رہے گا..... مگر افسوس صد افسوس ہے ان ظاہردار بزرگ استیوں پر جن کے ظاہری لباس کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، مسجد، محراب، قرآن اور حدیث سے جڑے اور بجے ہوئے ہیں۔ مگر لباس باطن نشیات، عملیات، گنڈا، تعریز جیسے وابیات، خرافات چیزوں سے مزین ہیں جن کی عبادت اور تقویٰ کا مقصد صرف تجارت، فریب اور جھوٹ ہے۔ سید ہے ساد ہے لوگوں کو دام فریب میں پہنچانا اور ان سے روپیہ اینٹھنا نہ دل میں خوف خدا ہے اور نہ نور ایمان۔ نہ دل میں محبت خدا ہے اور نہ ہی محبت رسول ﷺ۔ جو کچھ ہے وہ نفس پرستی ہے۔ بھولے بھالے انسانوں کے سہارے پیٹ بھرنے کا نہایت ہی ذلیل پیشہ ہے۔ ایسے لوگوں کو اپنے گریبان میں منڈال کر اپنی منہوس صورت غور سے دیکھ لئی چاہئے یا تو تو بـ استغفار کر کے محنت مزدوری کر کے اپنی روزی خود کمانے کا انتظام کریں یا نہیں تو کہیں ڈوب کر مر جانا چاہئے۔ زندگی بـ گردو سرے کی کمائی کھا کر گناہ کرنے سے بہتر ہے کہ حرام موت ہی مرکر زمین کا بوجھ ہلکا کر دیں۔

روحانیت کوئی جادو یا فریب نہیں۔ یہاں چھومنتری کی بجائے خون جگر کا ایک ایک قطرہ حق اللہ کی آواز پر
ذکر کرنا پڑتا ہے یہاں جو کچھ ہے وہ محبت ہے، عشق ہے، طلب صارق ہے یہ سب کام سب کے بس کا نہیں۔ یہاں دوری
نہیں بلکہ قربت ہے جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو خدا اس کا ہو جاتا ہے۔ جب قطرہ سمندر سے مل جاتا ہے تو کوئی اسے
قطرہ نہیں کہتا یہ رازِ حقیقت پیارے۔ (حسین دارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۱۵

”ذکر اسدی مفید ضرور ہے مگر جس کا نام اسدی ہے وہ دشوار ہے۔ اس لئے کہ ذا کر کو لازم ہے کہ جب ذکر
اسدی کرے تو جناب شیر خدا کی بزرخ کا تصور کرے اور تکمیل اس کی یہ ہے کہ ذا کر ذکر اسد اللہ الف غالب میں ایسا فنا ہو جائے
کہ ذکر کرتے وقت ذا کر کے ہر عضو بدن سے شیر الہی کی شان نمودار ہو۔“ (وارث پاک)

تری خاک میں ہے اگر شر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں ناں شیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

(اقبال)

ذکر اسد زبانی بہت آسان ہے۔ بہت سے فقیر، مجدوب، دن رات یا علی یا مشکل کشا، یا شیر خدا یا مولا علی کی رہ
لگاتے ہیں یا علی کا نعروہ اتنے زور سے مارتے ہیں کہ سننے والوں کا دل دل جاتا ہے۔ لوگ کانپ اٹھتے ہیں۔ بقول بندہ نواز
دارث پاک، ذکر اسدی مفید ضرور ہے مگر جس کا نام اسدی ہے وہ دشوار ہے۔ سچا ذا کر میدان کر بلا اور میدان جہاد میں نظر
آتا ہے۔ جب کفر کی طاقت زمین سے آسان کو چھوڑتے ہیں ہواس وقت ذا کر میدان جنگ میں اپنی تکوار کو ”یا علی“ کے نعروہ کے
ساتھ ہوا میں چکاتا ہے۔ اس وقت اس کی مجاہد اور فرشتہ جیسی نیک اور تکمیلی نظروں کی روشنی میں حضرت علیؑ شیر خدا کا بزرخ
سامنے آتا ہے اور مجاہد کے ہر ہر روئی سے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شان نمودار ہو کر چمکنے لگتی ہے۔ نصف جسم کے ہر عضو
سے بلکہ سانس کی نفس اور دل کی ہر دھڑکن میں شیر خدا، مشکل کشا، مولا علی کی شان دکھائی دینے لگتی ہے اس شان شیر خدا کو
دیکھ کر کفر کی طاقت زائل ہونے لگتی ہے اس نورانی بزرخ کو دیکھ کر کفر و ظلمت کا اندھیرا بھاگنے لگتا ہے اور اسلام کی بھی روشنی
چھیلتے چھیلتے سارے عالم کو منور کر کر کھدیتی ہے۔

ایں کرامات زور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

"ایک دفعہ فرمایا کہ جب کوئی مصیبت ہو تو ہمارے بزرخ کا تصور کیا کرو۔" (وارث پاک)

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں، کار گشا، کار ساز

(اقبال)

بزرخ کے معنی تصویر ہے مگر وارث پاک اس ارشاد سے کیا سبق دینا چاہتے ہیں یہ ایک اہم بات ہے۔ ہمارے بہت سے وارثی بھائی اور بھنیں یوں تو ہر حال میں اپنے پیر اور مرشد کی تعریف سے خوش ہوتے ہیں اور دوسروں کو لبی لبی تقریبھی کیا کرتے ہیں کہ ایسے رو ہو یہے۔ بڑے سے بڑے مصیبت کے پھاڑ کو بھی ہمارے پیر اور مرشد رائی کر کے رکھ دینگے۔ دوسروں کو سمجھانا اور دوسروں کی کمزوری پر مسکرا دینا بہت ہی آسان کام ہے مگر جب خود اپنے آپ پر امتحان کا وقت آتا ہے تو پھاڑ تو پھاڑ رائی برابر بھی تکلیف اگر آتی ہے تو تصدیق اور یقین کے بڑے بڑے شاندار درخت، گھاس، پھوس اور سوکھے ہوئے پتے کی طرح اڑ کر جگہ سے بے جگہ ہو جاتے ہیں۔ وہی لوگ جو دوسروں کی مصیبت کے پھاڑ کو رائی سے تشیہ دیا کرتے تھے، اپنی رائی جیسی مصیبت کو ہٹانہیں سکتے۔ گھبراہٹ میں پیر مرشد پران کو یقین نہیں رہتا۔ زندگی بھر کے غلام تھوڑی کی سختی کے درد میں نمک حرام بد تیزی بدل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کوئی کوئی تو اتنا نالائق ہو جاتا ہے کہ نا امیدی کی مار کھا کرنے صرف اپنا ایمان خراب کرتا ہے بلکہ گھر گھر جا کر اپنے پیر مرشد کو بدنام کرنے کی کوشش بھی کرنے لگتا ہے۔

گناہ یا غلطی خود اس کی اور سزا کا مستحق بھی خود وہی، مگر سکون نہ ملنے پر وہ سارا نقصان اور ہرجانہ اپنے پیر اور مرشد کو بدنام کر کے پورا کرنا چاہتا ہے۔ کبھی بھی بلند اور جلیل القدر ہستیاں بھی مصیبت اور تکلیف سے گھبرا کر ایسی ایسی بغاوت کر جاتی ہے کہ ان کی دنیا و دنیا دونوں عارٹ ہو جاتی ہیں۔ ان کی اس بد سختی اور بد نصیبی پر نہ صرف ان کے پیر بلکہ آسمان رو حانیت کا ہر ستارہ اور جیران ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسی لئے وارث پاک اپنے مریدوں کو تلقین کرتے ہیں کہ جب مصیبت کے حصوں میں گھر جاؤ تو ہمارے بزرخ کا تصور کیا کرو صرف تصور کا نہیں بلکہ آپ کے عمل کا، آپ کی زندگی کے حالات کا بھی، مرید وہی ہے جو اپنے پیر کے نقش قدم پر چلے۔ (وارث پاک)



"تصور کا قاعدہ یہ فرمایا کہ پہلے تصور کرے جب صورت قائم ہو جائے تو معہ اس صورت کے دل صنوبری کی جانب متوجہ ہو اور دل کی آنکھ سے دیکھئے۔" (وارث پاک)

سامنے مہر کے دل چیر کے رکھ دیتی ہے
کس قدر سینہ شگانی کے مزے لیتی ہے

(اتبال)

تصور کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے دور کعت نماز نفل پڑھے اس خوشی میں کہ زندگی نے اتنی وفا کی کہ وہ آج وارث پاک کا تصور کرنے چلا ہے اس کے بعد اللہ وارث کی شبیح پڑھے چار بار۔ اس کے بعد درود شریف پڑھنا شروع کر دے اور دنیا و ما فیہا کو بھول کر اپنے پیر کے برزخ کا تصور پر تصور قائم کرتا جائے۔ خیالوں کے ساتھ ساتھ سانس کو بھی تصور میں گم کر دے۔ جب طبیعت بالکل مائل دیدار ہو جائے گی تو فوراً اس کو اپنے پیر کا دیدار نصیب ہو گا۔ اگر دل کا مضبوط اور عمل کا پورا انسان ہے تو اس کو سوال اور جواب کی بھی عزت نصیب ہو گی۔ جب کامیابی مدنقابل ہو جائے تو بالکل اپنی ہستی کو لاپتہ رکھے اور دل کی آنکھوں سے کام لینا چاہئے۔ ہوا الباطن ہوا الظاہر ہو کر سب کچھ آشکار ہو جائے گا۔ جب منظر دھائی دینے لگے اور سوالوں کا جواب بھی ملنے لگے تو اس راز کو ساری زندگی کسی کو بھی نہ کہے۔ یہ عنایت ہے۔ یہ خدا کی سب سے بڑی مہربانی ہے۔ دوسروں کو کہنے سے اثر کم ہوتا ہے اور راز افشا ہوتا ہے۔ خدا کبھی ایسے دل و دماغ والے نقیر پر بھروسہ نہیں کرتا جو فقراء رازداری کا خیال نہیں کرتے ان کو یا تو ایک دن پاگل یا مجنوہ بہ ہونا پڑتا ہے یا ذلیل و رسوا ہو کر اپنا سب کچھ گنوں ڈالتے ہیں۔ خبردار سرکٹ جائے مگر بھیدنہ کھلے جب تم کسی کام کے ہو جاؤ گے تو شیطان تم کو کرامات دکھانے پر بہت زیادہ زور دے گا اور جس نے شیطان ابلیس کی بات مانی برباد ہوا۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۱۸

”تصور کے متعلق یہ بھی ارشاد ہے کہ آنکھ بند کر کے کیا دیکھتے ہو آنکھیں کھول کر دیکھو آنکھوں کے ہوتے نہیں جو اخدا کی ناشکری ہے۔“ (وارث پاک)

کوئی دل ایسا نظر نہ آیا نہ جس میں خوابیدہ ہو تھا
الہی تیرا جہان کیا ہے، نگار خانہ ہے آرزو کا

(اتبال)

بہت سے نقیر آنکھیں بند کر کے تصور کرتے ہیں۔ عبادت کرنے کی یہ عادت اچھی نہیں۔ وہ عبادت ہی کیا جو ایک ذرا سی کھٹ پٹھ پر ختم ہو جائے اور آنکھوں کی روشنی غائب ہو جائے۔ وہ عشق ہی کس کام کا کہ دوسرا صورت کو دیکھ کر دوسرے کا ہو جائے۔ ایسے عاشق یا تو جھوٹے ہیں یا ناکام یا بولہوں، جو کسی لمحے پر عشق کرے۔ عشق تو مجنوں کا چاہئے کہ

بندگل میں بھی مجنوں کو ہر درخت سلی، ہرشانخ سلی، یہاں تک کہ پتے پتے ذرہ ذرہ سلی ہی سلی نظر آ رہا تھا۔ اگر مجنوں آنکھیں بند کر کے رکھتا تو وہ عشق مجازی کا بھی لطف نہیں اٹھا سکتا تھا اور یہاں تو عشق حقیقی ہے۔ یہاں آنکھیں بند کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سلی تو محفل یا محل میں رہتی تھی۔ جب سلی مجنوں کے دل میں جاسکتی ہے اور آنکھوں کے ذریعہ وہ مجنوں کیلئے ہر حالت میں حاضر ہو سکتی ہے تو کیا پروردگار عالم جو ذرہ ذرہ میں مسکرا رہا ہے، اپنے سچے عاشق کو دکھائی نہیں دیگا۔ ضرور نظر آئے گا۔ صرف دل کی نظر کی ضرورت ہے۔

آنکھیں بند کرنے سے شیطان کے پریشان کرنے کا بہت زیادہ احتمال ہے اکثر وہ فرضی تصور بنانا کہ طالب کو بہلاوے میں رکھتا ہے۔ زندگی ختم ہو جاتی ہے مگر طالب واصل نور کا دیدار نہیں ہوتا۔ اس لئے لازم ہے کہ جب ظاہر آنکھیں کام کر رہی ہوں تو پھر انہیں ہو کر ٹھوکرنہ کھانا چاہئے۔ عبادت میں جلد بازی اور شک کو خل نہیں۔ تصدیق یقین اور اطمینان کی ضرورت ہے اور بس۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۱۹

”نفس کشی کو کہتے ہیں اور نفس کشی لازمی ہے، چنانچہ قرآن میں اس کی تعلیم ہے۔ لن تنا لو لبر حتی تنفقون مماتحبون ط۔ یعنی جس سے زیادہ محبت کرتے ہو اس کو ترک کرو۔ تو بتاؤ کہ محبوب تر کیا شے ہے۔ عرض کیا گیا کہ جان بہت عزیز ہے ارشاد ہوا کہ بعض اوقات انسان جان دینا بھی آسانی سے گوارا کر لیتا ہے اس لئے مماتحبون سے انسان کی عافیت مراد ہے جو کسی وقت ناپسند نہیں ہوتی۔ بس فقیر کو چاہئے کہ سامان عافیت کو ترک کرے اور خیال عافیت کو دل سے نکالے اور خدا کی محبت میں خوشی سے تکلیف اٹھائے۔“ (وارث پاک)

احوالی محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا

سوز و تب و تاب اول، سوز و تب و تاب آخر

(اقبال)

نفس کشی ایک زبردست اور دشوار گز اربعادت ہے۔ نفس کشی بغیر فقیری ناممکن ہے اور نفس کشی سے پہلے فقیر ہونا بھی غیر ممکن بات ہے۔ دنیا کی جتنی بھی قربانی ہے، انسان کبھی آسانی سے دینے کو تیار ہو جاتا ہے، دھن، دولت، طاقت، اختیار، وعدہ، حق، غصہ سب کو آسانی سے قربان کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جان کی بازی لگانے کو بھی تیار ہو جاتا ہے اور جان تک دے دیتا ہے۔ مگر ہزار ہزار سلام جناب وارث پاک کی ذات با برکت کو پہنچ جنہوں نے نفس کشی کا اصلی راز ایک ہلکے اشارہ سے تفصیل کے ساتھ بتا دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اصل نفس کشی آرام و عافیت ترک کرنے سے شروع ہوتی ہے اور آرام کا ترک کرنا فی الحقیقت دشوار ترین امر ہے۔ کوئی بھی کسی قیمت پر رات کی نیند اور دن کا آرام، سکھ اور جنین قربان کرنا

نہیں چاہتا۔ ہر حال میں انسان اپنے فانی جسم کو آرام ہی پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ سب سودا کرنے کو گوارہ کر سکتا ہے مگر آرام کو فروخت کرنا ہرگز گوارہ نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ لوگ قبر میں مردہ بھی لاتے ہیں تو اس طرح کہ اس کو آرام پہنچ۔ اصل نفس کشی آرام ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہے جو سوائے فقیروں اور درویشوں کے اور کوئی دوسرا اس راز کو نہیں جانتا اور نہ ہی اس پر مستحمل ہو سکتا ہے۔ دنیا کی خوراک، پوشاک اور ہائش و آرام ہے اور فقیر کی خوراک، پوشاک اور ہائش ترک آرام اور ترک عافیت ہے۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۲۲۰

”تسلیم و رضا اہل بیت کے گھر کی چیز ہے ہر شخص کا حصہ نہیں۔“ (وارث پاک)

یہ معاملے ہیں نازک، جو تری رضا ہو تو کر

کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریقِ خانقاہی

(اقبال)

تسلیم و رضا زبان سے کہہ دینا بجتنا آسان ہے مگر اس سمندر کو دل کے کوزہ میں بھرنا اتنا ہی دشوار اور کٹھن ہے یہ کسب یا عادت سے نہیں ہوتا، یہ وہی چیز ہے۔ یہ اللہ کی خاص عنایت ہے۔ جس کو بخش دے۔ یہ فیض اہل بیت کو اللہ نے بخشنا ہے، اس میں کسی اور کا حصہ نہیں۔ اہل بیت سے مراد حضرت علی شیر خدا مشکل کشمکش، حضرت بی بی فاطمہ، حضرت بی بی عائشہ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین جیسی بابرکت اور جلیل القدر، ستیاں ہیں اور ان کی نیک آل اولاد تک اس کی زنجیر کا سلسلہ آتا ہے۔ جنہوں نے تسلیم و رضا پر زندگی شروع کی اور تسلیم و رضا پر ہی چانگ زندگی کو گل کیا۔ کوئی ان میں امام اولیاء کوئی امام الفقرا، کوئی ان میں امام الشہداء کے لقب بابرکت سے نوازے گئے، تسلیم و رضا کی منزل کا جو امتحان پر ورثا گار عالم نے لیا اور جس حسن و خوبی سے اہل بیت نے اس منزل کا امتحان دیا۔ قلم میں یہ طاقت نہیں کہ اس کے شہر برابر حصہ کو بھی قلبم بند کر سکے۔ حق ہے امام الانبیاء، رحمت اللعلیین محبوب خدا، احمد مجتبی محمد مصطفیٰ ﷺ کے اہل بیت اگر امام الاولیاء امام الفقرا امام الشہداء ہوتے تو اور کون ہو سکتے تھے۔ اتنا بڑا اظرف اور اتنی بڑی عزت اور کسے نصیب ہو سکتی تھی، کہنے کو تو سب ہی تیار ہیں مگر قربانی پیش کر کر ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ سلسلہ بتانے سے قبل اپنے فعل اور عمل کو بھی دیکھو۔ تسلیم و رضا و دشوار گزار منزل ہے جہاں پڑے پڑے فقیر، ولی، قطب، ابدال، غوث پارہ کی طرح تحریرتے ہیں، جہاں ایک چوٹ دل پر پڑی نہیں کہ ان کی تصدیق کا پھاڑ رائی بن کر اڑ جاتا ہے۔ کبھی بلندی کبھی پستی۔ جوان اولاد کو دفتانے کے وقت عورتوں کی طرح چلا چلا کر رونا شروع کر دیتے ہیں اور پھر راہ حق میں سر کھانا اور پھر اپنے ہی جسم کے ایک ایک قطرہ سے تسلیم و رضا کا امتحان دینا بہت بڑی منزل ہے۔ ہزار بار لاکھ بار بلکہ کروڑوں کروڑ بار حق ہے کہ یہ صرف اہل بیت ہی کا حق ہے اور حصہ

ہے۔ چونکہ فقیری اہل بیت کے یہاں سے ہی شروع ہوتی ہے۔ کروڑوں میں ایک تقدیر والا ایسا فقیر ہوتا ہے جو تسلیم و رضا کی دولت بے پناہ سے سرفراز ہوتا ہے مگر حقیقت کی دنیا میں سب فقیر اس بات کی تمنا اور دلی آرزو رکھتے ہیں کہ وہ روحانیت کے چراغ پر پسل پردا نہ ثار ہو جائیں۔ مگر وہ ہزار میں نو ہزار نو سو ننانوے فقیر پردا نہ کی جگہ بجوزے بن جاتے ہیں۔ جن کا ظاہر بھی کالا اور باطن بھی کالا ہی ہوتا ہے۔ لا پچی بجوزہ اور کبی فقیر میں کوئی فرق نہیں، جس طرح کالا بجوزہ اباغ باغ، پھول پھول، زال ذال مارا چلتا ہے پھر بھی اس کا لامع ختم نہیں ہوتا۔ اسی طرح کبی فقیر شہر شہر، محلہ محلہ، گمراہ، دولت عزت اور بجات روٹی کیلئے مارے مارے پھرتے ہیں اور ساری زندگی طرح طرح کا جھوٹ بولتے بولتے مر جاتے ہیں مگر با مراد نہیں ہوتے۔ فقیری بے تسلیم و رضا ایک پھول ہے، جس میں خوب نہیں۔ ایک لال ہے جس میں چمک، دمک اور رنگ نہیں۔ ایک موٹی ہے جس میں آب نہیں۔ (حسین دارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۲۱

”عشق جس کو ملا ہے حضرت پنجتن سے ملا ہے۔“ (وارث پاک)

ہے میرے دل میں فروزان داغِ عشق اہل بیت
ذہوئٹا پھرتا ہے ظلِ دامن حیدر مجھے

(اقبال)

پنجتن سے مراد حضرت نبی کریم احمد مجتبی محمد مصطفیٰ ﷺ، حضرت بی بی فاطمہ، حضرت علی شیر خدا، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین ہیں۔ عشق کی بظاہر جتنی سختیاں اور جتنی دشواریاں ہیں سب کی سب پنجتن پاک حضرات پر ختم ہو چکی ہیں۔ اسی طرح بہاطن اس کی جتنی رسمتیں اور عنایتیں ہیں وہ بھی آنحضرات ہی پر ختم ہو چکی ہیں۔

پیارے نبی کریم ﷺ کی ساری زندگی کی دشواریوں کفار مکہ کی جہالت اور اہل عرب کی ظلمتوں کو زرانظر غور سے دیکھو، کون سی تکلیف تھی جو آپ کو نہ دی گئی ہو۔ وہ کون سا جہالت اور ضلالت کا لفظ تھا جو آپ کی ذات مبارک کے خلاف استعمال نہ کیا گیا ہو۔ وہ کون سا الزام اور بہتان تھا جو آپ کی شان با برکت پر عائد نہ کیا گیا ہو۔ مگر ان تمام باتوں کا جواب آنحضرت ﷺ نے پروردگار عالم کے حضور دعائے خیر سے دیا۔ دعا یہ کہ نادان ہیں، جامل ہیں، ان کو بخش دے۔ ہدایت دے، روشن دل بنادے، جہالت کا پردہ ان کی آنکھوں پر سے ہٹادے، گمراہی اور ضلالت کی مہران کے دل پر سے توڑ دے، اپنی وجہ معرفت سے سمجھوں کو ملامال کر دے۔ آپ کی ذات با برکت سر اپا رحمت تھی۔ اس لئے رحمت ہی رحمت کی بارش بر ساتے رہے۔ چنانچہ فقیروں کو رحمت حضرت محبوب خدا کی طرف سے ملی ہے۔ حضرت بی بی فاطمہ رحمت اللعائیم کی دختر نیک اختر تھیں۔ حضرت علیؑ کی شریک حیات تھیں اور حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی والدہ محترمہ تھیں۔

رضاد تسلیم کی میل جو آپ کی ذات بابرکت نے قائم کی ہے، وہ صفتِ امتی پر نظر نہیں آئی اور نہ قیامت تک نظر آئے گی۔ یہی بہبہ ہے کہ آپ کا لقب ام الفقراء فرار پایا۔ عورت کی شامدار عنعت، ایمان کی پیشگی، الطیع اللہ واطیع الرسول کی ایک زندگی بھروسہ تھیں۔ فقیروں کی ہر جن اور شخص مگری میں آپ متا اور پیار کا پیالہ لئے کھڑی رہتی ہیں۔ آپ کی زندگی کے سنبھرے نئان فقیروں کیلئے شمع ہدایت ہے، چراغ راہ ہیں، جام کوڑ ہے۔ عورتوں کو روحانیت کا سبق خصوصیت کے ساتھ حضرت بلی قاطرہ سے ہی ملتا ہے۔ حضرت علی شیر خدا، مجاهدوں، شہیدوں اور فتنی اللہ ہونے والے فقراء کیلئے اپنی طرف سے ہمت اور کامیابی کا سند رسم بجزن کر دیتے ہیں، آپ کا بزرخ آتے ہی تکست فتح سے بدل جاتی ہے، تاریکی دور ہو جاتی ہے اور روشنی ساری فضا میں پھیل جاتی ہے۔ فقیر کی ہر منزل پہ جب کہ اس کی ہمت اور حوصلہ جواب دے رہا ہو حضرت علیؑ اس کی دیگری فرماتے ہیں۔ آپ مولا مشکل کشا ہیں۔ اسی طرح فقیروں کو امتحان کی ساری تباخیاں حضرت امام حسنؓ سے ملی ہیں آپ نے زہر کا پیالہ جس خوشی و شادمانی سے اللہ کے نام پر پی کر آرام فرمایا، اس کی مثال اس دنیا میں نہیں ملتی ہے۔ آپ کی زندگی با مراد کا یقش قدم فقیروں کیلئے شاہراہ کا کام کر رہا ہے۔ آپ کا بزرخ فقیروں کیلئے باعثِ سکون اور راحت ہے۔

حضرت حسینؑ جو شہیدوں کے سردار اور امام ہیں، ان کی شان بابرکت کا کیا پوچھنا

سرداد نداد دست در دست نزید

حنا کہ بنائے لا اللہ است حسین

اس سے بڑی شان اور کیا ہو سکتی ہے شہیدوں، مجاهدوں اور فقیروں کیلئے آپ کی شہادت ایک شمع ہدایت ہے،

فقیر جب کبھی اس منزل پر ڈگ گا تا نظر آتا ہے، آپ کا بزرخ آتے ہی اس کے قدم فولاد کے ہو جاتے ہیں۔

غرض فقیر کی راستہ اور منزل پہ کیوں نہ ہو، اسے کامیابی پختن پاک کے ہاتھوں ہی سے نصیب ہوگی۔ فقیر کی

چودھی یہی ہے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۲۲

"ہندو حلقة بگوش کوتا کید فرمایا ہے کہ برہم پہچانو اور پتھر کونہ پوجا اور جھٹکے کا گوشت نہ کھاؤ۔" (وارث پاک)

نورِ نظرتِ ظلمت پیکر کا زندانی نہیں

نگ ایسا حلقة انکارِ انسانی نہیں

(اقبال)

ہندو حلقة بگوش کو وارث پاک فرماتے ہیں کہ برہم پہچانو، بھاگوت گیتا میں شری کرشن بھگوان نے عبادت کا سب سے اچھا طریقہ یہ بتایا ہے کہ اکار سے اچھا، نزاکار کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اکار وہ عبادت ہوتی ہے جو مورتی یا

جانوروں سے کی جاتی ہے اور نزاکار وہ جس کو وحدانیت کہا جاتا ہے۔ اس میں اللہ پاک کی، صرف ایک ہستی کی، صرف طاقت کی، صرف نور کی، صرف ماں کی عبادت ہوتی ہے۔ یہاں انسان اور اس کی عبادت کے سامنے کوئی مورثی، کوئی شکل، کوئی پتھر نہیں رہتا۔ نزاکاری کی راہ پر بڑے بڑے سادھو، سینیاسی سنت چلا کرتے ہیں۔ مورثی پوچھنا تصور کو قائم کرنے کیلئے ہے۔ ذیال پختہ ہوتے ہی اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ طریقہ عبادت زمانہ طلبی کا ہے۔ بچپن کا زمانہ ختم ہوتے ہی اسے بھی ختم ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر انسان کی بدستی اور پنڈتوں کی خود غرضی اور شکم پرستی کی بنا پر یہی طریقہ عبادت انسانی زندگی کے بڑھاپے کے زمانہ کیلئے رائج ہو گیا۔ روح انسانی کی جگہ جسم انسانی اور نور کی جگہ نارے لے لی ہے۔ اسی لئے بندہ نواز دارث پاک اپنے ہندو طبقہ بگوش کوتا کید فرماتے ہیں کہ ”برہم پہچانو اور پتھر کونہ پوچھا اور جھٹکے کا گوشت نہ کھاؤ“، رب اور رام میں کوئی فرق نہیں چاہے اللہ کہو یا ایشور بات ایک ہی ہے۔ عبادت دل سے ہوتی ہے، نام سے نہیں۔ جو سچا ہے خدا اس کے ساتھ ہے کیونکہ خدارب اللعائیں ہے۔ وہ سب کا خدا ہے۔ ہر شے میں اسی کا جلوہ ہے۔ اسی کا نور ہے۔ اسی کی روح ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اکار کو چھوڑو اور نزاکار کو پکڑو۔ (حسین وارثی)



چہارغ راہ نمبر ۲۲۱

”خدا نے ہر کام کیلئے وقت مقرر کیا ہے اور بعد کو یہ حدیث پڑھا کرتے تھے۔ کل امر مرهون باوقات ہا۔“

(وارث پاک)

وقت کے افسوں سے تھمتا نالہ ماتم نہیں

وقت زخمِ تنیخ فُرقت کا کوئی مرہم نہیں

(اتمال)

دنیا وقت پر بنائی گئی۔ قیامت بھی وقت پر ہی آئے گی۔ انسان کا جنم بھی وقت پر ہوتا ہے اور موت بھی وقت پر آتی ہے، نہ ایک منٹ اور نہ ایک منٹ بعد۔ یہی تو کارخانہ قدرت کی خوبی ہے کہ اس کا سارا کام بالکل وقت میں پر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ پروردگار اپنا سارا جلوہ، نیک ساعت اور خوب وقت دیکھ کر اپنے چاہئے والے متواouis اور جانشوروں کو دکھاتا ہے۔ اس کے بر عکس حضرت انسان کی فطرت ہے۔ ان کا کوئی وقت میں نہیں۔ یہ ابھی پیدا ہوئے اور ابھی بوڑھا بھی ہو جانا چاہتے ہیں۔ فقیری کی ابھی پہلی منزل بھی طنہیں کی مگر خواہ شندہ ہیں کہ آخری منزل پر آپ جلوہ افروز ہوں۔ یہ انسان کی فطری کمزوری ہے۔ اسی لئے پروردگار عالم نے نہایت پیارا اور محبت کے انداز اور لہجہ میں انسان کو جو اس کی خلقت کا سب سے بڑا شاہکار ہے ظلوماً جھولا کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ جلد باز اور نادان۔ واقعی آدمی ہر بات میں جلد بازی کرتا ہے مگر یہ فطرت اس کی صرف عیب ہی نہیں ہے بلکہ ہنر بھی ہے۔ انسان کبھی کبھی اپنی جلد بازی سے ایسی کامیابی کی

منزل چھو لیتا ہے کہ قدر کے کارخانہ میں ہاچول بھی جاتی ہے جیسے معراج کا واقعہ، محبوب خدا نے اتنی جلد حسن اور عشق کی دوسری کو ایک کر دیا۔ یہاں فرشتوں کے پر جل رہے ہیں وہ اپنی آگ کو ہی بچانے کی لگل کر رہے ہیں کہ اتنے میں دیہ شنید بھی ہو گئی۔ سچان اللہ کتنی مبارک اور کتنی قابل فخر جلد ہازی تھی۔ ایں سعادت بزور بازو نیست، تانہ تکش خدا نے بخشنده۔ اتنا ضرور ہے کہ خدا نے ہر کام کیلئے وقت مقرر کیا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اپنی ایک منزل قائم کرے خواہ وہ منزل دنیا داری کی ہو یا روحانیت کی، ایسی منزل کو مضبوط پکڑ کر عمل کرتا جائے۔ مخت، سچائی اور ایمانداری کے ساتھ کام کرنا چاہئے۔ کامیابی ضرور نصیب ہو گی۔ دریا سویر گر مزدوری ضرور طے کی اس پر اسے تصدیق ہوئی چاہئے۔ کسی کی محنت یا یتکل را یگاں نہیں جاتی، یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۲۲۳

”اگر بدھانہ رہے تو مسجد و مندر میں ایک دکھائی دے۔“ (وارث پاک)

سروری زیبا فقط اُس ذات بے ہتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بُتانِ آزری

(اتمال)

مسجد، مندر، گرجا، شیوالے یہ سب گمراہ کی عبادت کیلئے ہیں۔ گراہیک ہے گرناام جدا جدا۔ انسان ایک ہے گرناام عیحدہ عیحدہ۔ عبادت ایک ہے گر طریقہ جدا جدا۔ ماں ک ایک ہے گرناام عیحدہ عیحدہ ہے۔ ذات ایک ہے گر صفات جدا جدا۔ سب کا راستہ ایک ہے۔ سب ایک ہی ماں کو پکارتے ہیں۔ صرف آواز بدی ہوئی ہوتی ہے گر دل سب کا اسی ذات واحد ہی کا طالب ہوتا ہے جس کو آپ اور ہم مانتے ہیں۔ اسی کو سب مانتے ہیں اور ایک ہی ماں ک کے ہم سب بندے ہیں پھر سوال یہ ہے کہ اس کے بعد جنگ کیوں، لڑائی کیوں، نفرت کیوں، بیگانگی کیوں، ایک قوم کے لوگ دوسرے قوم کے کمزور لوگوں کی جان لیکر خوش کیوں ہوتے ہیں؟ اس کا واحد سبب بقول وارث اک بدھا ہے۔ دنیا کا سارا فساد بدھا ہے یعنی شک و شبہ۔ اس کی بنیاد میں نفرت اور غلط فہمی پوشیدہ ہوتی ہے۔ سارے عبادت خانے دبدھا و غلط فہمی کا شکار ہو کر ماں ک کی دنیا میں ماں ک کے بندوں پر ماں ک ہی کی زمین پر ایک دوسرے کو وزع کر رہے ہیں۔ ایک ہی ماں ک کو الگ الگ رنگ میں الگ الگ شکل میں الگ الگ صورتیں اس طرح بیان کر رہے ہیں جیسے وہ ایک نہیں بلکہ ان گنت ہیں۔ اسی لئے بندہ نواز وارث پاک اپنے حلقة بکوش مریدوں کو جس میں ہرمہ ہب و ملت کے لوگ شامل ہیں خصوصاً اور کل بی نی نوع انسان کو عموماًہدایت فرماتے ہیں کہ ”اگر بدھانہ رہے تو مسجد و مندر میں ایک دکھائی دے۔“ نہ ہب و ملت کا مقصد پیار و محبت ہے نہ کنفرت اور عادات، سب کہتے ہیں کہ ہم اونچے ہیں اور فقیر کہتا ہے سب اونچے ہو۔ کوئی بیچانہیں کیونکہ ماں ک سب کا ایک

ہے اور وہ سب سے اوپر چاہئے۔ دل پیدا کرو۔ عبادت خانے بڑھانے سے کچھ حاصل نہیں۔ خدا کو عبادت چاہئے عبادت خانے نہیں۔ دل والے چاہئیں زبان والے نہیں۔ حضور قلب چاہئے، مغرب و رسم اور دماغ نہیں۔ انسانیت چاہئے انسان نما حیوان نہیں۔ آدمیت چاہئے آدمی نما درندے نہیں۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۲۵

”توحید سے واقف ہونا دشوار ہے۔“ (وارث پاک)

خودی سے اس طلسمِ رنگ و نوکو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

(اقبال)

نمہب اور توحید میں بہت فرق ہے۔ نمہب رسم و رواج کی چہار دیواری میں بند ہے۔ اس کی ایک حد ہے۔ اس کی ایک بندش ہے مگر توحید نہ تو چہار دیواری میں ہی بند ہے اور نہ اس کی کوئی حد ہے نہ کوئی بندش ہے۔ یہ ایک لامحدود ہے، تمام بندشوں سے مبراہے، ہر جگہ ہے اور ہر شے میں ہے۔ دماغ انسانی یا نمہب انسانی جو ایک محدود شے ہے، ایک لامحدود شے یعنی توحید سے واقف ہونا چاہتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک قطرہ، ایک سمندر بیکراں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک محدود شے ایک لامحدود ذات کا پتہ کس طرح لگائیکی ہے۔ یہ بالکل ناممکن امر ہے۔ اسی وجہ سے دنیا میں نمہب یا ملت کے نام پر جتنے بھی فساد برپا ہوئے ہیں یا ہونے والے ہیں اس کی ساری ذمہ داری انسانی عقل و دماغ پر ہے۔ جس پر الہیں اور شیطان کی حکومت ہے۔ اسی لئے بندہ نواز وارث پاک بالاعلان ارشاد فرماتا ہے ہیں کہ ”توحید سے واقف ہونا دشوار ہے۔“ دشوار ہے ان کیلئے جو توحید کو عقل و دماغ کے حدود میں بند کر دینا چاہتے ہیں، دشوار ہے ان کیلئے جو نمہب، قوم ملت اور گروہ کو چہار دیواریوں میں قید کر دینا چاہتے ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نمہب میں سب کچھ ہے اور دوسرا کے نمہب میں کچھ نہیں۔ ان کو توحید کا پتہ قیامت تک نہیں مل سکتا۔

توحید کا سراغ اس کو ہو گا جو دل سے مولا کا عاشق ہو۔ جس کی دل کی آنکھیں مندر، مسجد، گرجا، شیوا لے، یہاں نک کر دئے زمین کے ذرہ ذرہ میں ذات واحد کی نورانی مل دیکھنے لگیں۔ ننگ دل، تنگ ظر، اور تنگ دماغ توحید کے مجید کو نہیں پاسکتے یہ کام کسی اور کاہے۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۲۶

”رام اور رب ایک چیز ہے۔“ (وارث پاک)

محفلِ کون و مکاں میں سحر و شام پھرے
مئے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے

(اقبال)

ملک، نہ ہب، دلش، بدیش، گروہ، انسان کا دل و دماغ، آب و ہوا اور اپنے ماحول میں ہی زیادہ تر لگا رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان جس چیز کے رنگ میں رہتا ہے ساری زندگی اس کو اسی رنگینیوں سے فرست نہیں ملتی۔ تقریباً پدرہ کوں پر ہی زبان بدلتی رہتی ہے ایک ملک یا ایک صوبہ میں ہی کتنی طرح کی زبان لوگ بولتے ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ چاہے زبان چینی ہو یا جاپانی، ہندوستانی ہو یا روی، انگریزی ہو یا عربی۔ چاہے زبان کتنی ہی بدلتی رہے۔ مگر انسان ایک سماں ہوتے ہیں ان کی زبان بھی ایک ہوتی ہے مگر آواز الگ الگ انداز سے اور جگہ جگہ کے لحاظ سے بولی جاتی ہے۔ چاہے کوئی کیسی ہی دلتن زبان کیوں نہ بولے مگر مقصد زندگی سب کا ایک ہی ہوتا ہے، سب کا چاند ایک، سورج ایک، زمین ایک، آسمان ایک، بھوک ایک، پیاس ایک، نیند ایک، موت ایک، زندگی ایک، بچپن ایک، جوانی ایک، بوڑھا پا ایک۔ غرض زندگی کی جتنی بھی منزلیں ہیں اس میں کیا مرد کیا عورت، ضرورت کے لحاظ سے ایک ہی فطرت رکھتے ہیں۔ خدا کی وحدانیت نے کثرت کو پیدا کیا اور تمام کثرت یہاں تک کہ ذرہ ذرہ میں وحدانیت پوری شان کے ساتھ جلوہ گر کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس چانگ راہ میں بندہ نواز وارث پاک نے صاف صاف سورج کی کرن کی طرح ظاہر کر کے رکھ دیا ہے کہ ”رام اور رب ایک چیز ہے“، رام سے مراد راجہ رام ہرگز نہیں بلکہ وہ رام جس نے راجہ رام کو بھی پیدا کیا۔ یعنی الشور، بھگوان، یا خدا، صبح سے لے کر شام تک، پیدائش سے لے کر موت تک ہر وقت خدا اپنی بندوں کو صاف صاف کہرا رہا ہے کہ ہماری نظر میں نہ کوئی بڑا ہے اور نہ ہی چھوٹا، میرا پیار سب کو حاصل ہے۔ یہ انسان کا ”ہم“ ہے جو غور کی شکل میں جگہ جگہ زہریلے پھل کی طرح نقصان وہ درخت میں لگا ہوا ہے۔ پنڈت اور مولوی کی نظر الگ الگ مگر فقیر کی نظرِ محکم خدا کی آواز پر گلی رہتی ہے۔ فقیری میں نہ رام الگ ہے اور نہ ہی رب نہ ہندو الگ ہے اور نہ ہی مسلم نہ مندرا الگ ہے اور نہ ہی مسجد وہ جہاں رہتا ہے صرف شان خدا کو دیکھتا رہتا ہے۔ دنیا کا سکون اس وقت قائم رہ سکتا ہے جب پنڈت اور مولوی رام اور رب میں فرق قائم کرنا چھوڑ دیں۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چانگ راہ نمبر ۲۲۷

”عاشق ہر چیز میں معشوق کا جلوہ دیکھتا ہے۔“ (وارث پاک)

حریم ذات ہے اس کا نیشنِ ابدی
نہ تیرہ خاک لجھ ہے، نہ جلوہ گاؤ صفات

(اقبال)

عاشق وہی ہوتا ہے کبی نہیں۔ زیادہ تر کسی عاشق بہر دپنے ہوا کرتے ہیں جو داڑھی بڑھا کر، گروکھرا پہن کر دیرانوں میں ایک تہائی کی جگہ بیٹھ کر سب سے پہلے اپنے رب کو دھوکا دیتے ہیں اور جب ان کی جھوٹی شہرت اور بزرگی اور وہ کو معلوم ہوتی ہے تو سادہ دل لوگ، مخصوص مان، بہن، بیٹیاں، بھائی اور لڑکے اس کی فرمی باتوں کے چکر میں آ جاتے ہیں۔ کچھ دن تک وہ دنیا کو لوٹا رہتا ہے پھر قدرت کی طرف سے انصاف کی اندھی لاخی سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جاتا ہے۔ شیر کی کھال پینے ہوئے بھیڑیا لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے اور اپنے کئے کی سزا اٹھا کر فنا ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں عاشق سے مراد فنا فی اللہ سے ہے جو طالبِ کوفافی اللہ کے راستے پر تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ وہ جانباز مجاہد اور سچے سپاہی اپنے دھن میں دن رات آگے بڑھتے ہی جاتے ہیں اور ایک وقت وہ اپنی عبادت کی سچائی کا جلوہ بھی دیکھنے لگتے ہیں۔ پھر ان کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہاں توبہ کی اپنے ہیں کوئی غیر نہیں، کوئی دشمن نہیں، کوئی شیطان نہیں، کوئی ابیس نہیں، کوئی مرد دو نہیں، جو کچھ ہے سب اپنا ہی دل، اپنا ہی دماغ، اپنی ہی غلط آرزو ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ذرہ ذرہ میں توحید مسکرار ہی ہے۔ نہ ہندو ہے نہ مسلمان، نہ کافر نہ مومن، اگر ہے تو صرف اللہ اور اس کے جلوے۔ باقی سب نظر، دل اور دماغ کا دھوکا۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۲۸

”عاشق کا کام روتا ہے۔“ (وارث پاک)

رُلاتی ہے مجھے راتوں کو خاموشی ستاروں کی
زلا عاشق ہے میرا، زمالے میرے نالے ہیں

(اقبال)

عشق ایک فریاد ہے اور جب تک عاشق کی فریاد قبول بارگاہ نہ ہو اس کی جستجو، اس کی ماگ، اس کی کوشش اور اس کا آنسو ختم نہ ہو۔ اگر عاشق کا آنسو خلک ہو گیا یعنی اس کی نظر ٹھنڈی ہو گئی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب دل عشق کی تپش سے خالی ہو گیا ہے۔ اب طالب کے دل میں آرزو کا طوفان تھم گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ عاشق تا جنہیں، عشق دام نہیں اور معشوق چیز نہیں کہ دام دے کر خرید و فروخت کی جائے۔ عاشق حاکم نہیں جو معشوق کو حکم دے اور معشوق مان جائے۔ عاشق آقانہیں اور معشوق غلام نہیں جو آقا کی دلی خواہش کو پورا کرنا اپنا فرض اولین تصور کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ عاشق مکمل سوال ہے اور معشوق سراپا جواب، عاشق صرف سوال کر سکتا ہے اور معشوق اپنی مرضی کا مختار ہے۔ چاہے تو جواب دے یا خاموشی کو راہ دے۔ سارا جھگڑا سوال و جواب کا ہے اگر معشوق میں خاموشی اور فراموشی کی طاقت ہے تو عاشق میں بھی سوال پر سوال کی طاقت ہے۔ یہاں تک کہ سوالوں کے طوفان سے وہ ایک نیا آسمان اور نئی زمین بھی کھڑی کر سکتا ہے۔ دیکھا ہیں گیا ہے کہ

عاشق ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے اور سخت سے سخت معشوق کو اپنے عاشق کا انتظام کرنا ہی ہوتا ہے۔ اللہ سب سے سخت معشوق ہے اور ایک دن وہ اپنے عاشق کی پریت سے خوش ہو ہی جاتا ہے۔ صرف خالص آنسوؤں کے سندھر کی ضرورت ہے اور بس۔ بقول بندہ نواز وارث پاک، عاشق کا کام روتا ہے اور اسی آنسوؤں کے قطرے ایک دن کامیابی کے موئی ہو کر برلن لگتے ہیں۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۲۲۹

”عاشق کو لازم ہے کہ سرکٹ جائے مگر شکایت نہ کرے کیونکہ قاتل بھی غیر نہیں۔“ (وارث پاک)

ہے بقاءِ عشق سے پیدا بقا محبوب کی
زندگانی ہے عدم نآشنا محبوب کی

(اتبال)

یہ اشارہ ان خوش نصیبوں کیلئے ہے جن کو اللہ پاک اپنی خاص محبت کی نظر اور اپنے پیار دالے ہاتھ سے جام شہادت دینے والا ہے۔ اس اشارہ کو وہی خوش نصیب سمجھ بھی سکے گا جو شہید ہو کر زندہ جاوید ہو جانے والا ہے۔ جیسا کہ حضرت منصورؓ نے سرکٹا دیا مگر اپنی راہ سے الگ نہیں ہوئے۔ سرمدؓ نے سردیدیا مگر اپنے عشق کو مدھم ہونے نہ دیا۔ حضرت سیدنا حسینؑ نے سردیدیا مگر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا۔ یہاں تک کہ شہید ان کر بلانے مسکراتے اپنے اپنے سروں کو کٹوادیا مگر اف تک نہ کی۔ شہدائے اسلام کا سر اسی طرح تن سے جدا ہوتا آیا ہے اور قیامت تک جدا ہوتا ہی رہے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کا مقصد صرف پروردگار کی خوشنودی ہے۔ حکم بھی پروردگار کا۔ جسم بھی پروردگار کا۔ سر بھی پروردگار کا۔ قاتل بھی پروردگار کا۔ مقتول بھی پروردگار کا پھر دشمن کون اور غیر کون، صرف نظر کا دھوکا ہے۔ یہ توصل کا ایک بہانہ ہے۔ عارضی زندگی کو جاوید زندگی بنانے کا عاشق کو سنبھرا موقع ہے اور بے بہا عطیہ ہے۔ سرکٹے ہی زندگی اور موت دونوں گلے مل جاتی ہے۔ نہ زندگی ختم ہوتی ہے اور نہ ہی موت عاشق کی ہی نظر میں خدا کی تصویر دکھائی دیتی ہے۔ عاشق وہ جوموت کی بازی لگا کر بھی مسکراتے۔ یہاں شکایت کی گنجائش نہیں۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۲۳۰

”معشوق کی عطا ہو یا جفا عاشق کیلئے راز ہے۔“ (وارث پاک)

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں ذیر و بم
عشق سے منی کی تصویریوں میں سوزِ دم بدم

(اتبال)

معشوق سے مطلب بندہ نواز وارث پاک کا ہمیشہ پروردگار کون و مکان کی طرف ہوتا ہے۔ کچی بات تو یہ ہے کہ معشوق کی طرف سے کبھی جفا ہوتی ہی نہیں ہے۔ یہاں حوالظا ہر الباطن کا پردہ سامنے آ جاتا ہے۔

ناممکن ہے کہ معشوق کسی بھی درجہ پر اپنے پچے عاشق کو جفا کی منزل پر لانا تو درکنار اس کو جفا کی منزل پر دیکھنا بھی گوارا کرے۔ انتہا تو یہ ہے کہ ایسے احساس جس سے اس کے جانباز عاشق کے جسم کے ایک باریک روئیں کے نوث جانے کا احتمال ہو، خواب و خیال میں بھی گوارا ہو ہی نہیں سکتا۔ عاشق کی ظاہر خستہ حالی ہی تو اس کے پاک، بے غرض اور قابل فخر عشق کی سجاوٹ ہے۔ یہی تو ایک ضد ہے کہ ”تو ہی تو“ کے سوا یہاں دوسرے کی رسائی نہیں۔ یہاں تک کہ خدا کی کچی محبت ہی فقیر کی غذا بن جاتی ہے۔ وہی چاہت کھانا، وہی محبت پانی اور وہی لگن ہوا بن کر سانس کی بے پرنگہ بار بُن کر ایک ایسا دلواز سنگیت چھیڑ دیتی ہے، جس کی مت دھن میں عاشق ایک بے تاب پنځے اور جان پنچھا اور کرنے والے پروانوں کی طرح بُس ایک ہی پرواز میں اپنی شمع الہی کے قدم چوم کر شہید ہو جانا چاہتا ہے۔ مگر وہ رے نظام قدرت۔ ایش الہی کے روشن ہوتے ہی ان گنت پروانے اور لاحساب پنځے طاہر اور باطن، خودی اور خدا کا راز، فطرت کی آواز میں سمجھانے جتنے اور شہوت پیش کرنے کی انوکھی ترکیب شروع کر دیتے ہیں۔ اب دنیادار بے تصدیق، بہروپے، آنکھ کے روشن، دل کے اندر ہے، دماغ کے فقیر، دل کے ڈھونگی بوا ہوس، فرمی، ظاہر پر ایمان رکھنے والے، باطن کی تصدیق سے محروم اور نامراد فقیر راز حقیقت کی پیچیدگیوں تک پہنچنے سے قبل ہی اپنی عبادت، اپنی فقیری کی آبروکھو بیٹھتے ہیں۔ یہی تو وہ کسوٹی ہے جہاں ہڑے بڑے جمدادی کی جھینیں ایک نا امیدی کا جال بن کر ان کو، ہی نا کامی کے پھندے میں پھنسا کر رکھ دیتی ہے۔ جن سروں پر یہ جنم لیتی ہے ان ہی نادانوں کو گرفتار کر کے قیامت تک کیلئے مجرم بنا کر رکھ دیتی ہے۔ اسے شمع الہی کے قدموں کا بوسہ لینے والے پروانو۔ اول کھول کر یاد کرو کہ ”معشوق کی عطا ہو یا جفا عاشق کیلئے راز ہے اور وہ راز ہے صرف چاہت پیار اور کامیابی۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۲۳۴

”عاشق نہ تعریف سے خوش ہوتا ہے نہ ملامت سے رنجیدہ۔“ (وارث پاک)

میں انتہائے عشق ہوں، تو انتہائے حُسن

دیکھئے مجھے کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

(اقبال)

یہ بات تو اکثر عشق مجازی میں بھی دیکھی گئی ہے کہ اگر کسی سے کسی کو گاؤ ہو جاتا ہے تو وہ محل، خاندان، خویش اقارب، دوست و احباب، سب کے طعنے سنتے رہتے ہیں مگر اپنے عشق کو کبھی شرمندہ ہونے نہیں دیتے۔ عاشق تعریف اور

لامت کی کبھی پرواد نہیں کرتا کیوں کہ اس کی دنیا میں یہ بات مہمل قرار دی جاتی ہے۔ عشق کے معنی نشہ کے ہیں اور نہیں میں ہوش ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی نشہ چھایا نہیں ہے۔ عاشق اپنے میں اور طبیعت پسند منزل کا بہادر را ہی ہوتا ہے۔ دنیا کی تمام رکاوٹوں کو وہ اپنے راستے کی ایسٹ اور پتھر خیال کر کے کبھی مٹکرا دیتا ہے اور کبھی راستہ کاٹ کر اور آگے بڑھ جاتا ہے۔ بالکل یہی حالت راہ طالب اور دیدار حق کی تلاش کرنے والے را ہیوں کی ہوا کرتی ہے۔ ان کی نظر میں دو راستے ہیں، ایک راہ حیات دوسرا راہ مولا۔ عاشق خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ ان کے دونوں ہاتھوں میں کامیابی ہے اگر راہ مولا طے ہو گئی تو دیدار ہو کر ہی رہے گا اور اگر راہ حیات ختم ہو گئی تو خدا کے ساتھ ساتھ محظوظ خدا خود مریض عشق کو سکون اور کامیابی والی چادر اپنے ہاتھوں سے اڑھادیں گے۔ بھلاس حقیقت کے سامنے عاشق کہاں دوسرا جانب بڑھنے والا ہے۔ وہ تن، میں، دھن، سب کی بازی لگا دیتا ہے۔ عشق کی لہر میں سرتاپا بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اسے نہ تو تعریف کی فکر رہتی ہے اور نہ رنجیدہ ہونے کا خیال۔ یہی وہ راز ہے جس کو بندہ نواز وارث پاک اپنی خاص الیص عنایت سے اہل دل، اہل نظر اور فقرا کیلئے اجاگر کر رہے ہیں کہ عاشق نہ تعریف سے خوش ہوتا ہے اور نہ ہی لامت سے رنجیدہ۔ "تعریف اور لامت سے وہ فقیر اثر زدہ ہوتے ہیں جو اس راز حقیقت سے غافل ہوتے ہیں۔ راہ مولا میں غافل اور نادان لوگوں کی کسی بھی بات پر فقیر دھیان نہیں دیتے۔ فقیر آسمان رو حانیت کے سورج، چاند اور ستارے ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف معشوق کی رضاوت تسلیم ہوتی ہے اور بس۔ (حسین وارث)



چراغ راہ نمبر ۲۳۲

"عاشق جب سب کو چھوڑتا ہے تب یار سے ملتا ہے۔" (وارث پاک)

شانِ کرم پہ ہے مدار عشقِ گرہ کشائے کا

ذیر و حرم کی قید کیا! جس کو وہ بے نیاز دے

(اتآل)

عشق کی منزل شروع ہوتی ہے اس وقت، جب دل میں صرف معشوق کی صورت گھر کر لے۔ بوالہوں صرف نقال ہوتا ہے جو ہر سانس میں عشق کی نقل کرتا رہتا ہے اور اپنے ذلیل دل کو صبح و شام دھوکا دیتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ساری زندگی ایک پاگل کی طرح زندگی گزار کر ابلیس کی محلے کر قبر میں اتار دیا جاتا ہے اور پھر بہر و پچھے پن کی سزا کا آغاز قبر کی پہلی شب سے لے کر حشر تک اس کے ناپاک جسم پر خدا کی لعنت اور سزا کے کوڑے پڑتے ہی رہتے ہیں۔ اس وقت سوائے نفسی نفسی کے اور کچھ چارہ نہیں ہوتا۔ انجام یہ کہ اللہ کے انصاف کے بعد جہنم کی دکتی ہوئی آگ اور لہراتے ہوئے آگ کے شعلے کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ وہ دنیا دار جو ترقی کرنے والے لڑکے یا لڑکیوں کو اپنی طاقت یا اپنے فریب کے طریقے

بہادر کر دیتے ہیں، ان کی اولاد ایک دن بربادی کے راست پر آ کر ان کی ساری زندگی کی کمالی کو جواہر اور بدلی میں فتح کر دیتے ہیں۔ حلال کی کمالی اگر بدھن اولاد کو بھی ملے تو وہ نیک بخت ہو جائے گا اور حرام کی کمالی اگر نیک سے نیک انسان کو بھی ملے گی تو وہ بدر اور بدھن ضرور ہو جائے گا۔ کیونکہ جیسی دولت ویسا خرق کا راست یہ بات بہت مشہور ہے۔ اب بندہ نواز دارث پاک کے اس اشارے کو غور سے پڑھئے۔ ”عاشق جب سب کو چھوڑتا ہے تب یار سے ملتا ہے۔“ یہ حقیقت جس طرح روحانیت کی دنیا کیلئے آفات کی طرح روشن ہے، اسی طرح ما دیت والی دنیا کیلئے بھی ہے۔ دنیا کے جس بڑے انسان کی تاریخ اٹھا کر دیکھتے تو یہی معلوم ہو گا کہ وہ اپنے عمل میں اپنے فعل میں اپنے کارنا میں میں عاشق جگر سوز تھا۔ دنیا کے تمام دیگر معاملات سے بالکل علیحدہ، بے سروکار اور مستغفی ہو کر مثل فرہاد جوئے شیر نکالنے کی دھن میں لگا ہوا تھا۔ نیک اسی طرح طالب حقیقی جب تک دنیا کے تمام ناتے اور رشتے کو نہیں چھوڑتا ہے، تب تک دیدار یا نصیب نہیں ہوتا ہے۔ دنیادار ہو یا فقیر سب کے سب خدا کے عاشق بن سکتے ہیں۔ واسطہ صرف خدا سے رہنا چاہئے۔ دنیا بھر کی آس اور امیدوں کو قربان کر کے اللہ کے فیصلے پر کاروان زندگی کو روایں رکھو سب طاقتوں کو چھوڑ کر اللہ کی طاقت پر بھروسہ رکھو۔ جہاں شیطان ہن انیں کہ اللہ کا جلوہ سامنے آیا۔ جو لوگ خدا کو چھوڑ کر اپنی عقل کو جراغ راہ بناتے ہیں، اپنا سب کچھ کھو بیٹھتے ہیں۔ بہت سے ایسے بھی دنیادار ہوتے ہیں کہ جو علم و عقل کے مالک ہوتے ہوئے بھی شیع الہی کو جراغ راہ بنانا کاروان زندگی منزل کو بڑے درپے طے کرتے جاتے ہیں اور دین و دنیادنوں میں سرخوئی حاصل کرتے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی منزل بڑے سے بڑے فقیر کی منزل سے بھی زیادہ بلند درج رکھتی ہے۔ اللہ کہتا ہے جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا..... اور جو اللہ کا ہوا اس کا سب کچھ ہو گیا۔ اس کی نجات دنیا ہی میں ہو گی۔ جنتی دنیادار بڑے بڑے فقیروں سے بھی بلند اونچا درج رکھتا ہے۔ دنیا کے سارے کاروبار میں پہنچنے کے بعد بھی اگر کوئی جنتی ہے تو وہ قابل مبارکباد ہے۔ سب کچھ چھوڑ کے تصور کرنا آسان ہے مگر ساری دنیا کے جھمیلے میں پھنس کر بھی ایماندار ہونا جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ کٹھن ہے پیارے۔ (حسین وارثی)



چار راہ نمبر ۲۳۳

”ایک زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ عاشق بھر کی شکایت کرتا ہے نہ وصل کی طلب۔“ (وارث پاک)

توڑ دیتا ہے بُتِ ہستی کو ابراہیمِ عشق
ہوش کا دارو ہے گویا مستیِ تسمیمِ عشق

(اقبال)

روحانیت کا دور شوق سے شروع ہوتا ہے۔ مگر جب راہ طلب پر مسافر روانہ ہوتا ہے تو پھر دکھ درد پریشانی، بدنامی، بھوک، پیاس کے سوا اس کے پاس کچھ نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ پہنچنے کیلئے ایک لگنؤں بھی پاس نہیں رہتی۔ ایسی ایسی

تکلیف کر آدمی تو آدمی پتھر بھی اپنی جگہ پانی بن کر بہہ جائے۔ لوہے کی دیوار بھی سوکھے ہوئے پتے کی طرح ہوا میں اور جائے مگر راہ حق کی تلاش کرنے والے اپنے دلوں پر زمین و آسمان کی تمام دشواریوں کو ایک ہی وحشت، ایک ہی جنون، ایک ہی ضد کی طاقت سے سبھتے رہتے ہیں۔ جہنم کی تکلیف اور فقیر کے امتحان میں صرف اتنا فرق ہے کہ گھنگار کی سزا دردناک اور عبرت ناک ہوتی ہے اور فقیر کی بختنی اور بے چینی کا انعام سکون اور پر بھار اس وقت بن کر روح میں اتر جاتی ہے جو موت اور زندگی کی حد بندیوں سے کہیں آگے بڑھ جاتی ہے۔ نہ یہاں موت ہے اور نہ ہی زندگی۔ زندگی سے لے کر قبر اور قبر سے لے کر حشرتیک فقیر اپنی لا فانی زندگی میں ایک ہی پر بھار انداز سے قائم رہتا ہے جب ہی تو بندہ نواز وارث پاک اس نظر راز کو کھوں کر پوری فقیری دنیا کیلئے چراغ راہ کا کام کر رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ عاشق بھر کی شکایت کرتا ہے اور نہ ہی وصل کی طلب۔ فقیر کا عشق جب پروان چڑھ جاتا ہے تو عاشق کو سکون کی منزل مل جاتی ہے۔ یہاں وہ غمی ہو جاتا ہے۔ تمام سوال و جواب لفظ مہمل کی طرح فقیر یا عاشق کے دل سے کا نور بن کر نکل جاتا ہے تو سارے سوال و جواب تسلیم و کامیابی اور ناکامیابی، راحت و رنج، یہ سب عشق کا کچا پن ہے۔ جب عشق پختہ ہو جاتا ہے تو سارے سوال و جواب تسلیم و رضا کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ تسلیم و رضا کی منزل آتے ہی عشق مکمل ہو جاتا ہے۔ تکمیل عشق ہوتے ہی اللہ کی طاقت سامنے آ جاتی ہے اور اللہ کی طاقت میں کمی اور زیادتی کو گنجائش نہیں۔ (صین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۳۲

”عشق میں کوئی غیر بھی نہیں اور بجز یار کے کسی سے سروکار بھی نہیں رہتا۔“ (وارث پاک)

خُن سے عشق کی نظرت کو ہے تحریکِ کمال
تجھ سے سر بزر ہوئے میری امیدوں کے نہال

(اتبال)

عشق میں کوئی غیر نہیں۔ اللہ نے کل کائنات کو ذرہ ہو یا پھر اڑ، قطرہ ہو یا سندھ، جیونٹ ہو یا ہاتھی۔ غرض تمام شے کو بہت ہی توجہ اور پیار سے بنایا ہے۔ خاص کر حضرت انسان کو تو بہت ہی رحم و کرم اور انہائی بخشش والے ہاتھ سے بنایا ہے اس مٹی کے پتلے کیلئے فرشتوں کے جذبات کو بھی مٹیں گلی مگر مالک کون و مکاں نے کسی بھی چیز کی پرواہ کئے بغیر از حد پیارے انسان کو اپنا شاہ کار قرار دیا۔ آدمی ہی کو اشرف الخلقوں کا خطاب بھی میرا ہوا۔ انسان کی بہت سی عادات میں پروردگار عالم کی خوب بھی دکھائی دیتی ہے۔ اب ذرا غور سے سوچو کہ عشق میں غیر کون ہو سکتا ہے۔ اللہ کی بارگاہ عزت میں ہر نہ ہب، ہر ملت، ہر قوم، ہر ملک کے لوگ بالکل برابر ہیں۔ اس کے پیار کے سندھ میں امیر، غریب، بوزھا، بچہ، مرد، عورت، تندرست، بیمار، سب کے سب بالکل برابر درجہ رکھتے ہیں۔ اب انسان کو چاہئے کہ بجز یار کے کسی سے سروکار بھی نہیں رکھے۔ خدا نے

سارے سنار کے آدمیوں کو پیدا کیا تو اس حساب سے بھی ساری دنیا کے آدمیوں کو خدا سے پیار کرنا چاہئے۔ ایک نے سب کو بنایا۔ سب مل کر ایک کو مانے لگیں تو حساب صاف ہو جائے۔ کس قدر صاف گوئی سے بندہ نواز وارث پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”عشق میں کوئی غیر بھی نہیں اور بجز یار کے کسی سے سروکار بھی نہیں رہتا۔“ اس دو جہان کی ساری نعمتیں ایک ہی مالک ہے نیاز کی امانت ہیں۔ سب کے سب ایک ہی کارگیر کے ہنر کی لامانی دستکاری کی انمول دلیل ہیں۔ یہاں افکر و نظر کو خاص کر ہدایت ہے کہ بجز یار کے کسی سے سروکار نہیں ہونا چاہئے جس پر کا بھی دامن تحام لیا ہے، اسے مضبوط کپڑا رکھو۔ در بذر کی خونکر کھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ سب چوبرا برابر ہیں۔ سب کی منزل ایک ہے سب کو درج بدرجہ مانو۔ عزت اور احترام کرو۔ ہر جگہ بیعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایک کے ہاتھ پر بیعت کے معنی کل کے ہیں۔ اس لئے کہ کثرت وحدت میں جذب ہے اور جو کوئی نادان بجز اللہ کے اپنا سریا جیں نیاز کسی بھی دنیاوی چیز طاقت اور مادے کے سامنے جھکاتے ہیں ان کا سجدہ اللہ کے سوا غیر اللہ کو ہے۔ غیر اللہ کو سجدہ الپیس کی پرستش کے برابر ہے۔ مشہور مثال ہے، اپنے تو یہاں سب ہیں، بیگانہ کون ہے، بیگانہ صرف شیطان ہے، الپیس ہے۔ دارثی بھائی اور بہنوں کو روحاں نیت کی راہ میں ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئے ہوا کارخ پچاننا چاہئے ایسا نہ ہو کہ بجز وارث پاک کے کسی اور سے ناتھ یا رشتہ یا سروکار قائم کر لیں۔ (حسین دارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۳۵

”کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عاشق شکایت کرتا ہے اور معشوق سنتا ہے۔“ (وارث پاک)

عشق کی گرمی سے شعلے بن گئے چھالے مرے
کھلتے ہیں بجلیوں کے ساتھ اب نالے مرے

(اقبال)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عاشق شکایت کرتا ہے اور معشوق پیار اور محبت سے سنتا رہتا ہے۔ مگر افسوس کہ نادان نقیر یا پاگل بندے شکایت کرتے کرتے دھعا باغی ہو جاتے ہیں۔ اس یا کا یک تبدیلی پر خدا پھر بھی موقع دیتا ہے کہ بغاوت کی آگ ذرا محنڈی ہو جائے تو میں اپنے روٹھے ہوئے نادان بندے کو سمجھا بجھا کر منالوں۔ مگر بد بخت انسان بغاوت کی سرحد پار کر کے گستاخی اور بے ادبی کی منزل میں قدم رکھ دیتا ہے۔ یہاں پر خدا کی حیرت ختم ہوتے ہی قہاریت کی جالی شان نمودار ہوتی ہے اور اپنی حد سے گزر جانے والے مجرم کے روم روم میں کوڑہ، زخم اور پیپ جیسی عبرتاں کے سزا اظاہر ہو جاتی ہے۔ راندہ درگاہ ہو کر بد نصیب اور بد بخت نقیر نہ دنیا کا رہتا ہے اور نہ دین کا۔ خدا نہ کرے کہ کوئی نقیر طالب مولا میں گستاخ اور بے ادب ہو کر راندہ درگاہ ہو جائے۔ گندے کتے کوٹھکانڈل سکتا ہے، خونخوار درندے اور زہر لیلے ناگ کی رکھوالی گوارہ ہو سکتی ہے مگر قہاریت کی آگ میں جلے ہوئے نقیر یا مادھو کو اتنی بڑی وسیع دنیا میں سرچھانے کی جگہ اور پناہ

نصیب نہیں ہو سکتی۔ اللہ توبہ ہے۔ اسی نے بندہ نواز وارث پاک نے ارشاد کر دیا ہے کہ ”بھی ایسا ہوتا ہے کہ عاشق شکایت کرتا ہے اور معموق سنتا ہے۔“

فقیری میں، چاہت میں، پیار میں ایک ایسی بھی منزل آتی ہے جہاں شکایت ہی معموق کو مرغوب ہو جاتی ہے۔ عاشق جتنی شکایت کرتا ہے معموق اتنا ہی خوش ہوتا ہے۔ جس طرح محبت میں ادب اور بے ادب کا فرق نہیں اسی طرح اسی طرح ایک منزل ایسی بھی آتی ہے جہاں شکایت خود عبادت کا درجہ لے لیتی ہے اور رحمانیت ایک خاص شفقت والی ادا سے شکایت کو عبادت کا درجہ دے کر سننے لگتی ہے۔ یاد رہے کہ جب خدا سے شکایت پیدا ہو جائے تو خوب اطمینان سے خدا کی شکایت خود خدا سے کرے۔ اب کون جانے کہ خدا کو یہی ادا پسند آجائے اور خدا اپنے بندے کی اس ہمت پر مسکرا لٹھے اور پروردگار کی نظر انتخاب اپنے روٹھے ہوئے بندے ہی پر پڑ جائے عشق کی محفل میں کسی چیز پر پابندی نہیں۔ صرف موقع، محل کی نزاکت کا خیال رکھنا چاہئے۔ خدا سے شکایت کرنا منع نہیں بلکہ شکایت کی چادر میں بدول ہونا، باغی ہونا، گستاخی کی منزل پر آنا سخت گناہ ہے۔ سچا وارثی وہی ہے جو معموق سے شکایت کرتے کرتے فنا ہو جائے مگر اس کی شکایت کا کوئی گواہ نہ ہو۔ اس بھید کو سوائے عاشق اور معموق کے، بندہ اور آقا کے، اللہ اور فقیر کے دوسرا کوئی نہ جانے اور کسی کو بھی کانوں کا انخبر نہ ہو۔ عشق میں رازداری ہی اصلی پونچی ہے بھائی۔ کہیں اسے بر بادنہ کر دینا۔ عاشق اور معموق کی نوک جھونک پر بھی تو عشق کی دیواریں کھڑی ہوتی ہیں پیارے۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۳۶

”جن کا عشق کامل ہے ان کا شوق و جوش، حیات و ممات، وصال و فراق میں یکساں رہتا ہے نہ اس کیلئے ترقی ہے نہ اس کیلئے منزل، بلکہ وہ ازدیاد و نقصان سے منزع ہوتا ہے۔“ (وارث پاک)

عشق کے خوشید سے شامِ اجل شرمندہ ہے
عشق سوزِ زندگی ہے، تا اب پائندہ ہے

(اقبال)

جو فقیر شیطان کے تمام جاں کو توڑتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے اور اس کا عشقِ حقیقی کامل یعنی کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ فقیر ”میں اور تو“ کے بھگڑے سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس کیلئے سردی و گرمی، زندگی و موت، حاضری و غیر حاضری، دیدار یا فراق، کامیابی یا ناکامی، ان سب دیواروں کو روندتا اور پھاندتا ہوا سکون کی منزل پر آ جاتا ہے۔ نہ اس کیلئے گھانا ہے اور نہ ہی نفع ہے غرض۔ تمام تر دنیاوی بکھیزوں سے دامن بچاتے بچاتے ایک دن قطرہ سمندر سے ملنے چلا جاتا ہے۔ عاشق کامل کی یہی پیچان ہے کہ دنیا جس قدر تکلیف دیتی ہے، فقیر مسکرا تا ہے۔ اسے ہر چیز اپنی اصلی خوبی کے ساتھ دکھائی دینے لگتی ہے۔ یہ فانی دنیا اپنے

سینہ پر ہر چیز فانی رکھتی ہے۔ چنانچہ فقیری بھی فانی ہے مگر وہ اپنی محبت اور پچی تصدیق کے طفیل اپنے آپ کو زندہ جاویدہ بناتا کر سست ہے غم ہر وقت مسکرا تارہتا ہے۔ وہ تو ایسا صدابہار بنا ہوا ہے کہ اس کے بانغ کو بھی خزاں کامنہ دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ کیونکہ اس کی چلوواری کی خزاں بھی اپنے سینہ میں بہار چھپائے ہوئے آتی ہے جو دل کی آنکھوں والے دوراندیشوں کو صاف صاف دکھائی دینے لگتی ہے۔ جن کا عاشق کامل ہے وہ دنیا میں بھی کامیاب اور دین میں بھی با مراد ہیں۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۳۷

"عاشق کو ایک صورت کے سوا دوسری صورت کا خیال حرام ہے۔" (وارث پاک)

ہے بقاۓ عشق سے پیدا بقا محبوب کی
زندگانی ہے عدم نا آشنا محبوب کی

(اتبال)

عاشق وہی بنتے ہیں جو ایک شکل کے دیوانے ہو جائیں۔ جیسے مجنوں کو لیلی، فرہاد کو شیریں، ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لیلی کے بد لے میں ہزاروں عورتوں کو پیش کیا گیا کہ لیلی کے علاوہ ان میں سے کسی ایک کو لے لو۔ مگر مجنوں زندگی کی آخری سانس تک لیلی ہی لیلی کہہ کر فتا ہو گیا مگر اس نے دوسری صورت قبول نہ کی۔ اسی طرح فرہاد نے پھاڑا اور پھر وہی سے نکرا نکرا کر جان دیدی مگر شیریں کے بد لے میں اس نے کسی بھی عورت یا لڑکی کو قبول نہ کیا۔ ان گنت عاشق اور وہ بھی عاشق مجازی اس روئے زمین پر آئے ختم ہوئے۔ دور حاضر میں زندہ بھی ہیں اور آنے والے زمانہ میں آتے ہی رہیں گے مگر وہ اسی طرح ایک ہی صورت کے دیوانے رہے ہیں اور ہیں گے۔

ہر صورت پر دل لٹانے والے کو ہر جائی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس کی نظر ایک کے سوا کئی پر ہوتی ہے اس کو با الہوس یا بدمعاش کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عاشق وہی جو ایک کا دیوانہ ہو۔ بالکل یہی حالت معرفت اور روحانیت کی ہے۔ بہت سے دیوی اور دیوتا کے ماننے والوں کی تصدق ایک کے مقابلہ میں ہمیشہ خام رہتی ہے جس کی نظر ایک سے دو پر رہتی ہے اس کو خدا نہیں ملتا اور جو ایک ہی کا دیوانہ ہوتا ہے وہ دیوانہ پر وانہ ہو کر اپنی ہی شمع کو چوم کر زندہ جاویدہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے وارث پاک نے صاف صاف ہدایت کر دی ہے کہ عاشق کو ایک صورت کے سوا دوسری صورت کا خیال حرام ہے جب کوئی چیز حرام ہو گئی تو اس کا رہنا اور نہ رہنا فقیر کیلئے دونوں برابر ہے۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۳۸

"محبت کسی کو ہنساتی کسی کو رلاتی ہے۔" (وارث پاک)

احوالِ محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا
سوز و تب و تاب اول، سوز و تب و تاب آخر

(اقبال)

محبت کے بغیر کارخانہ قدرت میں ایک قدم بھی چلنے کی گنجائش نہیں۔ دنیا دار ہو یا فقیر، ماں ہو یا باپ، خدا ہو یا بندہ؛ ہر جگہ محبت ضروری ہے۔ محبت کی چال تو ایک ہوتی ہے مگر رخ و مقام ہوتے ہیں۔ ایک رخ بھی پر قائم ہے اور دوسرا آنسو پر۔ جس طرح ماں کا آنسو اور مسکراہٹ اپنے بچے کیلئے ہر لحاظ سے بچے پیار کی ویل ہے، اسی طرح سب ماؤں کے خالق اور محبت کے خالق پر دروغ اگر عالم بھی اپنے نیک بندوں کی بے انتہا محبت کے بدله میں کسی کو آنسو بخش دیتے ہیں اور کسی کو مسکراہٹ، محبت ایک ہی ہے۔ اس کی چال بھی ایک مگر اس کے رخ صرف دو ہیں۔ مگر اس رخ کا اثر بھی آگے بڑھ کر ایک ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر فقیر کی آنکھوں میں بچے اور عقیدت سے بھرے ہوئے آنسو ہر وقت ستاروں کی طرح چکتے ہوئے ہی ملیں گے۔ زیادہ تر فقیر محبت میں اس طرح سرشار ہو جاتے ہیں کہ ہر آن ان کی آنکھوں میں آنسو خود بخود نمودار ہوتے ہی دکھائی دیتے ہیں۔ خوشی کے موقع پر بھی ان کی آنکھوں سے مسکراہٹ کے بدله آنسو پک جاتے ہیں معصوم سے معصوم بچے کو گود میں لے کر پیار کرتے کرتے ان کی آنکھوں سے پیار کے آنسو اس طرح بر سے لکتے ہیں جیسے موتی برس گئے ہوں اور اسی کے بر عکس بعض فقرا کو مسکراہٹ ملتی ہے۔ جوان سے جوان، عزیز سے عزیز تر کی موت پر ان کی شکل اس طرح مسکراتی رہتی ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ سات سات وقت کے فاتح پر بھی وہ اس درجہ شاداب مسکراہٹ پیش کرتے ہیں کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ موت کی آخری بچکی اپنا فرض دا کر رہی ہے مگر فقیر کے چہرے پر مسکراہٹ ہنوز زندہ اور پائندہ ہے۔ انتہا یہ کہ قبر میں جب ان کے چہرے پر کفن سر کایا جاتا ہے تو وہی مسکراہٹ آخری سلام کا جواب دیتے ہوئے نظر آتی ہے۔ کیا خوب اشارہ ہے بندہ نواز وارث پاک کا کہ ”محبت کسی کو ہنساتی ہے اور کسی کو رلا تی ہے۔“ (حسین داراثی)



چراغ راہ نمبر ۲۳۹

”محبت میں رقبت ضرور ہوتی ہے۔“ (وارث پاک)

رقبت علم و عرفان میں غلط بنی ہے منبر کی
کہ وہ حلائج کی سُولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا

(اقبال)

محبت میں رقبت ضرور ہوتی ہے۔ اس لفظ پر دھیان دیجئے اگر کسی کو صحیح معنوں میں خدا سے محبت ہو جائے تو پھر

دیکھئے کہ اس خوش نصیب انسان کے کتنے بد نصیب دشمن ہو جاتے ہیں۔ خدا سے محبت کرنا کوئی جرم نہیں اور محبت تو زم نظرت رکھتی ہے جس سے کسی کو کسی طرح بھی نقصان پہنچ نہیں سکتا مگر جہاں کہیں خدا سے پچی محبت کرنے والا بندہ پیدا ہوا نہیں کہ شیطان کی الہیست میں قبر آ جاتا ہے۔ وہاں زلزلہ غمودار ہو جاتا ہے۔ شیطان کو خدا کی محبت والا کوڑہ بہت زور سے لگتا ہے۔ وہ بیتاب ہو کر چینجھلا اٹھتا ہے اور مخصوص و نیک طالب بندے کو پھر طرح طرح کے شیطانی جاں میں پھنسانے کیلئے دھاگے بننے لگتا ہے۔ بھائی بہن، ماں، باپ، دوست احباب، رشتہ دار، ذات پات، محلہ ٹولہ، گاؤں، بستی، شہر در شہر جانے کہاں کہاں سے طرح طرح کی آوازیں طرح طرح کی پتیں اور ذلتیں کی بوچھاریں تو آموز طالب کے سر پر پڑنی شروع ہو جاتی ہیں، یہاں تک کہ جانی، مالی، عزت، آرام، گھر، دروازہ، حق، حقوق، سب سے محروم ہو جانا پڑتا ہے۔ مگر اتنا کچھ ہوتے ہوئے بھی شیطان آرام کا سانس نہیں لیتا بلکہ طرح طرح کی بیماریوں کی بارش شروع کر دیتا ہے۔ کیوں کہ شیطان کا یہی آخری حملہ ہوتا ہے اور بہادر فقیر ان تمام منزلوں کو خدا کی محبت پر قربان کر کے خود کو بھی قربان کر دیتے ہیں اور جنت کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ شیطان کف افسوس ملتا ہی رہ جاتا ہے۔ ”محبت میں رقبابت ضرور ہوتی ہے۔“ بالکل حق ہے پیارے۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۲۰

”بام حقیقت کی کند محبت صادق ہے۔“ (وارث پاک)

پا گئی آسودگی کوئے محبت میں وہ خاک
مُذْتَوْل آوارہ جو حکمت کے صحراؤں میں تھی

(اقبال)

بام حقیقت کیا، صرف خدا۔ وہی ایک زندہ حقیقت ہے باقی فسانہ اور انسان تو ایک ایسا غلط فہم معتمد ہے جس کا نہ وجود اور نہ ہی ٹھکانہ۔ آج یہاں اور کل خدا جانے کہاں ہو۔ پتھر کا نکڑا کل اپنی جگہ پرل سکتا ہے مگر آدمی ایک سانس کے ہیر پھیر میں کہاں سے کہاں چلا جاتا ہے کسی کو کچھ نہیں معلوم۔ کیونکہ جانے والے جاتے تو ہیں مگر پلٹ کر آج تک واپس نہیں آئے۔ بس یہی وجہ ہے کہ بندہ نواز وارث پاک فرماتے ہیں کہ ”بام حقیقت کی کند محبت صادق ہے۔“ یہی دیکھا گیا ہے کہ جس نے بھی خدا کو پایا ہے۔ محبت صادق ہی کے ذریعہ پایا ہے جس کو دیکھو محبت صادق ہی کی سیر گھی پر سوار ہو کر اپنی طاقت اور اپنے طرف کے مطابق قدم اوپر بڑھاتا رہتا ہے۔ خدا اس دل میں خود آکر بیٹھ رہتا ہے جس میں محبت صادق کا سمندر لمبارہ ہو۔ پچ عاشق کی دعا جب عشق بجازی میں اپنی مثال آپ رکھتی ہے تو بھلا عاشق حقیقی کی روشن راہ پر بیٹھے ہوئے قابل احترام عاشق کی دعا اور بددعا میں بجلی کا اثر کیوں نہ ہو۔ اگر چمکی تو سارے راستے اجاگر اور روشن ہو گئے اور اگر بد دعا کی شکل

میں گری تو سب کچھ جل بھن کاراکھ ہو جاتا ہے۔ دین دنیا میں نجات چاہتے ہو تو بام حقیقت کو پانے کیلئے محبت صادق کی سیر حیی استعمال میں لاو۔ یہی راہ نجات کا واحد ذریعہ ہے پیارے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چہا غ راہ نمبر ۲۳۱

”منصور کی بیتابی نے منصور گودار پر چڑھایا ہے۔“ (وارث پاک)

منصور کو ہوا لب گویا پیام موت
اب کیا کسی کے عشق کا دعویٰ کرے کوئی

(اقبال)

غور کرنے کی جگہ ہے کہ کامیاب اور بامرادمنصور گو بھی بیتابی کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی حد سے آگے بڑھنا پڑا اور روحانیت کی دنیا میں ایک ایسا زلہ برپا ہو گیا کہ آج تک روحانیت کے پروانے حیران ہیں کہ منصور کی بیتابی کو سراہا جائے یا اس عمل سے رنجش کا اظہار کیا جائے۔ نہ یہاں سراہنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی رنجش کے اظہار کی جگہ ہے۔ بلکہ وارث پاک بندہ نواز کے قول کو غور سے پڑھو۔ نقطہ خود بخود کھل جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”منصور کی بیتابی نے منصور گودار پر چڑھایا“ بس کس نے وار پر چڑھایا، بیتابی نے۔ ہمارے بہت سے بھائی اور بھینیں طلب مولا میں ہر وقت بیتاب رہتے ہیں۔ عبادت کم اور معجزہ کی فکر زیادہ۔ تصدیق برائے نام اور دعا، بددعا، گندعا، تعریز بہت زیادہ۔ اسی طرح عمل سے خالی مگر کرامات دکھانے کی جستجو ہر وقت کرتے رہتے ہیں اور طرح طرح کے خیالی پلااؤپکاتے رہتے ہیں۔ نت نئے نئے ہوائی قلعے بناتے رہتے ہیں۔ وہ کبھی رحمۃ اللعالمین کی زندگی اور ان کی پیروی کا خیال نہیں کرتے۔ کبھی شیر خدا کے برزخ کو تصور کے عالم میں پیش لانا نہیں چاہتے بس ہر وقت مرید بڑھانے اور ان کی طرح طرح سے خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ کامیاب اور بامرادمنصور کی بیتابی نے تو ان کو دار پر چڑھادیا۔ خبردار، ہوشیار کہیں تمہاری بیتابی اور بے قراری تمہیں جہنم کا رزق بنا کر نہ رکھ دے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چہا غ راہ نمبر ۲۳۲

”فرشتوں کو محبت جزوی ملی ہے اور انسان کو محبت کامل دی گئی ہے۔“ (وارث پاک)

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے!

(اقبال)

جب آتشیں فرشتوں کو اپنی عبادت کا بھر پور یقین ہو گیا اور اپنی فرمانبرداری پر نازار ہونے لگے تو پروردگار عالم نے آگ کے مقابلہ میں مٹی کا ایک پتلہ بنایا اور حکم فرمادیا کہ اے نیک فرشتو۔! اس پتلہ خاکی کو سجدہ کرو۔ یعنی اس کی اہمیت کے قائل ہو جاؤ۔ اس میں بڑی طاقت ہے۔ اسے میں نے اپنی صورت پر بنایا ہے۔ بڑی چاہت اور پیار سے بنایا ہے۔ یہ ہماری شکل میں ایک ہماری ہی مصوری ہے۔ اس میں ہماری روح ہے۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس کو یقین نہ ہوا اور اس نے اپنا سر تسلیم ختم نہیں کیا۔ خدا کو ابلیس کی نادانی اور کھلی بخاوت پر بہت رنج ہوا۔ ابلیس راندہ درگاہ ہوا اور انسان کا ازی دشمن جان بننا۔ یہ ابلیس ہی کی دشمنی کا نتیجہ ہے کہ حضرت آدم اور حضرت حوالیہ السلام کو دنیا میں آتا پڑا۔ خدا کے پیار سے ہٹایا ہوا ابلیس بھی دنیا میں پہنچ گیا۔ وہ اس لئے دنیا میں آیا کہ خدا کے بندوں کو راہ راست سے بھٹکائے اور جہنم کو ان سے بھر دے۔ مگر خدا کا مقصد ہی کچھ اور تھا جس کو شیطان بھی نہ سمجھ سکا۔ یہ اشارہ وارث پاک کا اسی فلسفہ کی طرف ہے۔ طالب مولا اور روحانیت کے متالوں کو خوب غور سے بالخصوص اس اشارہ کو پڑھنا چاہئے اور محنثے دل سے وارث پاک کی محبت سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اب انسان پے درپے دنیا میں آنے لگے۔ ابلیس اپنی ذلیل حرکتوں کے ذریعہ گروہ انسانی کو گمراہ کرتا گیا۔ آقا اور بندے کے رشتے کو توڑتا گیا۔ وقتاً فوتاً انسان کی اصلاح اور چراغ راہ کیلئے پیغمبر آتے گئے۔ مگر ابلیس اپنی پوری طاقت سے اپنی ذلیل طریقوں کے ذریعہ فتح ہوتا گیا۔ اللہ نے ایک لاکھ چوبیں ہزار پیغمبر روئے زمین پر نازل کئے اور ابلیس نے تمام پیغمبروں کو جی بھر کر پریشان کیا۔ آخر کار تمام پیغمبروں نے انسان کی بد بخشی اور بد نصیبی کے سبب بد دعا کی۔ ابلیس اپنی فتح پر چھولانہ ساتھا کہ پروردگار عالم نے اعلان کر دیا کہ اب میں اپنے آخری پیغمبر اور اپنے محبوب کو دنیا میں بھیج رہا ہوں۔ اس کے بعد قیامت تک میں کسی بھی رسول ﷺ کو نہیں بھیجوں گا۔ شیطان اپنے نصیبہ پر ناز کر رہا تھا۔ اتنے میں خاتم النبین رحمت اللعالمین ﷺ تشریف لے آئے۔ روز اول دل ہی سے محبت شروع ہو گئی۔ قرآن پاک نازل ہوا۔ ابلیس کے پرکٹ گئے۔ آسمانی فرشتوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ انسان اور اس قدر کامل محبت کس طرح ادا کر سکتا ہے۔ معراج کی رات آئی فرشتوں کی حیرت ختم ہوئی۔ جبرائیلؑ کے پر جلنے لگے مگر محبت کامل کی حد ختم نہیں ہوئی۔ آخر کار حسن اور عشق ایک ہو گیا۔ راز و نیاز ایک ہو گیا۔ فرشتے سب قائل ہو گئے کہ فرشتوں کو محبت جزوی ہی ہے اور انسان کو محبت کامل دی گئی ہے۔ ”انسان سے مراد یہاں صرف رحمت اللعالمین حضرت محمد ﷺ سے ہے۔ بھائیو اور بہنو جب اس چراغ را کو پڑھو تو محبوب خدا پرورد بھیجو۔ (حسین وارث پاک)



چراغ راہ نمبر ۲۳۳

”محبت کی حقیقت تحریر و تقریر میں نہیں آسکتی۔“ (وارث پاک)

غواصِ محبت کا اللہ نگہبان ہو
ہر قطرہ دریا میں دریا کی ہے گھرائی

(اتہل)

محبت کی حقیقت تحریر و تقریر میں نہیں آسکتی۔ بیشک بھلا کس کو تاب ہے کہ وہ محبت کی حقیقت کو قلم یا زبان سے انشا کر سکے۔ ارے نادان خدا کی تعریف تو محبت کی زبان سے شروع ہوتی ہے۔ اب بھلا خدا کی تعریف کون کر سکتا ہے۔ جب کر حضرت انسان کو خود نہیں معلوم کراللہ کی مہربانیاں خود ان کے اوپر کس قدر ہیں۔ جتنی مہربانیوں کا انسان کو علم ہے، اگر ان ہی کرم فرمائیوں کی تعریف کرنے والے بیٹھے جائے تو انسان خدا کی ایک تعریف کو بھی وضاحت کے ساتھ کمکل طور پر بیان نہیں کر سکتا۔ پھر بھلا حساب تعریف جس کو انسان کی عقل خود نہیں جان سکتی کیونکہ اس کی تعریف کر سکتی ہے۔ اس پر اتنی قدرت والے پروردگار کی کمکل تعریف انسان کی محدود عقل سے بہت زیادہ بالاتر ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اس پر بھلا تحریر کی کیا بساط قلم بھی شترنخ کے گروں کی طرح اپنے چیز اور معنی کے دو گروں کے اندر ہی الجھاپڑا ہے۔ بھلا وہ دین و دنیا کے مالک کی حمد کو کیا قلب بند کر سکتا ہے۔ نہ ہی زبان میں یہ طاقت کہ وہ خدا نے لامکان کا کمکل ذکر کر سکے۔ قلم اور زبان خدا کی تعریف کرنے کے ہرگز ہرگز قابل نہیں۔ ایک محدود شے، لا محدود کا سراغ کیسے لگا سکتی ہے۔ ایک قطرہ حقیر ایک سمندر بیکراں کو اپنے اندر کیسے سا سکتا ہے۔ یہ کام کسی اور کا ہے ہی وجہ ہے کہ بندہ نواز دارث پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”محبت کی حقیقت تحریر و تقریر میں نہیں آسکتی۔“ یہاں صرف دل کی گھرائی میں فقیر اپنے مالک کی تصویر دیکھ کر خود سراپا حیرت کا پتلابن کر رہ جاتا ہے۔ اس منزل پر نہ تحریر کی ضرورت ہے اور نہ ہی تقریر کی۔ یہاں تو صرف تصدیق کی حکومت ہے اور خاموشی کی ضرورت ہے۔ منزل روحا نیت راز میں شروع ہوتی ہے، راز میں پروان چڑھتی ہے اور راز میں ہی کفن اوڑھ کر پیوند خاک ہو جاتی ہے۔ یہاں نہ تحریر کی ضرورت ہے نہ تقریر کی۔ جب روز حشر آئے گا تو اللہ کا فصلہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی خودا لگ کر کے دکھادے گا۔ اہل قلم والی زبان جب نفسی نفسمی کرتے ہوں گے، فقیر مست و بے پرواہ سیر کرتے نظر آئیں گے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۲۳

”جن کو محبت صادق ہے وہ خاموش رہتے ہیں۔“ (دارث پاک)

عزت ہے محبت کی قائم اے قیس! جا بِ محمل سے
محمل جو گیا عزت بھی گئی، غیرت بھی گئی، لیلا بھی گئی

(اتہل)

سجان اللہ کیا خوب جتاب جنت مکانی بندہ نواز وارث پاک کی کرم فرمائیاں ہیں۔ کس قدر پیار کے اندازے نفرا کو سبق رو حانیت دے رہے ہیں۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”جن کو محبت صادق ہے وہ خاموش رہتے ہیں۔“ محبت صادق سے مراد ہے اپنے آپ کو بلاشک و شبه پروردگار عالم کی مرضی کے حوالے کر دینا۔ بس اس منزل پر نہ ضرب لگانے کی ضرورت ہے نہ ہی جنگلوں اور پھاڑوں میں بھکنے کی ضرورت ہے۔ انسان دنیا میں رہے، تجارت کرے یا تو کری کرے مزدوری کرے یا ہوائی جہاز چلائے۔ فاقہ کرے یا کارخانہ اور مل چلائے۔ کروڑ چتی ہو یا پدم چتی، فقیر ہو یا ایسا سادھو اپنے سارے معاملے کو اللہ کے حوالے کر دے۔ انشاء اللہ یہ ز اپار ہے۔ جن کو محبت صادق ہے وہ خاموش رہتے ہیں۔ ان کو پریشان ہونے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ جو قطرہ سمندر سے ملا وہ خود سمندر ہو گیا۔ یہاں صرف تصدیق کامل کی ضرورت ہے۔ ذرے ذرے کاہنا نے والا اور ان کا حساب رکھنے والا بھلا ایسے قابل، محبت بھرے دل کو کیوں کر فراموش کر سکتا ہے جو اپناب کچھ خدا کی محبت کے حوالے کر کے ایک مضموم بچے کی طرح اپنی بھولی بھالی آنکھوں سے اپنے خدا کے ہر فیصلہ کو خوشنما رنگیں کھلونے کی طرح منظور کر لیتا ہے اور راضی رہتا ہے۔ اب مالک چاہے خوش رکھے یا رنجیدہ۔ جن کو محبت صادق ہے وہ خاموش ہی رہتے ہیں۔ بولے وہ فریاد کرے وہ جو اپنے آپ کو خدا سے الگ خیال کرتا ہے اور جو خدا کی محبت میں چھاؤ رہتا ہے وہ فریاد اور شکایت کی منزل سے الگ ہو جاتا ہے۔ محبت بھرا دل خود بادشاہ ہوتا ہے۔ دل کی بادشاہت سب سے بڑی دولت سب سے بڑا سکون ہے پیارے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۲۵

”محبت بھی ایک خدا کا راز ہے۔“ (وارث پاک)

اس کی نفرت بھی عیق، اس کی محبت بھی عیق

قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پر شفیق

(اقبال)

محبت ہمیشہ دل کی نرمی سے شروع ہوتی ہے اور جب تک دل گداز ہوتا ہے، محبت اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ شیشہ دل میں مسکراتی رہتی ہے۔ جس طرح خدا کو اپنے رسول سے محبت تھی۔ اسی طرح رسول گو اپنے خدا سے محبت تھی۔ محبت کا سلسلہ بی بی آمنہ، بی بی فاطمہ، بی بی عائشہ سے گزرتا ہوا شیر خدا سے آباد ہوتا ہوا سیدنا حضرت صنُون اور حسینؑ سے ہو کر شہدائے کربلا سے لے کر فقیر، قطب، ابدال، غوث، مندوم، زاہد، عابد، مولوی، حافظ، مفتی، مودون، نمازی، متقی، تہجد، گزار، فنا فی اللہ سے لکھ فنا فی الرسول تک یکساں آیا ہے۔ فلسفی، موحد، مجدد، جس کے دل کی گھرائی میں دیکھو گے سب کے اندر اللہ اور اللہ کی محبت کے راز والے فلفہ کو کسی نہ کسی عنوان اور انداز سے کھولتے ہوئے ہی دیکھو گے۔ یہی وجہ ہے کہ بندہ نواز

دارث پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ "محبت بھی ایک خدا کا راز ہے"۔ جہاں یہ راز افشا ہو انہیں کہ ساری منزلیں طے۔ ساری بے چینی ختم، سارا طوفان خاموش، سارے سوال اپنے آپ جواب کے سمندر میں پکھل پکھل کر روپوش ہو جائیں گے۔ دنیاداری ہو یا رو حانیت ہر منزل پر محبت آفتاب کی طرح چمک چمک کر راہ کی تاریکی اور دشواریوں کو محبت کی روشنی میں پیار کی لطافت میں ایک خونگوار اور وقاردار ساتھی بنا کر دنیادار یا رو حانیت کے انجان مسافر کو اس کی منزل تک بینیر کسی دشواری کے پہنچاد بنتا ہے اور جہاں پیار نہیں وہاں ایمان نہیں۔ جہاں ایمان نہیں، وہاں خدا نہیں اور جہاں خدا اللہ ہو جاتا ہے، اس جگہ شیطان کی منزل اجاگر ہو جاتی ہے۔ اس شیطان کی جو خود بھی راندہ درگاہ ہے اور وہ اپنے ساتھی کو بھی راندہ درگاہ کر کے رکھ دیتا ہے۔ بھائیو اور بہنو محبت خدا کو دل میں جگد دوتا کہ شیطان تم سے دور رہے۔ (حسین وارثی)



چاغ راہ نمبر ۲۳۶

"رنج پنج تو صبر راحت پنج تو شکر کرو۔ کیوں کہ سب خدا کی جانب سے ہے اساب دنیا کا بہانہ ہے۔" (دارث پاک)

چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثلِ نکہتِ ٹھل

ہوا ہے صبر کا منظور امتحان مجھ کو

(اقبال)

زندگی کا سفر اول سانس سے لے کر آخری سانس تک بغیر رکے بس چلتا ہی رہتا ہے اور جس دن آخری سانس ختم ہو گئی، انسان اسی جگہ مٹی کا ڈھیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ زندگی ایک ایسا خواب ہے جس کو رو حانیت والوں کے سواد و سراکوئی سمجھتی نہیں سکتا۔ یوں تو انہن جاندار یا جانور پیدا ہو کر زمین، پانی اور ہوا میں سانس لے رہے ہیں مگر حضرت انسان سب جانداروں میں ایک انوکھی فطرت رکھتے ہیں۔ پیدا ہوتے در نہیں، طفلی اور نادانی کی دنیا سے عقل کی نگری میں آئے نہیں کہ بس یہ زمین، آسمان، سمندر، پہاڑ، غرض ذرہ سے لے کر پروردگار عالم تک ہر فلسفہ کو منشوں میں سمجھ لیتا اور پھر ان سب طاقتیوں پر اپنی کرامت تک دکھادیتا ہی نہیں چاہتے بلکہ اس کام کو اپنی مشنی میں بند کر لیتا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کو معلوم ہوتا چاہئے کہ حضرت آدم سے بھول جو قائم ہے وہ ہنوز ختم نہیں ہوئی اور پھر ان کی پیدائش ایک قطرہ حقیر و نجس سے رونما ہوئی ہے اور ان کی فنا ایک مٹی کا ڈھیر ہے۔ یہ سب کچھ حقیقت کے رہتے ہوئے بھی حضرت انسان اپنی نادانی اور جلد بازی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے حالانکہ قریب ساری دنیا کے جاندار اپنی حد بندی کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔ صرف انسان ہی ایک ایسی جاندار ہستی ہے جو اس کا خیال بہت کم بلکہ بالکل نہیں کرتی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ شیطان اور ابلیس ان کا کثر دشمن ہے۔ جس نے حدادب سے گزر کر بغاوت کی اور انسان کی عظمت کو نہ مانا اور پروردگار عالم کے غصہ کا شکار ہوا اس پر بھی اس کی نفرت ختم نہ ہوئی اور قیامت تک کیلئے مہلت لے کر انسانوں کو بر باد کرنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے۔ وہ اپنی ذات اور

رسویٰ کا بدلہ روزاول سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قیامت تک کل بنی نوع انسان سے لے رہا ہے اور لیتا رہے گا۔ آنہ کار مرد اور عورت گا جرمولی کی طرح اس کے دام فریب میں اپنا سب کچھ کھو رہے ہیں اور کھوتے ہی رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بندہ نواز وارث پاک نے فرمادیا ہے کہ ”رنج پہنچ تو صبر، راحت پہنچ تو شکر کرو۔“ کیوں کہ سب خدا کی جانب سے ہے، اسباب دینا کا بہانہ ہے، ”رنج میں جو لوگ غصہ سے کام لیتے ہیں ان کو ابلیس خدا سے باغی کر دیتا ہے اور کامیابی پر جو لوگ مفسر و ہوجاتے ہیں، ان کو شیطان خدا سے غافل کر دیتا ہے۔ یہاں کی دنیا بھی نرالی ہے۔ رنج و راحت ناکامی و کامیابی سب راستے کی دھوول اور گرد ہیں۔ مسافر کو صرف اپنی منزل سے غرض رکھنی چاہئے۔ دنیا وی کامیابی یا ناکامی سب بھلا دا ہے۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے سب اللہ واحد کی مرضی سے ہوتا ہے۔ سب خواب ہے سراب ہے۔ سورہ تو اس وقت ہو گا جب آنکھیں کھلیں گی اور ہوش تو اس وقت آئے گا جب حشر کے میدان میں خدا اور بندہ کا واسطہ ہو گا۔ اس وقت دو دہ اور پانی کا حال معلوم ہو گا۔ آج سے توبہ کرو اور اپنا سارا کام مرضی مولا پر چھوڑ دو۔ تقدیق کے ساتھ اس پر بھروسہ رکھو انشاء اللہ بیڑا پار ہے ہر حال میں شکر ادا کرو۔ یہی فقیری ہے پیارے۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۲۷

”خدا کا ملتا تہبند پر موقوف نہیں، طلب صادق ہو تو وہ ہر لباس میں ملتا ہے۔“ (وارث پاک)

نُقطَةٌ پَرْ كَارِ حق، مَرْدٌ خَداٰ کا لِيقَن
اور یہ عَالَمٌ تَهَامٌ وَّهَمٌ وَّظَلَمٌ وَّمَجَازٌ

(اقبال)

خدا ہم کو نہیں چھوڑتا ہم ہی خدا کو چھوڑ دیتے ہیں۔ سوچنے والی بات ہے کہ جب سورج کسی کی طرف سے اپنی روشنی کم نہیں کرتا۔ چاند کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا۔ ہوا کوئی بھی جگہ ایسی نہیں جہاں سے اس کا گزر مسلسل جاری نہ ہو۔ غرض ہر چیز اپنی خدمت بلا امتیاز کرتی جا رہی ہے (سوائے حضرت انسان کے) تو پھر پروردگار عالم کس طرح اپنے بندے سے غافل ہو سکتا ہے انسان تو انسان خدا ذرہ کی پکار بالکل قریب سے سنتا بھی ہے اور ذردوں کے دلوں میں خود چھپا بیٹھا بھی رہتا ہے خدا کا کھلم کھلا اعلان ہے کہ آگ، پانی اور ہوا کی وسعت بہت بڑی ہے۔ مگر وہ بھی اپنی محدود دحد میں قید رہتی ہے۔ آگ پانی میں نہیں رہ سکتی ہے اور پانی آگ کے سینہ میں نہیں آسکتا۔ مگر خدا سب کے دلوں میں بیٹھا سب کی باتمیں سنتا رہتا ہے اور جو کوئی جس زبان میں اس پاک بے نیاز سے باتیں کرتا ہے وہ اس کو اسی زبان میں اس کے سوال کا جواب پورا پورا دیتا ہے۔ اور اس کی عقل اور طاقت کے مطابق اس کو ہدایت بھی کرتا رہتا ہے۔ اب عمل یا غفلت یا بے

خبری انسان کے اختیار میں ہے۔ ذات باری نسان کو صرف اس کے کئے کی سزا دیتا ہے اور صراط مستقیم پر چلنے والوں کو انعام بھی خود ہی عنایت فرماتا ہے۔ وہ منصف ہے اس کا کام انصاف ہے۔ کیا خوب بندہ نواز وارث پاک فرماتے ہیں کہ ”خدا کاملنا تہبند پر موقوف نہیں۔“ جتنا ہی خدا انسان کو پیار کرتا ہے اتنا ہی انسان گراہ ہوتا رہتا ہے۔ کبھی بن کر بگڑتا ہے اور کبھی گزر کر جاتا ہے۔ نتیجہ تقریباً صفر ہی تک ہو جاتا ہے۔ وہ تو خیر ہوئی کہ نقیروں کی ہی تعداد ایسی ہے جو برائی کے مقابلہ میں نیک اور عبادت کا پلہ بھاری کر دیتے ہیں ورنہ دنیا کو غرق آب ہونے میں پل بھر کی مہلت کافی تھی۔ نقیری دل سے ہے، لباس سے نہیں۔ عمل نیک سے ہے شیریں زبان سے نہیں، طالب صادق سے ہے خرقہ قوشی سے نہیں، حضور قلب سے ہے نشان جس سے نہیں۔ اسی لئے بندہ نواز وارث پاک فرماتے ہیں کہ جو جس طرح نیکی کے راستے خدا کو پاتا چاہتا ہے پاسکتا ہے۔ وہ ہر لباس میں متا ہے اور ہر جگہ متا ہے۔ ضرورت صرف طلب صادق کی ہے یہاں مدھب و ملت کی قید نہیں۔ خدا اور بندہ کا رشتہ بندگی سے ہے۔ رنگ، روپ اور لباس پر موقوف نہیں۔ بھائی اور بہنوں، لباس ظاہر کو چھوڑ دو اور اپنے آپ کو لباس باطن سے آراستہ و پیراستہ کرو۔ انشاء اللہ کا میاب اور باہم راد ہو گے۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۳۸

”اکثر تہبند مرحمت فرماتے وقت یہ بھی فرمایا کہ لویہی لباس زندگی ہے اور یہی کفن ہے اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ نقیر مرجائے تو اسی تہبند میں پیٹ کر دفن کر دو۔ یہی اس کا کفن ہے (اور اکثر اس حکم کو اور وضاحت سے فرمایا ہے) کہ نقیر کا جہاں انتقال ہو دیں دفن کر دے اور مجھوں سے دوسری جگہ دفن کرنا ہو تو پنک پر نہ لے جائے اور کفن میں تہبند دے کر دفن کر دے۔“ (وارث پاک)

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش! خلافت ہے جہاں گیر تری

(اقبال)

یہ سبق آسان کو چھوڑ دینے والے عالم بالعمل تہبند پوش کی طرف خصوصیت کا درجہ رکھتا ہے۔ ان قابل فخردار اُٹی بھائی اور بہنوں کیلئے جو سوائے اللہ کے تمام ما سوا کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے ہوں۔ وہ جن کا رتبہ صحیح معنوں میں تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ جلوہ گر ہو چکا ہوان خاص برگزیدہ ہستیوں کے بارے میں یا ان کو از خود تہبند دیتے وقت حضور پاک ارشاد فرماتے تھے کہ ”لویہی لباس زندگی ہے اور یہی کفن۔ سمجھان اللہ کیسی کیسی جلیل القادر ہستیاں ہوں گی جن کو بندہ نواز اپنی زبان سہارک سے فرماتے ہوں گے کہ لویہی لباس زندگی ہے اور یہی کفن ہے۔ ان کو معلوم تھا کہ یہ پروا نے پچھے عاشق اللہ ہیں۔

یہ وہی کریں گے۔ جس کا ان کو حکم ہو رہا ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایسے نیک اور جید فقیر مر جائیں تو ان کو اسی تہبند میں پلٹ کر دفن کر دو۔ یہ تہبند اس کا کافن ہے اور آپ نے یہ بھی فرمادیا کہ فقیر کا جہاں انتقال ہو جائے اس کو دہیں دفن کر دو۔ جس طرح عطر جہاں گر جائے اس کو معطر کر کے رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح جس جگہ پر فقیر بیٹھ کر اپنی فقیری کی سخت عبادت کو شروع سے لے کر آخر تک پورا کرتے ہیں۔ اس جگہ کو خدا خاص رتبہ بخش دیتا ہے۔ قیامت کے دن جگہ خود اپنی کامیابی پر جملائی دکھائی دے گی اور اگر کسی طرح کی مجبوری آن پڑے تو مریدوں کو خد سے کام نہ لینا چاہئے بحال مجبوری بھی اگر فقیر کو اٹھانا پڑے تو پنگ یا ذوالے کا کوئی خاص انتظام نہ کرے۔ خاک ساری فقیر کا راز ہے۔ خاک سے پیدا ہو کے خاک کے پتلے بنے اور پھر خاک میں ہی پیوست ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں دھوم دھام بالکل نہیں کرنی چاہئے۔ زیادہ تر خدا کے بر گزیدہ فقیروں کو چادر کے اوپر کھل کر لے جاتے ہیں یا پھر کچے بانس کی چوکی ہنا کہ اس پر اٹھاتے ہیں اور کافن کے ساتھ تہبند دیکر دفن کر دیتے ہیں۔ فقیر وہی ہے جس کے روز اول اور روز آخر میں کوئی فرق نہ ہو۔ وارثی بن کے زندہ رہنا آسان ہے مگر موت کی آخری بھلکی تک وارثی رضا تقدیر والوں کو میسر ہوتا ہے۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۲۳۹

"(بکمال صراحت تہبند پوش سے مخاطب ہو کر فرمایا) کٹوپی اور جوتا تو فقط آرام کیلئے پہنچتے ہیں اور فقیر کو آرام و تکلیف برابر ہے (اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ) نوپی اور جوتا جس طرح دنیا دار کیلئے ضروری ہے اسی طرح فقیر کے داسٹے جھگڑا ہے (اور یہ بھی فرمایا کہ) ادب یہ ہے کہ راہ طلب میں فقیر نگے سر اور نگے پاؤں۔ (اور اکثر ارشاد ہوا کہ) فقیر کو زینت سے کیا کام (اور یہ تو متواتر سرکار نے فرمایا کہ) ہم نے نوپی بھی دیدی اور جوتا بھی پھینک دیا۔" (وارث پاک)

میں ان کی محفل عشرت سے کانپ جاتا ہوں

جو گھر کو پھونک کے دنیا میں نام کرتے

(اقبال)

نوپی اور جوتا جس طرح دنیا دار کیلئے ضروری ہے، اسی طرح فقیر کیلئے جھگڑا ہے۔ نوپی، جوتا، یکا، چکری سے ذات پات کا بھید بچار ظاہر ہوتا ہے۔ سچا فقیر اور کامل سادھو ہی ہے جو ذات پاک کی تجھ دلی میں نہ پھنسے۔ سارا مہب، سارا دھرم اچھی باتیں بتاتا ہے۔ اچھے وہی لوگ ہیں جو اپنے دھرم پر قائم رہتے ہوئے بھی دوسرے نہ ہب، دوسری نسل کے لوگوں کے ساتھ بھائی چارہ کا سلوک اور دوستانے کا بے لوث ہاتھ بڑھائیں۔ نوپی جوتا، ہنا و سنگار سے فقیر کو کیا کام۔ مولا کی تلاش کرنے والے ہمیشہ دل وجہ کی بازی لگادیتے ہیں۔ بنده نواز وارث پاک فرماتے ہیں کہ راہ طلب میں فقیر نجھے

سر اور ننگے پاؤں ہو۔ فقیر کو زینت سے کیا کام۔ ”بھی وجہ ہے کہ چاند کی روشنی ہو یا سورج کی چمک، مگر دن و رات بندہ نواز وارث پاک کے چاہئے والے ہر آن بڑھتے جا رہے ہیں۔ بندہ نواز کا مل فقیر تھے اور عامل رہبر۔ جن کی رہبری قیامت تک وارتیوں کیلئے چراغ راہ بنی رہے گی۔ وارت علی شاہ قدس سرہ، کی شان با برکت کا یہ بھی ایک کھلا اعجاز ہے کہ چنان وارت کے ان گنت پروانے بغیر امتیاز ذات و پات، مذہب و ملت، رنگ و روپ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے بھی پچ دارثی کی حیثیت سے خدمت خلق انجام دے رہے ہیں۔ یہاں پر ٹوپی اور جوتے سے مراد ذات پات بھید، پھر کو ختم کر کے محبت کے پر چار پر قائم رہنے کی دلیل ہے۔

چھ طالب مولا وہی ہے جو اونچ ذات، نیچ ذات کے جھگڑے کو ختم کر کے محبت و پیار کا سبق پڑھائے۔ جس کا ثبوت ہمیں بندہ نواز کی زندگی کے سنہرے اور ان کی رہبری کے سنہرے نشان سے ملتا ہے۔ قابل احترام فقیر یا ساد ہوئی ہیں جو ٹوپی جوتے کے قید سے نکل کر انسان تو انسان جانوروں کے دل میں بھی پیار اور محبت بن کر سما جائے۔ (حسین وارتی)



چراغ راہ نمبر ۲۵۰

”هم تکیہ کو پسند نہیں کرتے فقیر کو تکیہ کی ضرورت نہیں فقیر کا تکیہ اللہ پر ہو تو وہ فقیر ہے۔ ہم نے کبھی تکیہ نہیں رکھا۔“

(وارث پاک)

خاک بازی و سمعتِ دنیا کا ہے منظر اسے
داستانِ ناکامیِ انسان کی ہے از بر اسے

(اتبال)

تکیہ کے معنی سہارا ہے۔ فقیر درحقیقت ایک طوفان ہے مگر وہ طوفان کس کام کا جو کسی بھی شے میں بند کر دیا جائے۔ مقید طوفان اور راستے کے دھول میں کیا فرق۔ دھول بغیر ٹھوکر یا بغیر ہوا کے اپنی جگہ سے مل نہیں سکتی۔ تھیک اسی طرح مقید طوفان بھی جب تک کہ قید میں ہے وہ اپنی جگہ سے رواں نہیں ہو سکتا۔ ہمارے بہت سے احرام پوش بھائی بھی طرح طرح کا تکیہ اپنی فقیری کے درمیان رکھتے ہیں اور یہاں بندہ نواز نے صاف صاف ارشاد فرمادیا ہے کہ ”فقیر کا تکیہ اللہ پر ہو تو وہ فقیر ہے۔ مگر ہمارے بہت سے وارثی بھائی احرام اور مرقع میں اس میں الجھ جاتے ہیں کہ ان کو تکیہ اور شرک میں کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا۔ بندہ نواز فرماتے ہیں کہ ہم تکیہ کو پسند نہیں کرتے۔ فقیر کو تکیہ کی ضرورت نہیں۔ فقیر کا تکیہ اللہ پر ہو تو وہ فقیر ہے۔ ہم نے کبھی تکیہ نہیں رکھا۔“

خصوصاً احرام پوش اور عموماً وارثی بھائی بہنوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ حضور بندہ نواز وارت علی شاہ

ذس سرہ، کام مرقع جہاں کہیں بھی رکھیں کہ مرقع کے اوپر سنہر اوارثی رنگ کا برداشناک ضرور چڑھا کر رکھیں یا ایک بڑے سے کپڑے کو مرقع میں باندھ دیں تاکہ کسی راہ کیر یا کسی بھی مرد عورت کی نظر نہ پڑتی رہے۔ وارثوں کے مرقع رکھنے پر بہت سے مولویوں سے جنگ ہو چکی ہے اور مرقع رکھنے کی کیا وجہ ہے یہ ہر طرح ثابت کر دیا گیا ہے پھر بھی مرقع پر غلاف یا کپڑے کا ہوتا از حد ضروری امر ہے۔ محبت اور شرک کا مکمل خیال رکھوا اور خبردار شرک مت کرنا، یہ گناہِ عظیم ہے۔ ہر حال میں نقیدوں کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ جس کا سہارا یا تکمیل اللہ کے سواد و سرے پر ہوتا وہ فقیر ہو ہی نہیں سکتا۔ احرام ہاندھنا آسان ہے مگر احرام کی اہمیت کی مانگ کو پورا کرنا، ہر احرام پوش کا کام نہیں۔ احرام ہاندھ لینے کے بعد اور بھی احکام شریعت کی پابندی مکمل طور سے لا گو ہو جاتی ہے۔ لازم ہے کہ ہر احرام پوش اپنے نیک گل اور پابندی شریعت سے قابل احترام اور قابل تحسین ہستی ہو جائے۔ اگر احرام ہاندھنے کے بعد بھی احکام شریعت اور ارشادات وارث پاک کا پورا پورا عامل اور پابند نہیں ہو سکتا تو اسے احرام نہ ہاندھنا چاہئے۔ خرقہ یا احرام اصل چیز نہیں ہے۔ یہ ظاہری لباس ہے۔ اصل چیز لباس دل ہے اور لباس دل کی زینت تکمیل اللہ ہے۔ اس کا زیور احکام شریعت کی پابندی ہے اور اس کی آرائش محبت اور پیار ہے۔ بس ہر فقیر اور احرام پوش اور ہر وارثی کو چاہئے کہ اس ارشاد کو از بر کر لیں۔ ”هم تکمیل کو پسند نہیں کرتے۔ فقیر کو تکمیل کی ضرورت نہیں۔ فقیر کا تکمیل اللہ پر ہوتا وہ فقیر ہے ہم نے کبھی تکمیل نہیں رکھا۔“ (حسین وارثی)

☆☆☆

25 چراغ راہ نمبر ۱

”فقیر اسی پر قناعت کرے جو بے طلب غیب سے اس کو پہنچے۔“ (وارث پاک)

گراں ہے چشم بینا دیدہ ور پر

جہاں بنی سے کیا گزری شرر پر!

نظر، درد و غم و سوز و تب و تاب

تو اے ناداں، قناعت کر خبر پر

(اقبال)

جس طرح ہر ذی روح کیلئے سانس لینا ضروری ہے اور ہر سانس کیلئے خدا نے ہوا کو اس کیلئے مستعد اور تیار کھا ہے۔ سانس لینا ایک مقررہ وقت کے بعد ختم ہو جاتا ہے مگر ہر روز ازاں سے لے کر روز اجل تک، یہاں تک کہ روز اخیر تک ختم نہیں ہو سکتی۔ بالکل اسی طرح ہوا پانی اور رزق ہر جاندار کیلئے خدا نے اس کی پیدائش سے پہلے بندوبست کر رکھا ہے۔ تا

ممکن ہے کہ انسان زندہ رہے اور اس کو ہوا پانی اور رزق نہ ملے۔ مگر مندرجہ ذیل اشارہ میں ایک بہت ہی باریک نقطہ کو بندہ نواز نے اجاگر کر کے رکھ دیا ہے۔ روحانیت کے پروانوں اور متالوں کو بالخصوص بہت ہی غور و فکر اور شفاذے دل سے اس اشارہ کو زہن نشین کر لینا چاہئے اور اس پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے۔ اس میں فقیر کی ایک اہم منزل کا راز پوشیدہ ہے اور جو اس ارشاد کا پابند تصدیق کے ساتھ ہو گا۔ وہ طالب مولا میں اپنے آپ کو ایک سکون کی منزل پر پائے گا۔ بندہ نواز فرماتے ہیں کہ فقیر اس پر قناعت کرے جو بے طلب غیب سے اس کو پہنچے۔ خداوند کریم مانگ اور دین کا مقید نہیں۔ وہ تو صرف بخشنا جانتا ہے اور ایک بھی انسان دنیا میں ایسا نہیں جو خدا کی دولت سے مالا مال نہ ہو۔ مگر کمال ہے شیطان اور الجیس کا کہ جو حقیقی صلاحیت اور خوبیوں کا ماں کہ ہو گا، وہ اتنا ہی بد نصیب تقدیر کا ہیں اور پر اگنده حال ہو گا۔ باکمال انسان فاتحہ مست راستے پر گھومتا ہے گا اور جن میں کوئی خوبی نہیں وہ زیادہ تر کامیابی کی منزل پر حکمرانی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ہنرمند ناکام راستے پر اور بے ہنر کامیابی کے تخت پر زیادہ تر دکھائی دیتے ہیں اس کی وجہ تم جانتے ہو کیا ہے اور اس اندر ہرے سے صاف نجخ نکلنے کا راستہ کہاں ہے؟ اس کا راستہ اسی راستے میں ہے کہ فقیر اسی پر قناعت کرے جو بے طالب غیب سے اس کو ملے۔ میں نے اپنی زندگی میں ان گنت ایسے ایسے انسان دیکھے ہیں کہ خدا نے ان کو ایسی ایسی خوبی غیب سے عطا کر رکھی ہے کہ اگر وہ اس سے کام لیتے تو ساری دنیا میں مشہور ہو جاتے۔ مگر میں نہ ہمیشہ ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ قدرت کی طرف سے بخشی ہوئی عنایت کو اس بڑی طرح پامال کرتے ہیں جیسے یہ خوبی بھی ان کو گوار نہیں اور جو چیز کہ ان کے اندر نہیں ہے، وہ اسی لاحاصل منزل کی تلاش میں ساری زندگی اور پورے خاندان کو بر باد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ اچھے سے اچھا گوئیا، کار گیر، شاعر، ادیب، تاجر اور ملازم پیشہ، غرض دنیا میں جو بھی آدمی سانس لے رہا ہے، سب کے اندر خدا نے ایک خاص صفت دے رکھی ہے۔ اگر وہ بے طلب خدا کی دی ہوئی نعمت کو کام میں لائے اور حرص و ہوس کے دام فریب میں نہ آئے تو وہ ایک کامیاب اور بامرا دانان ہو گا۔ اس کی جگہ نکنے اور غلط لوگ کامیابی کی کرسی پر ہرگز ہرگز نظر نہ آئیں گے۔

کوشش کرنے سے کچھ نہیں ملتا۔ دنیا کی ہر چیز وہی ہے۔ اس میں کسب کو دخل نہیں۔ ہر چیز اپنی فطرت کی طرف لوٹی ہے۔ ہوا کے رخ کے خلاف اگر چلو گے تو ضرور گرو گے۔ پس ہوا کے رخ پر چلو۔ اپنی فطرت پر چلو، اپنی وہی طاقت پر چلو، کامیابی تمہاری مٹھی میں ہے۔ پس لازم ہے کہ فقیر اسی پر قناعت کرے جو بے طلب غیب سے اس کو پہنچے۔ فقیر فطرت کا ایک حکیم ہے، ایک رہنماء ہے۔ اگر رہنماء اور حکیم ہی غلط ہو تو عوام کاٹھکانہ کہاں؟ اس لئے فقیر کیلئے ضروری ہے کہ وہ وارث پاک کے اس ارشاد پر پوری طرح عمل کر کے عوام کیلئے چراغ راہ بنیں۔ (حسین وارثی)



کیا میں نے اُس خاک داں سے کنارا
جہاں رزق کا نام ہے آب و دانہ

(اتآل)

یہ تمام اشارے فقیروں کیلئے خصوصیت کا درجہ رکھتے ہیں بڑی سے بڑی عبادت، گھور سے گھور تپیے کرنے کے بعد موچھ داڑھی سفید ہو جانے کے بعد بھی، روزہ نماز کے پابند اور نیک عمل ہونے کے بعد بھی زر زن زمین کی چکروں پر ہنسنے کو لکھت فاش دینے والے بھادر بھی، کھانے پینے کی فکر اور تردی میں اس درجہ گر جاتے ہیں کہ فرشتے اور جناتوں کے دل بھی مل جاتے ہیں۔ ان کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل پڑتے ہیں۔ بہت سے فقیر تو ایسے جید اور فنا فنا اللہ ہو جاتے ہیں کہ جنات بھی ان کی امامت میں اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ وہ ایک پھونک کے ساتھ، ایک نظر کے اشارے سے کیا سے کیا کارنامد رونما کر کے رکھ دیں، اس قسم کے فقیروں کے جسم میں فرشتوں جیسی ہستیاں پوشیدہ رہا کرتی ہیں۔ مگر فکرِ معاش اور فکرِ روزگار کے منہرے جال میں پھنس کر اپنی ساری زندگی کی عبادت کو وہ بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ ایسے ایسے زلیل اور ایسے ایسے بے ایمان انسانوں کے دستِ خوان پر جا کر یہ لوگ اپنی بھوک بھجنے کے ساتھ ساتھ ان کی روحانیت کی قیامت تک نہ بھجنے والی شمع بھی بجھ کر خاموش ہو جاتی ہے۔

یاد رہے کہ حق نمک اپنا بہت بڑا درجہ رکھتا ہے۔ بھوک کی شدت جب تیز ہوتی ہے تو جسم کے روای روای میں احساس پیدا ہو جاتا ہے اور جہاں پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہو انہیں کہ روئیں روئیں سے دعا نکل پڑتی ہے۔ اس دعا میں دماغ کو کوئی دخل نہیں۔ یہ کام دل کی انتہائی سکون والی منزل سے خود بخود ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ گھر آئے ہوئے دشمن کو بھی دعوت دینی اور عزت کرنی چاہئے۔ چور، ڈاکو، ذلیل یا گدا اگر جو بھی کسی غیر جگہ اپنا پیٹ بھرے گا وہ ضرور اس گھر یا اس آدمی کا احسان مند ہو جائے گا۔ جو اس کو کھانا روٹی پیش کرے گا۔ یہ قدرتی امر ہے اس میں شک کی گنجائش نہیں اس لئے خاص طور پر سے فقیروں کو چاہئے کہ اپنا پیٹ بھرنے کیلئے اپنی محنت، مزدوری سے روٹی کمائے اور کبھی بغیر سمجھنے نادانی سے کسی غیر کے یہاں روٹی نہ کھائے۔ اس بات کا یقین کر لے وہ جہاں بھی اور جس منزل پر بھی رہے گا، اس کو کھانا ضرور ملے گا۔ صرف اپنی مزدوری اور محنت سے اس کو جائز کر کے کھائے۔ کبھی گدا اگر کی طرح سوال اور بھیک کی زندگی پر نہ چلے۔ یہ سب سے بڑی پیروی رسول ﷺ ہے۔ رسول ﷺ پاک نے ہمیشہ محنت کر کے اپنی روزی آپ کمالی ہے اور فقراء زیادہ تر دوسرے کی کمالی پر زندگی گھرا رنا چاہتے ہیں، ایسا نہ ہونا چاہئے یہ بدترین کمزوری ہے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۵۳

”فقیر وہ جو کل کیلئے نہ رکھے۔“ (وارث پاک)

تری خاک میں ہے اگر شر رتو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدار قوتِ حیدری

(اتبال)

یہاں فقیر سے مراد انسان سے لی گئی ہے، صرف فقراء ہی نہیں۔ طاقت اور کمزوری دونوں قبل رحم منزل ہے۔ بظاہر کمزوری پر آدمی گھبرا جاتا ہے مگر ظاہر کی کمزوری کوئی طاقت نہیں رکھتی۔ وہ خود بخود ختم ہو جاتی ہے اور آدمی کو محسوس نہیں ہوتا۔ دنیا میں سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بیکا یک کسی کے گمراہ میں آگ لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے ہاتھ دادا کی رکھی اور رکھائی چیزیں جل کر خاک کا ذہیر ہو جاتی ہیں تو کیا ہوتا ہے؟ یہی ناکہ دو ایک روز رو دھوکہ نقصان اٹھائے ہوئے مرد یا عورتیں جلے ہوئے کوئے والے گھر کو پھر از سر لو آہاد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کچھ عمر صہ بجد وہ گمراہ طرح آہاد ہو جاتا ہے کہ پرانی آتشزدگی کے بارے میں خود نقصان اٹھانے والا اس طرح نہیں کہا جاتا ہے جیسے آگ گئی نہیں ہو۔ بلکہ اہل خانہ کسی گزرے ہوئے ولپیپ مذاق کا تذکرہ کر رہے ہوں۔ موت اور زندگی کے بارے میں یہاں کوئی غرض نہیں کیونکہ جو چیز برحق ہے اور سب پر گزرنے والی ہے۔ وہ نقصان کے پہلو میں ہرگز نہیں لائی جاتی۔ یہاں اشارہ مالی نقصان کی طرف ہے۔ یہ نقصان خواہ کسی عنوان سے ہو۔ مگر انسان آہستہ آہستہ پھر اپنی کھوئی ہوئی منزل کو کسی نہ کسی عنوان سے حاصل کرہی لیتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ جو آج مجبور ہے وہ کل مجبور ہے۔ مگر بندہ نواز وارث پاک کا ارشاد ہے کہ ”فقیر وہ جو کل کیلئے نہ رکھے“۔ یہ وہ نسخہ کیمیا ہے کہ اس کی ایک مکمل توجہ پر اس موجودہ دنیا سے ہاہا کا رپریشانی، بے کاری، تباہی، ابتری مکمل طور سے نیست و نابود ہو کر رہ جائے گی۔ برخلاف اس کے فی زمانہ کیا ہو رہا ہے؟ بڑی سے بڑی حکومت ہی چاہتی ہے کہ ساری دنیا کی دولت اور خزانہ ہمارے پاس آجائے پھر ہم اس کو قیامت تک کیلئے اپنے پاس قید کر لیں۔ بڑے سے بڑا بادشاہ یہی چاہتا ہے کہ میں ساری دنیا کا بادشاہ ہو جاؤں۔ بڑے سے بڑا تو نگر یہی چاہتا ہے کہ سب گداگر ہو جائیں اور میں خوشحال رہوں۔ بڑے سے بڑا تاجر یہی چاہتا ہے کہ ساری دنیا کا سارا غلہ، کپڑے اور انسانی ضروریات زندگی کے سارے سامان میرے گودام میں بھر جائیں اور میں اس کو منہ مانگی قیمت پر فروخت کروں۔ غرض دنیا کے حریص اور لاچھی انسان کی یہی خواہیں ہے کہ دنیا کی جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ سب کی سب ایسے ہی لوگ استعمال میں لا جائیں اور آرام حاصل کریں اور دوسرا کوئی اپنا حق بھی نہ مانگے۔ اس وحشیانہ پاگل پن کا نتیجہ یہی ہے کہ ساری دنیا میں انسانوں کے کام اور ضرورت کی چیزیں اور غذا پر قبضہ رکھنے والے اس کو رکھے رکھے سزا دیتے ہیں یا رکھے رکھے جام کر دیتے ہیں مگر آدمی کو آدمی کی چیزیں نہیں ملتی۔ حالانکہ اگر وارث پاک کے مشورے پر دنیا چلے تر وئے زمین پر ایک بھی آدمی نہ گئے جسم، خالی پیٹ اور سڑکوں اور درختوں کے نیچے سویا ہو انہیں ملے گا۔ خدا نے انسان کو جنم دینے سے پہلے اس کے رہنے کھانے پینے کی چیزیں

بھج دیتا ہے۔ یہ حضرت انسان کا پاگل پن ہے کہ وہ صرف کل کے خوف سے اتنی نعمتوں کو رکھے خراب کر دیتا ہے کہ اگر ضرورت ہوئی تو کہیں ہمیں تکلیف نہ ہو جائے۔ صرف اس وہی خوف کی وجہ سے آج دنیا میں زیادہ تر انسان حیوان سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں اور امیر لوگ چوروں کی طرح نعمتوں کو چھپائے ہوئے ہیں۔ نہ خود دکھاتے ہیں اور نہ ہی کسی کو دیتے ہیں۔ اس پاگل پن کی وجہ سے ان گنت لوگ سکتے ہوئے مر رہے ہیں۔ اس کا واحد علاج یہی ہے کہ اللہ پر بھروسہ رہے اور کل کی فکر چھوڑ کر اپنے لئے کچھ نہیں رکھے کیونکہ ہزار برس گزر سکتا ہے مگر کل ختم نہ ہو گا۔ زندگی کا ایک منٹ کا جب بھروسہ نہیں تو کل تو قیامت کے برابر ہے۔ اتنی بڑی تصدیق اور اتنا بڑا یقین کا پیدا کرنا یا ہو جانا آسان کام نہیں۔ یہ فقیر کا کام ہے کسی اور کا حصہ نہیں۔ اسی لئے بابا حضور وارث پاک فرماتے ہیں کہ ”فقیر وہ جو کل کیلئے نہ رکھے۔“ (حسین دارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۵۳

”فقیر تصدیق کے بعد مستغنى ہو جاتا ہے۔“ (وارث پاک)

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجھی میں
کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی

(اتباع)

بندہ نواز کے نام پر صدقہ اور قربان ہو جانا چاہئے، آپ پاکار پاکار کر جگار ہے ہیں کہ فقیر تصدیق کے بعد مستغنى ہو جاتا ہے۔ صرف تصدیق اور کامل یقین ہی فقیر کی سب سے بڑی عبادت ہے، سب سے بڑا اعلما ہے۔ نہ غار میں بیٹھنے کی ضرورت ہے، نہ ہی بھوکے پیاسے مارے پھرنے کا کام۔ صرف کامل تصدیق کر لو کہ جو بھی ہو گا وہ منجانب اللہ ہو گا اور اللہ کے کام میں اپیل کی گنجائش نہیں۔ یادوں ہائی، نور اور بحث تو کی اور کمزوری پر ہوتی ہے۔ اللہ اپنے کام میں مسلسل لگا ہوا ہے۔ اس کے سامنے ذرہ اور پھاڑی میں کوئی فرق نہیں۔ وہ کہنے اور سننے کی منزل سے بے پرواہ اور بے نیاز ہے۔ نہ کہنے سے اس کو اثر ہوتا ہے اور نہ ہی خاموش رہنے سے اس کے فیصلہ یا نظام قدرت میں کوئی فرق آتا ہے۔ اللہ نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ میرے فیصلہ پر فرشتے پر نہیں مار سکتے تو انسان کی کیا بساط۔ میرا فیصلہ ٹھیک وقت پر ہوتا ہے۔ میرے فیصلہ میں کامل انصاف ہے۔ یہاں تا خیر کی گنجائش نہیں۔ بس یہاں فقیروں کی آمین ثم آمین کے سوا اور کوئی عبادت نہیں۔ فقیر کا فرض صرف اتنا ہے کہ وہ خود نیک عمل رہے اور اپنے مریدوں کو بھی محنت مزدوری کر کے روٹی کھانے اور نیک چلن ہونے کی تلقین کرے۔ کلام پاک صرف زبانی یا دکرنے پڑھنے یا گلے بازو میں لٹکانے کیلئے خدا نے نہیں بھیجا ہے۔ یہ کتاب ہدایت سارے انسانوں کیلئے عمل چاہئے قول نہیں۔ فقیر خود بھی عمل کریں اور اپنے مریدوں کو بھی عمل کرنے کی ہدایت کریں پھر

دیکھیں کہ فقیر تصدیق کے بعد مستغفی کیسے نہیں ہوتا ہے۔ (حسین داراث)



چراغ راہ نمبر ۲۵۵

"اہل تصدیق کب نہیں کرتے۔" (وارث پاک)

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صنائی مگر جھوٹے گھوٹ کی ریزہ کاری ہے

(اقبال)

کب جھوٹ کو کہتے ہیں، فریب کو کہتے ہیں، بناوٹ کو کہتے ہیں۔ کب زیادہ ترقیروں کی مجلس میں ملے گا اور تجارت پیشہ پیروں کے یہاں روزی کا واحد سہارا یہی ہوتا ہے۔ ڈھونگی پیر اور ذلیل ملانا نہ صرف خود ہی کب سے کام لیتے ہیں بلکہ وہ بہت سے تختواہ دار مریدوں کو شہر میں امیروں اور ضرورت مندانہ انسانوں کے پاس روانہ کرتے ہیں اور وہ شیطان زادے تختواہ دار مریداً یے نجاح اور کیمینے ہوتے ہیں کہ کبی اور ڈھونگی فقیر کی ایسی ایسی بچھی اور تلی ہوئی تعریف کا ملپ باندھتے ہیں، مجزت اور کرامات کی عینی شہادت پیش کرتے ہیں، مصیبت زده مردا اور عورتوں کی کمزوریوں پر دکتی ہوئی آگ کو اس عماری اور مکاری سے اور بھی زیادہ بیتاب کرنے کیلئے ایسی ایسی تعریف بیان کرتے ہیں کہ ضرورت مندا اور غرض کا مارا انسان دیوانوں کی طرح پیر کے جال میں پھنس جانے کو گھر سے چل کر ان کے جال فریب میں کو دجاتے ہیں۔ اور پھر کبی فقیر اور ملا غریب مردا اور عورت اور بیویوں کو اس طرح لوٹتے ہیں کہ کبھی کبھی شیطان بھی شرمندہ ہو کر اپنا منہ چھپا لیتا ہے۔ زیادہ تر کبی فقیر کے دلال بالکل پیر کے ارگردہ ہی مکان کے دروازے پر یا پیر کے محلہ یا گلی میں ہی پھرتے ہیں اور پریشان حال لوگوں سے ان کی تکلیف معلوم کرنے کے بعد کبی فقیر یا پیر کو لکھ کر یا زبانی پہلے سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس مصیبت زده انسان کو پیر کے حضور پیش کیا جاتا ہے۔ جھرے میں داخل ہوئے نہیں کہ شیطان بھی اللہ سے پیر غیب کی باتیں بتانا اور خود کو جبر نکل کا ساتھی ثابت کر ہی دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک نجخان انسان زندگی، معموم اور مصیبت زده ان گنت لوگوں کو دامے، درمے، سخنے ہر ہر قرینہ سے اونٹا ہی رہتا ہے۔ ان لوگوں کی ذرا سی خود غرضی اور کمینہ پن سے سارا اسلام بر باد ہو کر رہ گیا ہے۔ بزرگوں نے اور اولیاء کرام نے جس سچائی کا محل اپنی زبردست عبادت اور پہاڑ جیسی نکلی اور قربانیوں کے سوارے بنایا تھا، ان کی جڑیں ان ہی ڈھونگی اور کبی فقیر یا پیر کے ہاتھ مل گئیں۔ بنایا وقار اور شان بدنا می اور نفرت کے حوالے ہو گیا۔ ان مجرموں نے اسلام کے ساتھ ایسی غداری کی ہے کہ اس کی چمکتی ہوئی سچائی پر کب کی ایسی بھیاںک اور تاپاک چادر اور ٹھانی چاہی ہے کہ الامان، الحفظ۔ یاد رہے کہ اسلام، قرآن، حدیث، رسول ﷺ اور خدا سے غداری، صرف

کسی اور ڈھونگی نقیر مٹا اور مولویوں نے کی ہے۔ وہی اور اہل تصدیق فقیر اور پیر کا دامن بالکل بے داغ بلکہ ہیرے اور لال کی طرح درخشاں ہے۔ اللہ اپنا قہر صرف ان ہی کسی اور ڈھونگی نقیروں اور پیروں پر نازل کرے گا۔ جسمانی اور اخلاقی مجرموں کی بخشش شاید ہو بھی جائے گی مگر ان کی بخشش غیر ممکن ہے۔ غیر ممکن ہے۔ اگر فلاج اور نجات چاہتے ہو تو کب چھوڑ دو۔ اہل تصدیق کسب نہیں کرتے۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۲۵۶

”جو خدا کو پہچانتے ہیں وہ بندوں کی پرواہ نہیں کرتے۔“ (وارث پاک)

بٹھا کے عرش پر رکھا ہے تو نے اے واعظ!

خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے احتراز کرے

(اتبال)

اس اشارے کی اہمیت آپ کو اس وقت سمجھ میں آئے گی جب آپ اس نکلوے کو اور اس ارشاد وارث پاک کو زرا بدل کر پڑھئے گا۔ تب آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جنت اور جہنم میں کیا فرق ہے۔ جنت میں کتنا سکون ہے اور جہنم کی آگ اور اس کی پیش میں کتنا برا خدا کا قہر ہے۔ بندہ نواز وارث پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”جو خدا کو پہچانتے ہیں وہ بندوں کی پرواہ نہیں کرتے“، اس ارشاد کو آپ یوں پڑھئے کہ جو بندے کو پہچانتے ہیں وہ خدا تک ہرگز ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ آپ ان لوگوں کی طرف ہرگز ہرگز نہ دیکھئے جو گنہگار بد چلن یا گندے ہیں۔ وہ تو کسی طرح بھی خدا کو پہچان ہی نہیں سکتے۔ اگر ان کو خدا کا خوف ہوتا ہے تو وہ بھی شراب پی کر بد مست ہو کر خاندان کی ترقی پر اپنے ہاتھوں سے کلہاڑی نہیں مارتے۔ وہ دن رات غنڈہ گردی اور آوارہ بن کر انسان کی انسانیت سے ہولی نہیں کھلتے۔ دنیا میں چند ہی ایسے غنڈے اور بد معاش ہوں گے جو کسی غریب، بے کس، کمزور اور تقدیر کے ستائے سفید پوش کی مددوں و جان سے کرتے ہیں۔ غنڈے اور بد معاش زیادہ تر شریف لوگ شریف ماں بہنوں کی عزت سے اس طرح کھلتے ہیں جیسے مجبور کے دکھے ہوئے دل میں ٹھوکر مارنے سے ان کو از حد لطف اور مزہ آتا ہے۔ اگر غلطی سے کوئی کسی غریب اور سفید پوش کے کام آجائے تو ایسے واقعات ایک تقدیری امر سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ اگر صحیح معنوں میں غنڈے اور بد معاش کمزور کا ساتھ دے کر طاقتور کو نکست دیں میں تو ان کی رسائی بہت سے تجدیگزار فقیروں کو اپنی گرد میں دفن کر کے رکھ دے۔ اگر غنڈے اور بد معاش غریب اور مخصوص عورتوں کی عزت کے محافظ ہو جائیں تو ان کا درجہ بڑے سے بڑے فقیروں سے بھی زیادہ بلند ہو جائے۔ کیونکہ ایسی ایسی خدمت خلق کا

موقع، جتنا ایسے لوگوں کو ملتا ہے وہ اور وہ کو نصیب نہیں۔ اگر یہ اپنے اختیار کو کام میں لا کر غریب کے دل میں گھر کر لیں اور ان کے دل سے پھی دعا لے لیں تو ان کا درجہ بہت بلند اور قابل احترام ہو جائے۔ مگر ایسی نیکی سب کے بس کی بات نہیں۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب خدا اپنی معرفت کی رحمت اس کو بخش دے۔ زیادہ تر ایمانداروں کو دیکھا گیا ہے کہ ایمانداری میں وہ بھوکے مرتے ہیں۔ زندگی بھر کوڑی کوڑی کے محتاج رہا کرتے ہیں۔ ان کے جسم پر کبھی اچھا اور کبھی قبیل کپڑا نظر نہیں آتا۔ زندہ رہتے ہوئے موت کی چھین اور خلش ہمیشہ ان کو محسوس ہوتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کی ایمانداری کی نیکی سے کوئی بدکار فائدہ اٹھاتا ہے۔ ان کی نوکری کی مزدوری ان کا دنیاوی مالک لے جاتا ہے۔ ان کی سادگی سے کوئی چالباز فائدہ مند رہا کرتا ہے۔ غرض اکثر ساری دنیا میں نیک لوگ تکلیف اٹھاتے ہیں اور چور، بدمعاش، عیار، مکار اور ذلیل لوگ اس کا پھل خوب اطمینان سے کھایا کرتے ہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ایسے لوگ بندے کی پرواہ پہلے کرتے ہیں۔ خدا کے علاوہ اور بھی کسی آدمی کی ہستی کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور جہاں نیکی اور عبادت میں شرک آیا۔ شریک فائدہ مند ہو جائے گا اور شرک کرنے والا تباہ و بر باد ہو جائے گا۔ اسی لئے وارث پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”جو خدا کو پہچانتے ہیں وہ بندے کی پرواہ نہیں کرتے۔“ اگر عبادت خالص ہے، بے لوث ہے، لا شریک ہے تو یہ غیر ممکن ہے، غیر ممکن ہے کہ کسی بھی بندے کا داؤ چل جائے۔ پہلے خدا کو پہچانو۔ اپنی عبادت اور نیکی کو پر کھو۔ بندوں کی پرواہ اللہ کے مقابلہ میں بالکل نہ کرو، چاہے جان کی بازی لگا دینی پڑے۔ دین اور دنیا دونوں تمہاری ہے پیارے۔ اس میں شہر برابر شک کو گنجائش نہیں۔

(حسن وارثی)



چارغ راہ نمبر ۲۵۷

”تصدیق ہی ایمان ہے۔ جس کو تصدیق نہیں اس کا ایمان کمزور ہے۔“ (وارث پاک)

سوداگری نہیں، یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر! جزا کی تمٹا بھی چھوڑ دے

(اقبال)

تصدیق شمع ہے اور ایمان پرواہ۔ جب شمع ہی بجھ گئی یا روشن ہی نہیں ہوئی تو پرونوں کا کھیل شروع کہاں ہوتا ہے؟ اور جس شمع پرواہ نہیں وہ شمع نہیں آگ کی بھٹی ہے، وہ جلی تو کیا بھٹی تو کیا۔ کامل تصدیق ہزاروں برس کے راستے کو منوں میں طے کر کے رکھ دیتی ہے۔ یہ تصدیق ہی تو تھی جس نے خالق اور محبوب کو سمجھا کر دیا۔ صن اور عشق کا ملابہ ہو

گیا۔ قطرہ سمندر میں پیوست ہو کر سمندر بن گیا۔ جبریل کے پر جلنے لگے اور ان کے بھی نہ تھک جانے والے پر پرواز بھول کر رک گئے اور آگے بڑھنے سے لرزنے لگے۔ مگر کامل تصدیق کے گھوٹے پر سوار ہو کر محبوب خدا نے ظاہر اور باطن کی منزلوں کو ایک کر کے رکھ دیا۔ بندہ نواز وارث پاک کا یہ سبق خاص درجہ رکھتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”تصدیق میں ایمان ہے جس کو تصدیق نہیں اس کا ایمان کمزور ہے۔“ معراج کا اتنا برا کام منشوں میں اپنی تمام برکتوں اور اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ انعام پا گیا۔ آسمانی فرشتے حیران و ششیدر ہو کر اتنی بڑی فضائیں گم ہو گئے اور حسن و عشق و عشق و صن کے درجات ایک منزل پر آ کر قائم و دوام ہو گئے۔ اس روئے زمین پر جن کو تصدیق کامل تھی، وہ تو مان گئے کہ معراج میں آج خدا اور اس کے محبوب کو قربت ہو گئی اور جن کی تصدیق کمزور تھی وہ دروازہ کی زنجیر کے ہلنے ہی میں اسیر ہو کر رہ گئے۔ ہو الظاہر اور ہو الباطن میں جشن و شادمانی چھی ہوئی تھی اور بے تصدیق اپنے ایمان کی کمزوری کے اندر ہیرے میں اپناہ سرگکرار ہے تھے۔ کیا خوب حضور کا ارشاد ہے کہ جس کو تصدیق نہیں اس کا ایمان کمزور ہے۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۵۸

”کب پر بھروسہ رہے گا تو تصدیق ہونا محال ہے۔“ (وارث پاک)

غصب ہیں یہ مرشدانِ خود ہیں، خدا تری قوم کو بچائے!

بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

(اقبال)

اللہ جتنا انتظام سے دور کرتا ہے، اتنا ہی اس کو فقیر یا سادھو طرح طرح کے جیلے اور بہانے سے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ کی طاقت کو قائم رکھنے کیلئے یا اپنی طاقت کو دوسروں پر ظاہر کرنے کیلئے ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں کہ عقل و نگ ہو کر رہ جاتی ہے۔ ایسا ایسا تماثیہ دکھاتے ہیں کہ ضرورت مندا اور پریشان حال مرد عورتیں اپنا سب کچھ لٹادیتے ہیں۔ کبھی فقیر اور سادھوؤں کی تعداد ہزار میں نوسنماوے ڈھونگی اور فربی ہوتا ہے اور ایک جو نجی جاتا ہے وہ بھی جھوٹی شان و شوکت میں پھنس کر اپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے۔ سچا، فقیر یا سادھو لاکھ میں ایک مل سکتا ہے۔ انگلت فقیر یا روحانیت کے متوا لے کب کے جاں میں لقہ شیطان ہو کر رہ جاتے ہیں۔ بعض بعض ایسی ایسی طبیل القادر ہستیاں بھی کب کے جاں میں پھنس جاتی ہیں، جن کی بربادی پر خدا کو بھی افسوس ہوتا ہے۔ شاید ہی کوئی فقیر یا سادھو ہو گا جو بنادث اور لگاؤث سے کام نہ لیتا ہو۔ کوئی بات بات پر عورتوں کی طرح روشنادع کر دے گا۔ کوئی جو تاخا کر اپنے سر پر مارنے لگے گا۔ کوئی اچھے سے

اجھے کھانے کو اس طرح منہ بناتا کر کھائے گا جیسے اس کو آجھی خدا بری لگتی ہے۔ کوئی بات ہاتھ پر اپنی پارسائی کا شہرت ہٹلے کرے گا۔ کوئی اپنے جنون کی حالت میں دوسروں کو منوانا چاہے گا کہ یہ خدا کے لور میں ٹاگیا ہے۔ غرض فرمی نقیر کی والی میں جتنے بال ہوتے ہیں، اتنا ہی اس کا کسب ہوتا ہے۔ سب سے بڑا مرید وہ ہے جو تہائی میں اپنے ہیر کا تصور قائم کرے اور تہائی میں ہی ان سے ہمکلام رہے۔ اور جب ہیر کے سامنے جائے تو ایک لفظ بھی مدعا کا نہ کہہ سے اگر مرید کی حالت چھپی ہوئی ہے تو وہ ہیر نا تھص ہے۔ یہ بھی حق ہے کہ ہیر کو غیب کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ غیب کا علم سوائے خدا کے اور کسی کو ہوئی نہیں سکتا اور جو کوئی دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ ہاں نیک لوگوں کی محبت اور ہیر کی سر پرستی اور اس کی دعائیں بہت بڑا اثر ہو جاتی ہے اس میں ذرہ برابر بھی تک کو گنجائش نہیں۔ زہر میلے درخت کا پھل بھی زہر یا ہوتا ہے۔ کب بھی نقیر کیلئے ایک زہر ہے۔ جب تک نقیر اس زہر میلے پھل کو کھانا نہ چھوڑے گا، اس کا اثر اس کے جسم سے زائل نہ ہوگا۔ جب تک انسان کو ہوا اور نقیر کو خصوصاً کسب پر بھروسہ رہے گا تو تصدیق ہوتا محال ہے۔ تصدیق نہیں تو ایمان نہیں۔ ایمان نہیں تو وہ خاک کا ایک ذمیر ہے۔ جس کی قیمت ایک پھونٹی کوڑی نہیں۔ وارثی بھائی اور بہنو۔ آج سے ہی تو پر کرو۔ کسب کرنا چھوڑ دو۔ تصدیق کا دامن زور سے کپڑا انشاء اللہ یہ اپار ہے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چہار راہ نمبر ۲۵۹

”ہماری تسلیم و رضا کی منزل ہے جو خاص اہل بیت کے گھر کی چیز ہے۔“ (وارث پاک)

اک فقر ہے شبیری، اس فقر میں ہے میری
میراث مسلمانی، سرمایہ شبیری

(اقبال)

تسليم و رضا، راضی برضا، تصدیق، خودی، ایمان، صبر و شکر یہ سب روحاںیت کی جھیل میں سونے، چاندی اور جواہرات سے بھی زیادہ قیمتی اور خوشنما مچھلیاں ہیں۔ مگر اعتماد ہے الیس اور شیطان کی اس فرمی دنیا پر جو انسان کو نعلیٰ پھر، کاغذ کے پھول اور کھلونے میں پھسا کر جواہرات اصلی اور قیمتی مال سے محروم کر کے رکھ چھوڑا ہے۔

خدا نے اپنے بندوں کو اپنے آپ تک لانے کیلئے ان گنت را ہیں بارگی ہیں یہاں تک کہ ہر برائی کے اندر ایک بھلانی کا پہلو بھی رکھ چھوڑا ہے کہ شاید میرا بندہ اس بھانے سے میرے قریب آجائے تاکہ جہنم کی آگ جو صرف جسم کو ہی نہیں بلکہ روح کو بھی جلا کر راکھ کر دیتی ہے اس بتاہ کن قہر سے فتح جائے مگر افسوس کہ اتنا کچھ بچاؤ کا سامان ہوتے ہوئے بھی تم زیادہ تر اوگ جہنم کی آگ کی طرف دن رات بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ موت کا فرشتہ آئے گا اور ہمیں

شیطان دنیا کے اندر سے اٹھا کر قبر کی اندر ہیری کوٹھری میں اتار دے گا۔ خدا کی سب سے بڑی رحمانیت اور نصیبہ یہ ہے کہ اس نے انسان کیلئے تادم موت تو بے کار و ازہ کھلا رکھا ہے اور اس انتظار میں بیٹھا ہے کہ کب ہمارا گراہ بندہ دل سے تو بے کرے اور ہم اسے قبول کر لیں۔ مگر بد نصیب بندے کو شیطانی دنیا سے فرصت کہاں جو چراغ راہ میں آ کر پناہ لیں اور اس عنایت خداوندی سے فائدہ مند ہوں۔ یہ تو خیر ہے کہ اس نے ابھی تک تو بے کے دروازہ کو بند نہیں کیا ہے اور انسان سے تو بے کا حق نہیں چھینا ہے۔ جس دن یہ حق فتح ہو گیا اور تو بے کار و ازہ بند ہو گیا اسی دن اور اسی گھری یہ اتنی بڑی دنیا اور دنیا کی یہ گناہ سے جکڑی ہوئی آپادی روئی کے گالے کی طرح ہوا کی فضائیں اڑ کر کہاں سے کہاں چلی جائے گی اور کسی کو پڑھنے کا ہو گا۔ پھر نہ "میں" باقی رہے گا اور نہ "تو" نہ شاندار عمارت۔ نہ حرام کی کمائی۔ صرف رہ جائے گا عمل اور رہ جائے گا خدا کا انصاف جو ایک رائی اور پہاڑ کو بھی معاف بھی نہیں کر سکتا۔ بندہ نواز وارث پاک کس پیار سے ارشاد فرماتے ہیں کہ "ہماری تعلیم و رضا کی منزل ہے" جو خاص اہل بیت کے گھر کی چیز ہے۔ کتنا آسان اور پراشرنہ ہے کہ تعلیم و رضا پر قائم رہو۔ اس غلام کو کہاں خطرہ ہے جو اپنے مالک کا فرماں بردار اور نمک حلال نوکر ہے۔ وہ تو کر، تو کر نہیں بلکہ خود ایک خاص درجہ کا مالک ہو جاتا ہے جو اپنے آقا کی آواز کو اپنی زندگی کا مقصد اولین خیال کر لیتا ہے۔ اسی طرح وہ انسان یا آدمی جو تعلیم و رضا کی منزل پر قائم ہو گیا اس کو دنیا کوئی طاقت فنا نہیں کر سکتی ہے۔ قطرہ سمندر میں پیوست ہو کر سمندر کی طاقت اختیار کر لیتا ہے۔ جو فقیر یا سادھوا پنے مالک حقیقی کی آواز پر اپنی زندگی نچاہو کرنے کیلئے تیار ہتے ہیں وہ دنیا میں بھی سرخرا و اور دین میں بھی قابلِ فخر عزت ہو کر قیامت تک زندہ رہتے ہیں۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۶۰

"اپنی تکلیف کو بیان نہ کرے۔ خدا سب دیکھتا ہے۔" (وارث پاک)

شوخی کی ہے سوال مکرر میں اے کلیم!

شرط رضا یہ ہے کہ تقاضا بھی چھوڑ دے

(اقبال)

ایک تو تکلیف اس پر بیان، وہ بھی کسی دوسرے سے، یہ دنیا بھی عجب عبرت گاہ ہے۔ ہنستے کا ساتھ را گھیر بھی دیتا ہے مگر دتے کا آنسو بھی کبھی سماں بھائی بھی خشک نہیں کرتا۔ یہ دنیا نے دورگی ہمیشہ طاقت کے سامنے جھکتی ہے۔ اب ذرا غور سے دیکھو تو ابھی تمہیں نظر آنے لگے گا کہ اس دنیا کی خوراک ہی یہ ہے کہ جو کمزور ہے اسے مار کر کھالو۔ شیر ہمیشہ اپنے سے

کمزور جانور ہی کو مار کر کھاتا ہے۔ کمزور کو مار دنیا کوئی بھادری نہیں مگر پھر بھی وہ شیر کا شیر ہی رہتا ہے۔ مور ہمیشہ جن ہر سانپ کو کھاتا پسند کرتا ہے۔ سانپ کی خوارک جیگ ہے۔ جیگ کی مرغوب غذا مخصوص مچھلیوں کے لاتعداد اٹلے ہے میں۔ یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کی غذا کمزور کیڑا ہے، فرض گائے، بکری، گھوڑے، اونٹ، ہری ہری گھاس اور زرم زرم بزریوں کو کھا کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ آپ اپنی نظروں اور خیالات کو چھنی دور لے جائیں گے۔ بس یہی دیکھتے دیکھتے تمہر جائیں گے کہ کمزور کی ہار اور طاقتور کی جیت ہے۔ جب سورج چمک کر تھک جاتا ہے تو انہیں اس کو دبادیتا ہے اور جب انہیں اس کی کمزوری کا جلا چھا جاتا ہے۔ دنیاداری میں تو اپنی کمزوری بیان کرنا زہر کھانے سے بھی زیادہ برا ہے۔ بر باد شدہ انسان اپنی تکلیف کو سلسلہ درسلسلہ اس لئے سنانا چاہتا ہے کہ اس کی پریشانی سن کر اگلے کا دل بیتاب ہو جائے گا اور وہ اس کی امداد کر دیگا۔ مگر یہ شیطان کی بیٹی دنیا، جہاں کسی کی کمزوری کا پتہ چلا لیتی ہے یا کہنے والے کی زبان سے سن لیتی ہے پھر اپنا شیطانی پنج اس طرح کھول کر وار کرتی ہے جیسے ظالم بی، مخصوص پرندوں کو کوچ کوچ کر کھا چباؤ التی ہے۔ اور مظلوم اور کمزور کو کھا چبا کر وہ پھر اپنی ظاہری شرافت کو قائم رکھنے کیلئے میاؤں میاؤں کرنے لگتی ہے تاکہ پھر کسی کی کمزوری یا کمزور شکار ہاتھ لگے اور اپنا کام بنے۔ بندہ نواز وارث پاک پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اپنی تکلیف کو بیان نہ کرے خدا سب دیکھتا ہے۔ دنیادار ہو یا طالب مولاً اس کو چاہئے کہ ہر حال میں لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو بے فکر بے غرض ظاہر کرتا ہے۔ کبھی اپنی زبان سے اسکی کمرہ میں بھی تقدیر کارو نایا خدا کی شکایت نہ کرے، اس سے آدمی کا بھرم ٹوٹتا ہے اور دنیادار یا دشمنوں کو ان گنت موقع مل جاتا ہے اور دشمن ایسے ایسے کاری وار کرنے لگتے ہیں کہ بال بچوں کی زندگی، لڑکے لڑکیوں کی عزت خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ عزت دار خاندان بے عزتی اور گناہ کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ اللہ نہ کرے کہ کوئی اپنی کمزوری اپنی ہی زبان سے کسی دوسرے کے سامنے کہے، بُرا فقیر، بُرا موسن اور بُرا انسان وہ ہے جو مر جائے مگر شکایت نہ کرے اپنی تکلیف نہ کرے۔ اپنی کمزوری ظاہر نہ کرے شکایت کرنا یا کمزوری بیان کرنا قبر ہے۔ اللہ اس سے سب کو بچائے۔ شکر اور صبر میں خودداری ہے اور خودداری میں خدا ہے۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۲۶۱

”جن کو تصدیق ہے وہ خدا سے بھی نہیں مانگتے اور بحثتے ہیں کہ جو میری قسمت میں ہے وہ ضرور ہوگا۔“ (وارث پاک)

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھئے، بتا تیری رضا کیا ہے
(اتبال)

تصدیق ہی تو وہ رائی ہے جو پہاڑ کو بھی روک سکتی ہے۔ جس طرح اتنی بڑی آنکھ میں صرف ایک نقطہ برابریں اپنے شیشے میں زمین اور آسمان کو اتار لیتی ہے اور نام پوری آنکھ کا ہوتا ہے۔ ہر جامدار کی پسلیوں کے اندر ایک چھوٹا سا گوشہ کا گلزار ہوتا ہے جس کو دل کہا جاتا ہے۔ جہاں دل کی حرکت بند ہوئی، سارا جسم بیکار ہو گیا۔ خواہ شیر ہو یا ہاتھی، گھوڑا ہو یا گائے، پرندہ ہو یا چند انسان ہو یا حیوان، سب کے سب خاک کے ڈھیر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح انسانیت اور روحانیت کا تکب "تصدیق" ہے۔ جن کو تصدیق نہیں وہ کچھ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ تصدیق کہتے کس کو ہیں، ہزاروں میں لاکھوں میں چند ہی خوش نصیب ایسے ہوتے ہیں جن کو صحیح تصدیق ہوتی ہے۔ ضد کرنا، کسی کام کے پہلے دعویٰ بھرنا، کسی کام کو انجام دینا۔ کسی کے ساتھ نیک سلوک کرنا اس کو تصدیق نہیں کہتے۔ صحیح تصدیق یہ ہے کہ انسان انتہائی نیک ہونے کے ساتھ فیصلہ پروردگار کا عاشق ہو۔ گھری سے گھری عبادت، بڑے سے بڑا کام، زبردست سے زبردست غم، بے انصافی حق تلفی، نقصان، بر بادی، بڑے سے بڑے جان لیوا شخص کی فکر۔ سبھی کو اللہ کے فیصلہ پر چھوڑ دے۔ فیصلہ میں دیر ہو یا سویر، فیصلہ بظاہر موافق ہو یا خلاف ہو، ہر حال میں اس کو یقین کامل ہونا چاہئے کہ جو کچھ ہو گایا ہوتا ہے اس میں اس کی فلاں اور بہبود مضر ہے۔ اس یقین کامل کا نام تصدیق ہے۔ بظاہر فیصلہ خداوندی عقل کی رو سے منطق کی رو سے علم وہنر کی رو سے، قانون کی رو سے غرض ہر رو سے بالکل خلاف اور صریحاً غلط ہے۔ اس پر بھی اس کا یہ ایمان ہے، یہ یقین کامل ہے کہ انسان خلوا تھوڑا ہے اس کا سارا فیصلہ غلط اور پروردگار عالم کا فیصلہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ اس طرح کے یقین کامل کا نام تصدیق ہے۔

خوشی ہو یا نام، رات ہو یا دن، تکلیف ہو یا راحت، انسان ایک مسافر کی طرح تھوڑی سی مدت کیلئے دنیا میں آیا ہے۔ لازم ہے کہ وہ اپنے راستے کو خوب دیکھ بھال کر چلے۔ اس کا مطلب نہیں کہ کام یا پتھر یا مٹی کی طرح بے بس اور بے حص ہو جائے۔ برے راستے پر تو ہر گز نہ چلے کیونکہ برے کا انجام تو ہمیشہ برآ ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو تو برے سے برا انسان بھی مانتا ہے۔ رہ گیا سوال نیک کام کرنے کا۔ نیک کام کرنے میں انسان جتنا جلد کامیاب ہو جاتا ہے اتنا ہی جلد وہ اپنی نیکی کا بدلہ بھی لینا چاہتا ہے۔ یہ بھی قدرت کا عجوب کھیل ہے کہ انسان ساری زندگی بدی کرتا ہے مگر اسے اپنی بدی یا دنیی رہتی۔ مگر نیکی کی ایک ایک گھڑی اس کو زندگی کے برسوں برس تک یاد رہتی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ نیکی کے ساتھ ساتھ آدمی اپنی بدی کی سزا کیلئے بھی بیتاب ہوتا مگر ایسا کرنے پر کوئی رضا مند نہیں ہوتا اور یہاں بندہ نواز وارث پاک اوپنے سے اوپنے فقیر یا سادھوؤں کی تصویر یوں اتارتے ہیں کہ جن کو تصدیق ہے وہ خدا سے بھی نہیں مانگتے اور سمجھتے ہیں کہ جو میری قسمت میں ہے وہ ضرور ملے گا۔

انتہائی قابل فخر ہیں وہ روحانیت نواز ہستیاں جو طاقت رکھتے ہوئے بھی اپنی ساری طاقت کو خدا کے حکم کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جو قطرہ سمندر سے مل گیا وہ خود ہی سمندر ہے۔ بڑی فقیری یہ ہے کہ اللہ سے مانگنے کے بجائے اس

کے حکم اور تائون میں بھی پیوست ہو جائے۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۶۲

"نقیر کو چاہئے کہ وہ اللہ سے بھی نہ مانگے کہ وہ جانتا نہیں جو شرگ سے بھی قریب ہے۔" (وارث پاک)

نفرت کے تقاضوں پر نہ کر راہ عمل بند

مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا

(اقبال)

نماز جمعہ کا نمازی ہو یا نیشن وقت مسجد میں جا کر نماز پڑھنے والا۔ تہجد گزار ہو یا عملیات کا شیدائی، تقویٰ پرست ہو یا چلا کش۔ بس جس کو دیکھو تجارت کی منڈی کھولے ہوئے ہے۔ پانچ منٹ کی نماز اور پندرہ منٹ کی دعا۔ روحانیت سے انسانیت کو طاقت نفیب ہوتی ہے اور انسانیت کو پا جانے کے بعد انسان دین و دنیا کا صحیح حقدار ہو جاتا ہے مگر افسوس جس کو دیکھو ایک لائق اور غرض کی چادر میں بری طرح لپٹا ہوا ہے۔ زر زان اور زمین کی آواز، ہر طرف سے کمیوں کی بھجنہا بھٹ کی طرح ایک ہی لے میں خدا کے حضور دن رات پہنچ رہی ہے۔ مندر ہو یا مسجد، گردوارہ ہو یا شوالہ، طریقہ الگ الگ مگر مطلب ایک ہے۔ لائق، حرص طبع اور کمزوری سب کی ایک ہے۔ ماگ سب کی ایک ہے۔ اس میں ذرا برابر بھی فرق نہیں۔ کبی نقیر اور سادھو۔ مولوی اور پنڈت، سنت، نہنگ اور پادری اس چودھویں صدی کے زمانہ میں سب کے سب ظاہرداری اور جبوٹی شان و شوکت میں ایسے پھنس گئے ہیں کہ اپنے گناہ کے ساتھ ساتھ اپنے مریدوں، پیر و کاروں کو بھی جو مخصوص ہیں اور پاگ ہیں، انہیں غلط راستے پر لے جا رہے ہیں۔ وہ زمانہ یاد کرو جب ایشیا نے ہی مہاتما گومت بدھ، کرشن بھگوان، رام، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو جنم دیا اور ان کے لائے ہوئے مذاہب آج بھی ساری دنیا میں باقی ہیں۔ غرض ساری دنیا میں روحانیت پھیلانے والے تقریباً ایشیا سے پیدا ہوئے اور آج ہمارے ایشیا میں کھون کر بھی وہ لوگ نظر نہیں آتے جو بھی خود لوگوں کو پکڑ کر اللہ کا راستہ دکھاتے پھرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس زمانہ کے اندر ہے اور نادان لوگ ان سورج سے بھی زیادہ روشن ہستیوں کو روحاںی اور جانی تکلیف تک دیتے رہے اور مرتبے دم تک ان کو آرام نصیب نہ ہوا۔ مگر اب کیا ہوا؟ کہاں گئے وہ لوگ کیا ہوا وہ اڑ؟ بنده نواز وارث پاک فرماتے ہیں کہ نقیر کو چاہئے کہ وہ اللہ سے بھی نہ مانگے۔ کیا وہ جانتا نہیں جو شرگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ آج بھی اگر نقیر یا سادھو، نمازی یا پچاری، عابد، امام قطب، ابدال غرض جو بھی اپنے جس راستے پر طالب مولا ہے اگر گدا گروں کی طرح ماگ چھوڑ کر یقین کامل کا دامن تھام لیں تو ملک کا ذرہ ذرہ سورج کی طرح اب بھی چمک ائھے گا۔ آناب، چمپ سکتا ہے کیونکہ وہ چمک کر غالب ہو جاتا ہے مگر نقیر درویش، قطب، ابدال اور ولی

یاد ہو کس چھپ سکا۔ یہ تو ایک بار چک کر قیامت تک لیکے امر ہو جاتا ہے۔ (حسین دارثی)



چاند راہ نمبر ۲۶۳

"نقیر خدا کا عاشق ہوتا ہے اور عاشق کو چاہئے کہ وہی کرے جو میشوں کی مرضی ہو۔" (وارث پاک)

کھولی ہیں ذوقی دید نے آنکھیں تری اگر
ہر رہ گزر میں نقشِ کف پائے یار دیکھ

(اقبال)

رضا کے معنی میشوں اور تسلیم کے معنی یہاں عاشق کے آتے ہیں۔ عاشق کی تمام منزلیں تمام شیب و فراز، رضا و تسلیم ہی کی انوکھی چال پر انجام پاتی ہیں۔ میشوں کا درجہ سمندر سے بھی گہرا اور وسیع ہوتا ہے۔ میشوں حقیقی کے درجات حقیقی کا نکوئی نقیر پتہ چلا سکا ہے اور نہ ہی کوئی مجدوب اس کی کھونج پاسکے گا۔ چاہے وہ اپنے جنون کی زبردست قوت سے ایک ہی سست سو برس بھی متواتر بھاگتا ہی چلا جائے۔ یہاں تک کہ بھاگتے بھاگتے وہ اپنی زندگی کی آخری سانس کو بھی قربان کر کے چاروں شانہ چٹ کر جاں بحق ہو جائے۔ پھر بھی میشوں حقیقی کے بے انتہا درجات اور اس کی وسیع نورانی چادر کا ایک کونہ بھی نہ دیکھ سکیں گا۔ یہی وجہ ہے کہ میشوں حقیقی کا درجہ ایک دشان سمندر سے باندھ گیا ہے اور عاشق کا درجہ سمندر کی لہر۔ سمندر کی موج یا سمندر کا طوفان حلہ ہوتا چاہے، حسن و عاشق، عاشق و میشوں، پھول اور خوبصورت، اندھیرا اور اجالا، مولا اور بندہ، آقا اور غلام، سب کے سب لازم و ملزم ہیں۔ نہ یہ جدا ہوئے ہیں اور نہ ہی ان کو جدا کیا جاسکتا ہے۔ اگر لازم و ملزم
الگ ہو گئے تو نظام قدرت دراہم و برہم ہو جائے گا اور وہی منزل قیامت کی ہو کر رہ جائے گی۔ لازم و ملزم کی بیان و خدا اور اس کے رسول تک جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بندہ نواز وارث پاک انتہائی کرم کے انداز سے فرماتے ہیں "نقیر خدا کا عاشق ہوتا ہے اور عاشق کو چاہئے کہ وہی کرے جو میشوں کی مرضی ہو، نہ اس سے مانگے نہ انکار کرے۔ اسی کا نام رضا و تسلیم ہے۔"

میشوں اگر پھول ہے تو عاشق پھول کی منور خوبصورت ہے۔ وہ پھول کس کام کا جس میں خوبصورت ہو۔ جس پھول میں خوبصورتیں ہوتیں اس کو جنگلی محاس کا درجہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس طرح وہ نقیر یا ساد ہو کس کام کا، جس کی نسبت اصلی ماںک سے قائم نہ ہو اور جب واسطہ دین و دنیا کے ماںک سے قائم ہو گیا تو سوال کس کام کا؟ جب کہ زندگی کا مقصد خدا سے عاشق ہی ہو کر رہ گیا تو کیا مانگ اور کیا انکار مانگنا گدا اگر اور کہاں کہاں کا کام ہے۔ نقیر ہاتھ پھیلانے یا بھیس بدلت کر بھیک مانگنے کیلئے پیدا نہیں ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ انسانیت کا سب سے اونچا اور بڑا درجہ نقیر ہیں جانے کے بعد ملتا ہے۔ نقیر کو بھی نہیں معلوم کہ نقیری کی بلندی اور اس کی وسعت کیا اور کہاں تک ہے۔ مریدوں کو پرکھنا آسان ہے مگر نقیری کی کسوئی پر

اپنے آپ کو کنا، ہر فقیر کا کام نہیں یہ عزت اور عظمت رضا و تسلیم والوں ہی کو ملتی ہے۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۲۲۳

”فقراء سے مطالب ہو کر ’تحت پنگ‘ موڈھے کری پر نہ بیٹھنا۔ انسان کا خیر خاک سے ہوا ہے اور خاک ہی میں اس کو ملنا ہے۔ فقیر کو چاہئے اپنا انجام دیکھئے اور زمین ہی کو اپنا بستر بنائے۔ موڈھے کری پر بیٹھنے سے رونت آتی ہے جو فقیر کے واسطے زہر ہے فقیر ہمیشہ زمین پر سوتے ہیں۔ زمین پر بیٹھنا خاک ساری کی دلیل ہے۔ زمین پر سوتا اور زمین پر بیٹھنا ہمارے داد کی سنت ہے۔“ (وارث پاک)

خاک اس بستی کی ہو کیونکر نہ ہدوشِ ارم
جس نے دیکھے جانشیناں پیغمبر کے قدم

(اتقال)

یہ اشارہ بالخصوص فقیر یا سادھوؤں کیلئے ہے اور ان حضرات کے لئے ہے جن کو روحانیت کی منزل میں کچھ یا بہت سے درجات حاصل ہو گئے ہوں۔ وہ جو اپنی فقیری کو چارچاند لگا چکے ہوں جن کے ارد گرد روحانیت حاصل کرنے کیلئے یاد ہدایت کے ہوش مند حضرات ایک مجمع کی ٹھیکانے میں پرونوں کی ادائے آتے جاتے ہوں۔ وہ فقراء، جن کی دعا یا بد دعا میں نمایاں طاقت ظاہر ہونے لگی ہو، جن کی خدمت میں پریشان حال مریدوں اور لوگوں کو راحت فیض ہوتی ہو، وہ جن کی اک نظر کرم سے ابھاگوں کی تقدیر بدل جاتی ہو، وہ جو برسوں بر س کے مابین انسانوں کو دعویٰ ہوئی رگوں پر مرہم پئی کا کام کرتے ہوں، ان ہی جلیل القدر بستیوں سے بندہ نواز وارث پاک فرماتے ہیں کہ ’تحت پنگ‘ اور موڈھے کری پر نہ بیٹھنے اس سے رونت آتی ہے زمین پر سوتا اور زمین پر ہی بیٹھنا ہمارے داد کی سنت ہے۔ اس نقطے میں فقیر کیلئے بقا بھی ہے اور سزا بھی۔ میرا مطلب بہرہ ہیوں سے نہیں۔ وہ تو دنیا کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو دھوکے دے ہی رہے ہیں۔ مگر صاف صاف ان حضرات کو مطالب کیا چاہتا ہوں جو واقعی قابل سلام اور قابل احترام ہیں۔ ’تحت پنگ‘ موڈھے کری سے مراد ظاہری اور باطنی دلوں ہے۔ ہمارے بہت سے لاکن فقیر کبھی کبھی اس قسم کی نمائش میں پھنس جاتے ہیں اور یہی عادت آہستہ آہستہ ان کو رونت کی طرف لے جا کر آخر میں غفران کر کے ان کا سب کچھ برہاد کر دیتی ہے خدا کو کسی کا بھی غرور پسند نہیں آتا اور فقیر کی رونت یا غرور یا جھوٹی شان و شوکت سے خدا کو اوز وحد نظرت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ طالبِ کوئی بخشی ہوئی تمام طاقتِ چھین کر مندوں میں صرف صفر تک لا کر چھوڑ دتا ہے۔ اتنا احتیاط کی منزل یہ ہے کہ زمین پر سوئے، زمین پر بیٹھنے۔ کیونکہ بھی روز اول سے ہوتا آیا ہے۔ دل و دماغ میں بھی اپنے آپ کو کسی بھی اپنی منزل پر نہ لائے اور نہ ہی ظاہری سے کسی اپنی منزل کا

حقدار ہو۔ ہماری منزل خاکساری اور خاک نشینی ہے اور بس۔ (حسین وارثی)



چراغ را نمبر ۲۶۵

”ایک تہبند پوش نے میلاد خوانی کے وقت چوکی پر بیٹھنے کی اجازت چاہی۔ حضور نے ناپسند فرمایا اور ارشاد ہوا کہ جانماز یا متاز فرش طاہر پر بیٹھ کر پڑھا کرو۔“ (وارث پاک)

صورتِ خاکِ حرم یہ سرز میں بھی پاک ہے
آستانِ مند آرائے شیر لولاک ہے

(اقبال)

میلاد خوانی کیا ہے، ذکر رسول ﷺ یا محبوب، تذکرہ رحمۃ اللعالیٰں کیلئے کسی بھی بناؤت، سجاوٹ یا حجومی خاہر داری کی ضرورت نہیں۔ دنیا کے سارے پیغمبروں نے اپنے اپنے مذہب میں اپنی ذات کو کسی نہ کسی طرح متاز درجہ دیا ہے مگر رحمۃ اللعالیٰں نے بہت ہی بختی سے منع فرمادیا کہ خبردار سوائے اللہ کے اور کوئی قابل پرستش نہیں۔ اللہ لا شریک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہ ہے، نہ ہوا ہے، نہ ہو گا اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ اللہ ایک نور ہے جو خود ہی ذات اور خود ہی صفات ہے۔ میں بھی تمہاری طرح کا انسان ہوں۔ خبردار، میری قبر پر اپنا سرنہ جھکانا اور نہ ہی میرا مجسمہ بنانا اور اس کو سجدہ نہ کرنا۔ یہ سب شرک ہے۔ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ میں نے اللہ پاک کا پیغام ہو بہو ساری دنیا کے انسان کیلئے لا کر تمہیں دیدیا ہے۔ قرآن کو خوب دل لگا کر پڑھو۔ خدا خود بندے سے ہمکلام ہوتا ہے۔ انسان کا سجدہ صرف اللہ کیلئے مخصوص ہے۔ محفل میلاد میں متاز جگہ قائم کرنے سے زیادہ بہتر اور ضروری ہے کہ ایمان قائم رکھا جائے۔ اوپنجی جگہ اور بلا وجہ کرو فر سے رعوت کی بوآتی ہے۔ یادِ رسول ﷺ صرف روحانیت کے چراغ کی لوکوبڑھانے کیلئے کی جاتی ہے، ایمان کی نتازگی کیلئے کی جاتی ہے مساوات اور بھائی چارگی کی محبت کو زندہ کرنے کیلئے کی جاتی ہے سب سے بڑی محفل میلاد اس جائے نماز پر شروع کرنی چاہئے، جس جانماز پر پانچوں وقت کی نمازادا کی جاتی ہو۔ جانماز سے زیادہ بہتر اور کوئی متاز فرش نہیں ہو سکتا۔ میلاد ہمیشہ جانماز پر ہی ہونی چاہئے۔ اصلی میلاد وہی ہے جو ذکر رسول اور پیروی جبیب میں پیوست ہو جائے۔ (حسین وارثی)



چراغ را نمبر ۲۶۶

”فقیر جو روپے کی محبت میں نہ چپنے۔“ (وارث پاک)

اک فقر ہے فیری، اس فقر میں ہے میری
میراثِ مسلمانی، سرمایہ فیری!

(اتآل)

طلبِ مولا میں دنیا چھوڑ دینا نادانی ہے۔ جو خدا کی تلاش میں جنگل، پہاڑ، پہاڑ ایک وحشی دیوانہ کی طرح بھوکے پیاسے مارے پھرتے ہیں ان پر کبھی بھی خدا بھی ہستا ہے جب کہ خدا نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ میں ذرہ ذرہ میں اپنے پورے جلوے کے ساتھ موجود ہوں۔ صرف دل کی روشنی کی ضرورت ہے۔ پھر مجھے تلاش کرنے کی کیا ضرورت، نہ میں گم ہو سکتا ہوں اور نہ میں چاہتا ہوں کہ میری تلاش میں کوئی بھی میرا شیدائی فرار ہو۔ فقیری فکرِ مولا کے قائم کرنے سے جنم لیتی ہے اور جب فکر کی انگشت الجھنیں صحیح اندازے اپنے اپنے وقت پر سمجھ جاتی ہیں تو مفکر فقیر ہو جاتا ہے۔ بندہ نواز و ارث پاک کا ارشاد کہ ”فقیر جو رو بچے کی محبت میں نہ پھنسے“ ہمارے بہت سے وارثی بھائی سرے سے جو رو بچے کو تباہ و بر باد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ بغیر باب، بغیر شوہر کے ہماری بہت سی ماں بھیں اپنی ساری زندگی تباہ و بر باد کر کے رکھ دیتی ہیں ان کی زندگی ایک لا ارث کنگالی کی طرح ہو رہ جاتی ہے۔ وہ فقیر ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا جس کے پیچے اس کی غریب یوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کے آنسو میں پر گر رہے ہوں۔ زبردست فقیر اور باختیار درویش زیادہ تر وہی لوگ ہوتے ہیں جو دنیا کے بچ رہتے ہیں۔ جو رو بچے کیلئے ‘محنت’، ‘مزدوری’، ‘نوکری’ چاکری یا گاڑی کھینچتے رہتے ہیں۔ جسم ان کا سرے لے کر پاؤں تک مزدوری کی محنت سے پیمنہ میں شرابوں ہو جاتا ہے مگر ان کا دل اور ان کی ایک ایک سانس بھی یادِ اللہ سے غافل نہیں ہوتی ہے۔ نہ تو وہ اولاد کی پیدائش پر خوش ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کی وقت بے وقت کی موت پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔ ان کی نظر وہ میں نہ جو رو ہوتی ہے اور نہ ہی بچے، یہاں تو صرف اللہ، مولا کا اور دل میں چل رہا ہوتا ہے۔ طالبِ کیلئے اللہ کے بندے کی خدمتِ عبادت ہے۔ جو رو بچے بھی اللہ کے بندے ہیں۔ اس لئے ان کی خدمت عین عبادت ہے۔ اگر ساری دنیا کے مرد، جو رو بچے کو چھوڑ کر الگ ہو جائیں تو نظامِ قدرت درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ اصل فقیر وہی ہے جو نظامِ قدرت کو خود بھی قائم رکھے اور دوسرے فقیر کو بھی فلاح کے راستہ پر چلنے کا مشورہ دے۔ محبوبِ خدا اور شیر خدا کی طرف ہر وقتِ دھیان رہے۔ سیدنا حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی زندگی کے سنہرے اور اراق اور سنہرے دورخشاں نشان، فقیر وہی، درویش وہی، ولیوں، قطب اور ابدال کیلئے چاگ راہ ہیں۔ یہ امتحان کی منزل تھی۔ واقعہ کر بلایا ایک بہانہ تھا۔ معیشت مسکراٹھی۔ بیزید فتا ہو گیا مگر سیدنا حضرت حسنؑ اور سیدنا حضرت امام حسینؑ زمین و آسمان کے چپے چپے اور گوشہ گوشہ میں زندہ موجود ہیں۔ لازم ہے کہ فقیر ضرورت سے زیادہ جو رو بچے کی محبت میں نہ پھنسے۔ وہ محبت جو یادِ خدا سے غافل کر دے، وہ محبت جو فرض کی ادائیگی سے فراموش کر دے، وہ محبت جو فقیر کو طمع، حرص،

لائج کے پھندے میں گرفتار کر دے۔ وارث پاک اشارہ اسی ہی محبت کی طرف ہے۔ محبت انہی ہوتی ہے۔ فقیر اگر جو روپیے کی انہی محبت میں پھنس گیا تو پھر فطرت کا حکیم کیسے بن سکتا ہے۔ فقیر کیلئے دنیا کی ساری عمر تین ماں بہن کا درجہ رکھتی ہے اور سارے بچے اولاد کی مثل ہیں جو روپیے کی کفالت میں عبادت ہے اور حکم شریعت ہے اور فقیر کو شریعت کا پاس رکھنا ہی ہو گا۔ ورنہ فقیری بیکار۔ (حسین دارثی)



چہاٹ راہ نمبر ۲۶

”زن، زمین، زر میں جھگڑا ہے۔ ان کو چھوڑو تو آزاد ہو۔“ (وارث پاک)

تمیزِ بندہ و آقا فساوِ آدمیت ہے
حدرا سے حیرہ دتاں! نخت ہیں فطرت کی تعزیریں

(اتبال)

بندہ نواز وارث پاک کا ارشاد ہے کہ زر، زمین اور زن میں جھگڑا ہے، ان کو چھوڑو تو آزاد ہو۔ درویش ہو یا فقیر، ساد ہو یا سنت، یہاں تک کہ زبردست دنیا دار کی طرف بھی خصوصیت کے ساتھ نظر کرم فرماتے ہوئے بندہ نواز وارث پاک مندرجہ بالا ارشاد پر قائم رہنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ زن، زمین، زر کو چھوڑ دینے سے مراد قطعی بے تعلق ہو جانا ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ دنیوی دولت میں ان ہی تین چیزوں کو اہمیت حاصل ہے۔ دنیا کے سارے لوگ ان ہی تین نعمتوں کو حاصل کرنے کیلئے ساری دنیا میں طوفان برپا کرتے ہیں۔ باپ، بیٹے کی لڑائی، بھائی بھائی کی لڑائی، شہر بیوی کی لڑائی، خاندان کی لڑائی، قبیلہ قبیلہ کی لڑائی، ملک ملک لڑائی، بادشاہ بادشاہ کی لڑائی۔ غرض دنیا کا سارا فساد، سارا جھگڑا ان ہی تین نعمتوں کی وجہ سے ہے۔ جھگڑا ہے وراثت کا، جھگڑا ہے ملکیت کا۔ ہر انسان کی دلی خواہش یہی ہے کہ ساری دنیا کی ملکیت اس کے نام ہو ساری دنیا کا واحد وارث وہ ہو جائے۔ بقیہ انسان اس کی وارثت اور ملکیت میں رہیں۔ اس میں بہ نفس نیس ان نعمت خداوندی کا کیا قصور، نعمت ہے۔ اگر قصور ہے تو صرف انسانی شفاوت و بد بختنی کا۔ اس کا طبع و حرص اور لائج کا، قصور ہے انسان کی اپستی کا۔ قصور ہے اللہ کی بادشاہت کی جگہ انسانی بادشاہت کا قائم کرنے کا۔ قصور ہے انسانیت کی منزل سے گر کر حیوانیت اور درندگی کی منزل قائم ہونے کا۔ چوں کہ فقیری کا مقصد ان ہی پستیوں کو بلندی کی منزل پر لانے کا ہے اس لئے بندہ نواز وارث پاک فقیروں کو بالخصوص تاکید فرماتے ہیں کہ زن، زمین، زر میں جھگڑا ہے ان کو چھوڑو تو آزاد ہو۔ ”چھوڑ دینے سے مراد ہیں بے ایمانی، لائج اور گناہ آلوقدم جو ان تین نعمتوں کے حاصل کرنے میں عام انسان بروئے کار لاتے ہیں۔ کسی کی ماں ہو یا کسی کی بہن، کسی کا باپ ہو یا کسی کا بھائی۔ اس سنار کے زیادہ تر لوگ زن، زر، زمین کے چکر میں، سے اسکے دورے کو خراب کر رہے ہیں۔ سب یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم کا مام ہیں مگر حقیقت توہے کے سے کس کے من

سیاہ دل سیاہ دماغ سیاہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ سارا سنوار، گناہ بے اینماں اور بے شرمی کا کھلا ہوا پاگل خانہ بنا ہوا ہے سب اپنا اپنا پاگل پن دوسرے پر ظاہر کر رہے ہیں۔ شیطان اپنی کامیابی کی بانسری بجارت ہے اور دنیا کے لوگوں میں اور عورت انسانیت کا کپڑا اتار کر ایک دوسرے کے مقابل ناج رہے ہیں۔ ان تمام و اہیات، خرافات سے پچھے کیلئے بندہ نواز اپنے فقیروں کو تاکید فرماتے ہیں کہ ان سے بچو۔ ورنہ یہ سب اللہ کی خالص الناص عنایت ہے ضرور لینا چاہئے۔ اسے اللہ کی امانت سمجھنا چاہئے۔ اللہ واحد، ساری دنیا اور ساری کائنات، دنیا کا مالک اور وارث ہے۔ فقیر اس کا ایک شاہکار ہے۔ اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کو اللہ کے حکم کے مطابق جتنے روزوہ جتنے اپنے تصرف اور مصرف میں لائے اور جب جانے لگے تو سب اللہ کے حوالے کر جائے۔ زن، زر، زمین یہ سب اللہ کی چیز ہے۔ بحیثیت مسافر نہایت احتیاط اور پیار سے فقیر اپنی ضرورت اور حاجت کے مطابق استعمال میں لائے اور پھر بوقت و دارع اللہ کے حوالے کر دے۔ چھوڑنے کا سوال کیسے آسکتا ہے۔ یہ پھول اور طرح طرح کی نعمتوں سے لبریز زمین، سمندر، پہاڑ اور چنپ جملیں، سونے، چاندی، ہیرے، جواہرات، موٹی، موٹے گلے غرض سارا عالم اور سارے عالم کی ظاہر اور باطن رحمتیں سب کی سب تو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں۔ ان کو چھوڑ کر کوئی جا بھی کہاں سکتا ہے۔ جس طرح بغیر زن کوئی انسان پیدا ہو، ہی نہیں سکتا کوئی نہ کوئی زن کسی نہ کسی کی ماں ضرور ہے یا ہوگی یا ہوئی ہے۔ اسی طرح زمین ہے۔ زمین بھی ماں ہے۔ اسی سے ہم پیدا ہوئے ہیں اسی کی گود میں تھوڑی دری ہم نہیں گے۔ کامیابی کے سامان کو دیکھیں گے یا ناکامی کے بھی انکے غار کی طرف نظر کریں گے۔ غرض دنیا کی دھوپ چھاؤں کو جتنے دن خدا کا حکم ہو گا دیکھ کر ثیک وقت مقررہ پر نہ ایک منٹ کم اور نہ زیادہ۔ آنکھیں موند کر زمین میں مر کر چلے جائیں گے۔ پھر زمین کو چھوڑنے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔ رہ گیا زر، تو خدا نے سورج کی پہلی کرن میں ہی اتنی دولت بھر دی ہے کہ کوئی حساب تک نہیں لگاسکتا۔ پھر لاکھوں برس کے ہوتے ہوئے سورج نے کتنی دولت زمین پر بر سائی ہے۔ اس کا حساب کون لگاسکتا ہے۔ اسی طرح چاند، ستارے، سمندر، پہاڑ اور زمین کے کلیہ میں کتنی بڑی کانیں ہیں اس کا اندازہ ابھی تک کسی نے ہیں لگایا ہے۔ ہم نے تبادل اور ہوا میں بھی زر بھر دیا ہے، کوئی کیوں کرنے سکتا ہے زر سے زر سے آدمی بھاگ سکتا ہے مگر زر خود اس کو بھاگنے نہ دے گا۔ اللہ کی دین ضرور لو۔ شیطان ناپاک کے تحفہ پر لعنت بھیجو۔ شیطان تمہارا دشمن ہے اور شیطان کا کاری حربہ یہی زن، زر اور زمین ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی دوسرے دنیا دار کی طرح اس میں پھنس کر یا خدا سے غافل ہو جاؤ۔ فقیر ہر اس چیز سے پر ہیز کرے جو یادِ خدا کو بھلاتی ہے طلبِ مولا سے غفلت کرتی ہے۔ (حسین وارثی)



نے پرده، نہ تعلیم، نئی ہو کر پرانی

نیوانیتِ زن کا بکھہاں ہے فتنہ مرد

(اقبال)

یہ اشارہ خصوصاً ارشیوں کیلئے ہے اور عموماً بلا امتیاز ذات و پات، نہ ہب و ملت انسانوں کے والے کیا گیا ہے۔ شادی کے مسئلہ کی طرف کھلا ہوا اشارہ ہے۔ انسان کی بخش پیدائش کی طرف ذرا سخت دل سے غور فرمائے۔ ہماری زندگی کی نموداً یک ناپاک قطرہ سے ہوتی ہے چاہے انسان ولی کے روپ میں پیدا ہو یا شیطان کی شکل میں۔ جو جاندار زمین پر چاہے ایک منٹ کیلئے سانس لے رہا ہو یا سو سال سے زندہ ہے، وہ ماں کے پیٹ کے اندر ہیرے سے حصہ میں ایک مقررہ وقت تک ضرور زندگی گزار کر آیا ہے۔ ایسی صورت میں عورت فساد کا گھر کیسے قرار دی جاسکتی ہے۔ یہاں وارث پاک کا اشارہ ذات عورت کی طرف نہیں ہے۔ بلکہ وہ عورت وہ جوان لڑکیاں جن کی شادی وقت پر نہ کی جائے۔ وہ شادی شدہ جوان اور تندرست عورت میں چاہے بچے والی ہوں یا غیر بچے والی اگر ان کے مردان عورتوں کی تمام خواہشوں کے ساتھ ساتھ ان کی جنسی خواہشوں کا مکمل خیال نہیں کرتے تو یہ امر بالکل ممکنات کے دائرے میں ہے کہ اچھی سے اچھی نیک سے نیک بخت عورت اور کنواری لڑکی ٹھوکر کھا جائے۔ ان بیواؤں سے چند اس اتنا فساد برپا نہیں ہوتا جو عمر سیدہ ہوتی ہیں۔ مگر جن کی عمر کم یا کسی عزت دار سہارے سے محروم ہوں تو ان کو سمجھا بجھا کر دوسرا شادی کر دینا چاہئے۔ یہوہ کی ادائی پر خدا کو کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر یہوہ سہا گن ہو کر نگینے جوڑے پہن کر مسکراتی ہے تو مشیت بھی مسکرا اٹھتی ہے۔ اب کون جانے کس کے بطن سے کون سی جلیل القدر ہستی جنم لیتی ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ نیک چلن، نیک بخت ماوں کے گود میں بڑے بڑے مہاتما سادھو، بڑے بڑے فقیر، ولی، قطب، درویش یاد نیا کے حد درج لاائق اور کامیاب لوگ ان کے آنجل تلمیثی نیند سوئے ہوئے ہوتے ہیں اور جہاں کنواری، شادی شدہ یا بیوی کا خاص طور سے خیال نہ کیا گیا تو یہی فرشتہ صفت نیک روحوں کو جنم دینے والیاں ایک زبردست شیطان کی بیٹی بن جاتی ہیں۔ جس کا وجود فساد کا گھر، اس کا قدم خاندان کی بربادی، اس کا قہقہہ ابلیس کی گیت، اس کی خوبصورتی ناگن کی چپک، اس کا مشورہ خدا سے بخاوت، اس کی قربت اور نزدیکی اپنی ہر ادا میں جہنم کی آگ لئے بیٹھی رہتی ہے۔ ہماری اپنی ہی کمزوریوں نے اچھی بھلی عورتوں کو کہاں لا پہنچنا ہے اور ساری دنیا میں یہ بد چلن عورتیں اتنے بڑے سنار کو بجائے جنت کا گلزار بنانے کے جہنم کا کندہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ زیادہ تر عورتیں از خود فساد کا گھر ہو کر رہ گئی ہیں۔

مرد عقل سليم، عورت عقل ناقص، مرد کے پاس دماغ ہے اور عورت کے پاس دل، مرد اگر چاہے تو عورت میں ایک لاائق ماں، نیک بیوی بن سکتی ہیں۔ عورت اپنے گناہ کی خود ذمہ دار ہے۔ ایک نیک چلن مرد چاہے تو بد چلن عورت کو بھی خدا

کے نیک راستے پر لاسکتا ہے۔ بڑا فقیر وہ ہے جو بدھن عورت کو بھی نیکی کے راستے پر چلا دے۔ (حسین وارثی)



چراغ راہ نمبر ۲۶۹

"فقیر دنیا کی عورتوں کو ماں بہن سمجھے۔" (وارث پاک)

بے جوابی سے تری ٹوٹا نگاہوں کا ظلم
اک ردائے نیلگوں کو آسمان سمجھا تھا میں

(اقبال)

بڑے سے بڑے فقیر نامی سے نامی مہاتما، سادھو وی اور درویش جو اگر ضد پر اڑ جائیں تو ہمالیہ کو پکھلا کر اپنے قدموں کے نیچے سے بھا کر کھو دیں اور پھر بھی اپنی ضد سے ایک رالی برابر بھی وزن میں کم نہ ہوں۔ ریگستان کی جھلسادی نے والی گرمی میں بھی اگر اپنی دیوانگی کو خوش کرنے کیلئے محل پڑے تو ریگستان کی ایک ایک ریت کے ذرہ کو خون کا آنسو رو لا کر بھی اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں لورا پنی ہٹ کے سامنے ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ایسی ایسی زبردست ہستیاں جو اپنی زہدو تقویٰ کی طاقت سے عرش کو فرش اور فرش کو عرش چشم زدن میں کر کے رکھ دیں۔ وہی قابلِ فخر اور مایہ ناز ہستیاں شراب حسن کے مقابلہ میں ایک حسین جوان لڑکی کی مسکراہٹ کے مقابلے میں لکھست فاش کھا کر زہ جایا کرتی ہیں۔ ان کی بھگتی، ان کی پوجا، ان کا گیان دھیان، ان کی برسوں برس کی زبردست پر اتنا ریت کے محل، کاغذ کی ناؤ، کاٹھ کی ہندیا کی طرح دیکھتے ہیں۔ زبردست جوگی، بدترین بھوگی ہو کر رہ جاتا ہے بڑے سے بڑے سے بڑے فقیر، پیر، مست ملگا یا درویش جن کی ایک تیرنگاہ کے مقابلہ میں بڑے سے بڑے شیر ببر کا کلیج بھی ٹھنڈا ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہی خدار سیدہ ہستیاں جوان عورت یا کنواری لڑکی کی ایک معمولی سی ادا پر آسمان کی بلند سے چھوٹ کر گناہ کے گندے اور ناپاک غار میں پلک جھکے ہی جا پڑتے ہیں۔ عقلمند فقیر ساری دنیا کی عورتوں کو اپنی ماں اور بہن سمجھتے ہیں۔ کیونکہ نج سے نج آدمی بھی اپنی ماں اور سگی بہن کو کبھی اور کسی بھی حالت میں بری نظر سے نہیں دیکھ سکتا جو فقیر ساری دنیا کی عورتوں کو ماں بہن خیال کرتے ہیں۔ دراصل وہی سچے اور طاقتور فقیر یا سادھو ہیں۔ کیونکہ شیطان کے ہزار وار میں پانچواں وار عورتوں کی ہی مدد سے چلا یا جاتا ہے۔ جس فقیر نے ساری دنیا کی عورتوں کو اپنی ماں بہن مان لیا، اس نے شیطان کی چجزی کا گویا جوتا چہن لیا۔ جس طرح ڈائیں بھی ایک گھر چھوڑ دیتی ہے۔ جس طرح زہریلی ناگن بھی اپنے بل میں سیدھی ہو جاتی ہے اسی طرح ڈیل سے ڈیل عورت یا لڑکی بھی، بھائی اور ماں کہنے والے مرد یا لڑکے کو مرتے دم تک خراب نہیں کر سکتی۔ گنہگار عورت کے پھندے سے نکل آنا شیطان کے منہ پر کالک ملنے کے برابر ہے۔ (حسین وارثی)



”جو شخص چراچھپا کر نماز پڑھتا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔“ (وارث پاک)

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حباب، میرا بود بھی حباب

(اقبال)

اصل نمازو ہی ہے جو انتہائی رازداری کے ساتھ ادا کی جائے اور پکانمازی وہی ہے جو حرمت اللعالمین ﷺ کو امام سزا ہزار جناتوں اور ایک کروڑ فرشتوں کو نمازی بنانا کر آخري صفت میں مقتدی کی حیثیت سے بالکل تہانماز کی نیت باندھ کر آہستہ سے کہے کہ منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔ ایسی نمازیں فقیروں کیلئے ممکن ہے۔ مولوی بے چارے ظاہر پر گھمنڈ کرتے ہیں اور فقراء حقیقت کو چشم دیدلا کر یا تو خاموش ہو جاتے ہیں یا مسکرا دیتے ہیں وہی شل ہے۔

کہہ رہا ہے شور دریا سے سندھ کا سکوت

جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

نماز فرض ضرور کی گئی ہے مگر طریقہ کی قید نہیں لگائی گئی ہے۔ اللہ نے طریقہ میں بہت آزادی دی ہے۔ کفرے کفرے پڑھ سکتے ہو، بیٹھ کر پڑھ سکتے ہو، لیٹئے پڑھ سکتے، انگلی کے اشارے سے پڑھ سکتے ہو، یہاں تک کہ آنکھ کے اشارے سے بھی پڑھ سکتے ہو۔ بہت سے تک دل، تک نظر لوگ، فقیر پر ازام لگادیتے ہیں کہ فلاں فقیر بالکل نمازوں نیں پڑھتا اب کون جانے اور کس کس کو سمجھایا جائے کہ شاید ہی کوئی فقیر ہو جو کہ نماز نہ پڑھتا ہو۔ تمام فقراء کا اتفاق رائے ہے کہ اصل نمازو ہی ہے جہاں خدا بندہ اور عبادت کے درمیان دوسرا کوئی گواہ نہ ہو۔ نماز ادا کرنے کیلئے صرف مسجد اور جانماز ہی کی قید نہیں پھی نماز کیلئے دل کو مسجد بنانا پڑتا ہے۔ فقیروں کی زیادہ تر نمازیں انتہائی راز و نیاز کے ساتھ چراچھپا کر ادا کی جاتی ہیں ایسی ہی نمازوں کی طرف وارث پاک کا اشارہ ہے کہ جو شخص چراچھپا کر نماز پڑھتا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے، اس میں تک کی کوئی گنجائش نہیں اللہ دلوں کا حال جانتا ہے۔ دوسروں کو برا کہنے سے قبل اپنی اصلاح کرنا زیادہ افضل اور اول ہے۔ (حسین وارثی)



تمنا درو دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
ہاتھ پکڑنا انسانی فطرت اور انسانی عادت میں داخل ہے مگر دل کا پکڑنا کبھی نہیں وہی ہے۔ وارث پاک کا کھلا
ہوا اعلان ہے کہ ہاتھ پکڑ کر تو ذیل سے ذلیل آدمی بھی بڑے سے بڑے پیر کا مرید بن جاتا ہے اور لوگوں کے سامنے چلا
چلا کر کہتا پھرتا ہے کہ میں فلاں پیر کا مرید ہوں۔ فلاں کے ہاتھوں پر میں نے بیعت کی ہے۔ ایسے ہی بھروسے ایسے ہی
نادانوں ایسے ہی احمقوں کی طرف اشارہ ہے کہ ”ہاتھ پکڑنے سے کچھ نہیں جب تک دل کون پکڑے۔ جب تک دل کون
پکڑے۔ یہ بھی بہت ہی ذمہ دار جملہ ہے۔ سوال ہے کس کے دل کو؟ پیر کے یا مرید؟ جواب، مرید کو پہلے اپنے دل پر قبضہ
کرنا چاہئے پھر پیر کے دل کو اپنی ایمانداری، اپنی خدمت، اپنی عبادت کے ذریعہ اپنی سادگی پر رجوع کرانا چاہئے۔ جب تیرا
دل پیر کی محبت کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے تو وہ دن دور نہیں جب تیرے دل کو دیدار محبوب اور جلوہ پروردگار خود بخونصیب
ہو جائے گا مگر میرے بھائی پیر کا ہاتھ پکڑنا یا جھک جھک کر بوس دینا آسان کام ہے۔ مگر دل کو اپنے قبضہ میں رکھنا بہت ہی
دشوار گزار بات ہے۔ ممکن ہے عبادت کے زور سے، کوئی گھڑی دو گھڑی کسی جن کو اپنے قبضہ میں رکھ لے مگر تازندگی دل پر
فتح پانا ناممکن ہے۔ ناممکن ہے۔ ناممکن ہے۔

ایں کرامات زور بازو نیست
تانہ بخشد خائے بخشنده

اسی خوبیاں فقیروں میں اکثر دیکھی جاتی ہیں ساری زندگی اپنے دل کو اپنی مشی میں قید رکھتے ہیں۔ مجال جو وہ
مچل جائے۔ (حسین وارثی)



چانگ راہ نمبر ۲۷۲

”جو وعدہ کر داں گوپرا کرو۔“ (وارث پاک)

آنکھ کو بیدار کر دے وعدہ دیدار سے
زمدہ کر دے دل کو سوز جوہر گفتار سے

(اقبال)

پیری اور مریدی کیا ہے۔ صرف وعدہ ہی تو ہے، صرف قول و ترار ہی کا دوسرا نام تو پیر اور مرید ہے۔ جو مرید
 وعدہ کا کچا ہو وہ عشق کی شدت کو کیا سنبھال سکتا ہے۔ مرد کی شان، زبان، زبان کی ضمانت وعدہ اور وعدہ کی آن، ایقاۓ وعدہ

ہے۔ وعدہ کرنا جتنا آسان ہے اس کو پورا کرنا اتنا ہی مشکل امر ہے۔ دنیاداری ہو یا روحانیت ہر جگہ وعدہ ہی وعدہ ہے۔ دنیا کو سارا کام درہم برہم ہو جائے اگر وعدہ وفا نہ ہو۔ اسی طرح خدا نے بھی اپنے کلام میں بہت سی جگہ وعدہ کیا ہے اور وہ ذات پاک سریا رحیم و کریم اپنے وعدہ کے مطابق ذرہ ذرہ سے اپنا وعدہ وفا کر رہا ہے اور پھر اس کے بدلتے میں وہ جن والنس سب سے وعدہ ایسا رہتا ہے۔ مگر بہت ہی افسوس کا مقام ہے کہ حضرت انسان ہی نے دنیا میں آنے سے پہلے دنیا بھر کا وعدہ کیا تھا کہ پروردگار عالم میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں یہ کام کر دوں گا اور یہ نہ کر دوں گا۔ مگر انتہائی حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ حضرت آدم سے لے کر آج تک انسان کی مٹی میں یہ بات چلی آ رہی ہے کہ بیش تر آدمی ہوش و گوش میں آتے ہی پہلا کام بھی کرتا ہے کہ وہ اپنا وعدہ بھول جاتا ہے اور اپنی من مانی شروع کر دیتا ہے وعدہ خلافی کی انتہایہ کہ مرتبے وقت بھی کلمہ زبان پر نہیں لاتے۔ بس یہی وہ راز ہے جس کی طرف دارث پاک پھر سے یاد لوانا چاہتے ہیں کہ "جو وعدہ کرو اس کو پورا کرو۔" چاواری دھی ہے جو اپنے وعدہ کا پاس رکھے۔ کلمہ کلام، قول و قرار۔ سب وعدے ہیں غور کر دے گے تو ساری کائنات وعدہ پر قائم ہے۔ (ستِ سن واری)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۷۳

"معشوق کی دی ہوئی تکلیف کہیں میر آتی ہے۔" (دارث پاک)

ہو بہو کھینچنے گا لیکن عشق کی تصویر کون؟

اٹھ گیا ناؤ کر ٹکلن، مارے گا دل پر تیر کون؟

(اقبال)

معشوق اور عاشق کہنا یا لکھنا ایک لمحہ کا کام ہے۔ پہلے ٹھنڈے دل سے سوچیں تو معشوق کے کیا معنی ہیں اور عاشق کہاں سے پیدا ہوا۔ یہ عشق و محبت دنیا کا وجود قائم ہوتے ہی بلکہ ہونے سے پہلے ہی ظاہر ہو چکی تھی۔ آج تک ہے اور روز تیامت تک قائم رہے گی۔ عاشق معشوق کا امتیاز ختم نہ ہوگا۔ جیسے چاند کو چکوری سے بھنورے کو بھول سے، پرانے کو چراغ سے، موج کو ساحل سے، بجنوں کو لیلی سے شیریں کو فراہد سے، محمود کو ایاز سے، یہاں تک کہ ساری دنیا کا کاروبار اور یہ نظام قدرت محبت کی علیحدہ عنوان اور طریقہ پر چل رہا ہے۔ مگر جس طرح خدا کے نادے نام اور انگشت شکلیں ہیں اسی طرح اللہ نے اپنے محبوب کا بھی نانوے ہی نام رکھا ہے۔ اللہ جب اپنے محبوب سے عشق کرتا تھا تو اس کی بہت سی فسمیں تھیں اور ہر محبت ایک نام کا روپ اختیار کر گئی ہے۔ اصلی خدا کا عاشق وہ ہے جو رحمۃ اللہ علیہنَّ کے پورے نادے نام کا عامل بُل ہو جائے۔ خدا کا سارا کارخانہ باطن میں ہی اپنے پورے جلوؤں کے ساتھ جنمگار ہا ہے۔ اسی لئے تو خدا خود

باطن میں رہتا ہے اور کبھی اپنے آپ کو کسی مخصوص شکل میں ظاہر نہیں کرتا۔ حضور پاک جناب دارثی علی شاہ کا اشارہ صاف ہے کہ عشق کی ان گفت پرواز ہوتی ہے۔ عشق کی پرواز لاصاب ہے۔ یہ اتنی بڑی دنیا اور سارے عالم کا ہنگامہ خدا نے ذوالبدال کو صرف عشق کی تکمیل کیلئے برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ ورنہ یہ روئے زمین کب کی ریزہ دریزہ ہو کر رہ جاتی۔ حضرت آدم اور مان حوا کو جب باغ بہشت سے حکم سفر ہوا تو شیطان اپنی کامیابی پر مسکرا گھا تھا۔ ابليس کی مسکراہت کو ختم کرنے کیلئے خدا نے ایک لاکھ چوبیس ہزار غیربدنیا میں ہازل کئے۔ مگر شیطان کی مسکراہت بجائے ختم ہونے کے قبیلہ میں بدلتی گئی۔ آخر کار نبی برحق خاتم النبین حضرت محمد ﷺ میشووق سے عاشق اور عاشق سے میشووق کی تمام دوری ختم کرنے کیلئے اور عشق کی تکمیل کرنے کیلئے دنیا میں تشریف لائے۔ اس زمین عرب میں جہاں شیطان اور ابلیس نے اپنا قلعہ بنارکھا تھا۔ حضور ﷺ شافع محدث کے قدم رکھتے ہی شیطانی قلعہ اور ابلیسی طاقتیں لرز نے لگیں۔ وارث پاک کے اس ارشاد کو ایک بار پھر غور سے پڑھئے اور دل میں اس کو جگہ دیجئے "میشووق کی دی ہوئی تکلیف کہیں میر آتی ہے" دنیا میں آتے ہی سرور کائنات نے میشووق سے عاشق ہو کر تکمیل فرض کیلئے یتیم ہوئے، لاوارث ہوئے، پہٹ پر سات سات وقت کے فاقہ کا پتھر باندھ نوکریاں کیں، کمریاں چڑائیں، پہاڑ کے چاروں میں برسوں یتھ کرڈ کراللہ میں محور ہے۔ وحی آئی، قرآن اتر، جنگیں ہوئیں، جسم اطہر زخمی ہو، دنیا مبارک شہید ہوئے، شیطان زادوں نے اپنا کوئی تیر باقی نہیں رکھا۔ جانی، مالی، عزت، وقار، سب پر حملہ ہوا مگر خدا کے محبوب مسکراتے رہے۔ کبھی اپنی زبان مبارک کے کونہ سے جانی دشمن کیلئے بھی بد دعا نہ کی۔ آخر کار شیطان اپنی آباد دنیا میں برباد ہوا۔ خانہ کعبہ کی نئی بنیاد روز بروز ترقی پذیر اور مضبوط تر ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ رامدہ درگاہ شیطان فقیروں کے دل سے بھی فنا ہو گیا۔ زندگی کی آخری گھری تک محبوب خدا، عاشق سے میشووق ہو کر اور میشووق سے عاشق ہو کر ہنستے ہوئے یہ کہہ کر آنکھیں بند کر لیں کہ جو تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ نور نور میں پوسٹ ہو گیا اور ایک عبادت والا اشارہ رہ گیا کہ "میشووق کی دی ہوئی تکلیف کہیں میر آتی ہے۔" وارث پر داؤں کی طرف خاص اشارہ ہے کہ خدا رسول کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے میں چاہے کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو برداشت کرنی پڑے۔ اسے خوشی خوشی منظور کرلو۔ کیونکہ یہی کیا کم رحمت ہے کہ رامدہ درگاہ ہونے کے بجائے تم فقیر بن گئے یا فقیر بننا چاہتے ہو۔ والدین کی کختی، استاد کی دی ہوئی سزا، روحانیت کے راستے کی تکلیف یعنی وقت پر راحت بن کر چکنے لگتی ہے۔ زمین کو پہلے بدل اور مل کے ذریعہ کو زاجاتا ہے اس کو دنہا جاتا ہے پھر اس میں بیچ ڈالا جاتا ہے پھر ابر رحمت ہوتی ہے پھر کھیت جاتا ہے۔ پھر پھول اور پھل آتے ہیں پھر فقیر مسٹ بے غم ہوتا ہے انتظار میں بذا لطف ہے پیارے۔ (حسین وارث)

چراغ راہ نمبر ۲۷۳

"اپنی وضع پر قائم رہنا ایک وضع بھی نہ گئی تو سب کچھ ہے۔" (وارث پاک)

انوکھی وضع ہے، سارے زمانے سے زالے ہیں
یہ عاشق کون ہی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

(اتباع)

چراغ راہ، اقبال وارث۔ یہ اقوالِ زریں، نقیری اور انسانیت کو اوجِ ثریا پر لانے کیلئے ایک شاہراہ ہیں ایک چراغ راہ ہیں۔ گنہگار سے گنہگار انسان، گندے سے گندہ دل و دماغ، برے سے برے لوگِ مذہب والے اپنی محفل میں انہیں بیٹھا دیکھ کر ایک چھوٹ کے بیمار سے بھی زیادہ کراہیت اور نفرت کرتے ہیں۔ بندہ نواز وارث پاک ایسے ہی دل و دماغ کے بیماروں پر اپنا شفقت والا ہاتھِ محبت سے پھیرتے ہیں، وارثی برا دری میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، ڈوم، چماڑ، دوسرا دہ کمتر ذات پات کا فرق پیدا کرنے والا، اونچ ذات نجذات کے پھندے میں چپنے والا، انسان انسان میں فرق کرنے والا ہر گز ہر گز وارثی ہوئی نہیں سکتا۔ ایسے لوگ وارثی ہوئی نہیں سکتے۔ بلکہ ایک بہروپے ہیں۔ جو اپنی مشکل بدل کر اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ بندہ نواز وارث پاک فرماتے ہیں کہ دنیا کا سب مذہب بیج ہے۔ سارے مذہب کے لانے والے اور پھیلانے والے اللہ کے پیغمبر ہیں۔ کیونکہ خدا نے ایک لاکھ چونیں ہزار پیغمبر انسان کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے انسان کی بستی، قریب اور زمین پر نازل کیا ہے۔ تمام کی تمام مذہبی کتاب اللہ کی الگ الگ آواز ہے دنیا کی تمام مذہبی کتابیں بیج ہیں۔ تمام مذاہب کی کتابیں یا تو پڑھنے یا دوسرے کی زبانی سننے۔ سچا وارثی وہی ہے جو تمام مذاہب اور تمام کتابوں کا دل سے لحاظ رکھے۔ مذہب کی محبت میں تنگ دل ہوتا، تنگ نظر ہونا گناہ ہے۔ مذہب کے نام پر مخصوص انسان کا سر کا شنا، مذہبی جنگ سے مرد، عورت اور مخصوص بچوں کو مارڈا النا بہت بڑا جرم ہے۔ اللہ بھی جنگ پسند نہیں کرتا۔ انسان کو انسانیت کے اندر رہنا چاہئے۔ سچا وارثی وہی ہے جو بزرگ میں پر اور نیلے و شال آسمان کے تلے ذات ذات کے انسانوں سے گلے طے، قدم بقدم چلے ایک ہی گیت ہو، ایک ہی لے ہو اور وہ گیتِ محبت اور پیار کے سر میں گایا جائے۔ جو ہمیشہ مدھرا اور قائم رہے گا۔ ایسے گیت تو قیامت تک فانہیں ہو سکتے۔ یاد رہے کہ وارثی ذات سے نہیں محبت سے بنا یا جاتا ہے بقول وارث پاک اپنی وضع پر قائم رہنا چاہئے، اگر ایک بھی وضع بیٹھ گئی تو سب کچھ ہے۔ (حسین وارثی)

☆☆☆

چراغ راہ نمبر ۲۷۵

"(قرآن) مر جانا مگر سوال نہ کرنا۔ خدا کی محبت میں مت جانا، دنیا کا مال، اسباب جمع نہ کرنا، وضع کے پابند

رہنا، تکلیف کی شکایت نہ کرنا، کیونکہ تکلیف و آرام خدا کی جانب سے ہے پھر خدا کی شکایت کس سے کرو گے۔” (وارث پاک)

خدا نے اس کو دیا ہے شکوہ سلطانی

کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کزاری

(اقبال)

وارثی بھائی بہنوں کو بلا امتیاز ذات پات اور مذہب ملت وارث پاک بالکل باپ والی محبت کے انداز سے نصیحت فرمائے ہیں کہ ”مرجاناً مگر سوال نہ کرنا۔ خدا کی محبت میں مٹ جانا، دنیا کا مال و اساباب جمع نہ کرنا، وضع کے پابند رہنا، تکلیف کی شکایت نہ کرنا کیونکہ تکلیف و آرام خدا کی جانب سے ہے۔ پھر خدا کی شکایت کس سے کرو گے؟“ ببا حضور کا یہ آخری ارشاد کرتا پیارا ہے کہ خدا کی شکایت کس سے کرو گے، کون نے گا؟ جب کسی نیک آدمی کی شکایت کوئی سننے کیلئے تیار نہیں ہوتا تو اللہ پاک جس نے ساری دنیا کو پیدا کیا۔ اس کی شکایت کون صاحب داشمند سننے کیلئے تیار ہو گا۔ اللہ سب کا دوست ہے۔ کسی کا دشمن نہیں۔ بھلا جب اس کو بے انصافی ہی کرنی ہوتی تو تمہیں دنیا میں بھیجا ہی کیوں۔ ہم مجبور ہیں وہ تو مجبور نہیں۔ جو تمہیں دنیا میں صحیح کر فعوذ باللہ تم سے حسد کرے۔ تمہارا رقب بنے اور تمہیں بلا وجہ تکلیف پہنچانے یا پریشان کرے۔ یہ سب پر اگنده خیال جہالت اور گمراہی کی وجہ سے ہے۔ بھیک ہی تو کہتے ہیں کہ مرجاناً مگر ہاتھ نہ پھیلانا۔ محنت کرو اور یا دالہ پر قائم رہو۔ کیونکہ رحمۃ اللعلیمین نے بھی بکریاں چڑائی اور امت کیلئے درخشاں نشان اور شاہراہ بنا گئے کہ بھیک مانگ کر گزارہ کرنے والے گدار گر ہوتے ہیں اور نیک لوگ گدار گر ہونے سے بہتر موت قبول کر لیں گے۔ خدا کی محبت میں مٹ جاؤ۔ یہی محبت حشر میں کام آئے گی۔ دنیا کا مال، زن، زمین اور زر چند روزہ ہے۔ آخر کار کسی نہ کسی حال میں ان سب کو چھوڑنا ہی ہو گا پیارے۔ اس لئے لازم ہے کہ حقیقت کو سمجھوا ورجھوئی فانی باتوں اور کھیلوں سے دل نہ بہلا و۔ ہر حال میں اللہ کو پیچانو۔ رسول گو پیچانو۔ قرآن پاک کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ نماز کے پابند رہو۔ شریعت کی رسی مضبوط پکڑو اللہ سے محبت کرو اللہ کی سارے مخلوق سے محبت کرو۔ محبت میں ایمان ہے۔ یہی چانگ راہ ہے۔ باقی اندھیرا گھپ اور بس۔

(حسین وارثی)

اللہ وارث.....وارث اللہ

(جو اس کتاب سے محبت کرے گا یہ کتاب اس کو راہ انسانیت و راہ روحانیت دکھائے گی۔)

(حسین وارثی)

لھار

بائیجہ اسٹریٹ آستانہ عالیہ وارثیہ

دیوبھریف - شلی بارہ بکھی - بیوی - بھارت

اسٹریٹ آستانہ عالیہ وارثیہ چھپر شریف

پوسٹ آفس چنگا نگیال - تحصیل گوجران

شلی راولپنڈی - پاکستان

حاجی وزیر احمد وارثی - بورے والا

حاجی محمد رفیق وارثی - منتظم اعلیٰ

اسٹریٹ آستانہ عالیہ وارثیہ چھپر شریف

بابا محمد صدق وارثی

(خادم آستانہ عالیہ وارثیہ)

رضوان سعید وارثی (گوجران)

امجد جاوید - حاصل پور

علم و فتنہ ان پبلیشورز

الحمدلله رب العالمین، 40- اردو بازار، لاہور۔

فون: 37232336'37352332 فاکس: 37223584

www.ilmoirfanpublishers.com

E-mail: ilmoirfanpublishers@hotmail.com